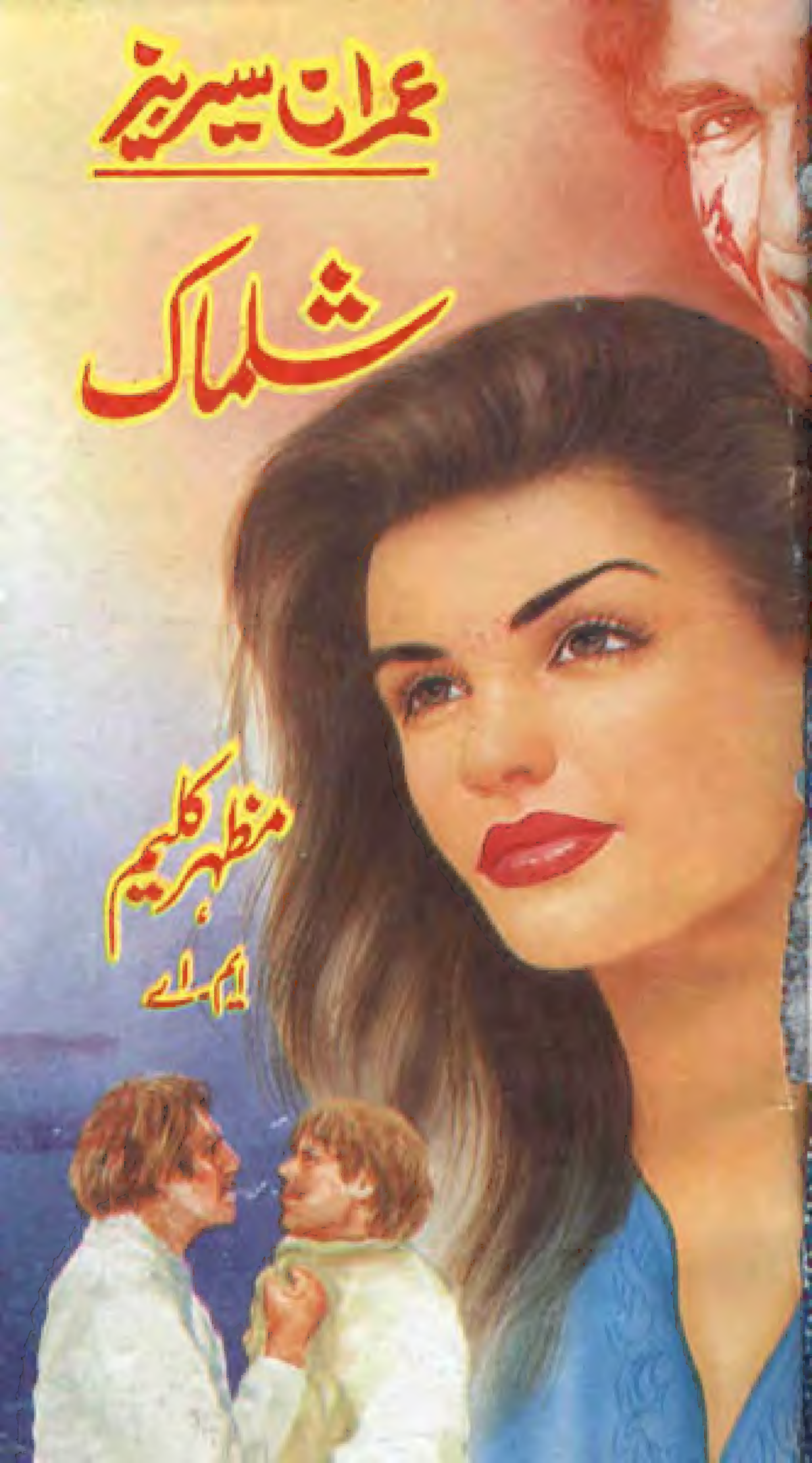
عمران سیریز
شلماک
مظہر کلیم
ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون ! شلماک کا نیا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلے یہ ناول تین حصوں پر مشتمل تھا۔ اس کا دوسرا حصہ ''سپر آپریشن'' اور تیسرا حصہ ''آپریشن فائنل کراس'' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ لیکن موجودہ ایڈیشن میں تینوں حصوں کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے چنانچہ اب اس ناول میں شلماک کے ساتھ ساتھ ''سپر آپریشن'' اور ''آپریشن فائنل کراس'' بھی ایک ہی جلد میں شامل ہیں۔ یہ ناول جب لکھا گیا تھا تو اس میں ایک نیا تجربہ کیا گیا تھا جس کے مطابق پہلا حصہ شلماک مکمل طور پر کرنل فریدی اور اس کی ٹیم کی کارکردگی پر مشتمل تھا۔ جبکہ دوسرا حصہ ''سپر آپریشن'' عمران اور اس کی ٹیم کی کارکردگی پر مشتمل تھا اور تیسرے حصے ''آپریشن فائنل کراس'' میں عمران اور فریدی دونوں نے یکجا ہو کر کام کیا تھا اور قارئین نے اس تجربے کو بے حد سراہا تھا لیکن اب بھی قارئین کا ہی مسلسل اصرار تھا کہ ان تینوں حصوں کو یکجا کر کے شائع کیا جائے تاکہ وہ ایک ہی وقت میں تینوں حصوں کا مطالعہ کر کے اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ چنانچہ قارئین کے بے حد اصرار پر تینوں حصوں کو اس ایڈیشن میں یکجا کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ نئے قارئین ناول کو مسلسل پڑھتے ہوئے الجھ نہ جائیں

کہ کرنل فریدی اور اس کی ٹیم اپنی کارکردگی دکھاتے دکھاتے اچانک کہاں غائب ہو گئی اور عمران اور اس کے ساتھی اچانک کہاں سے نمودار ہو گئے۔ مجھے امید ہے کہ قارئین اس وضاحت کے بعد اس ناول کو اس انداز میں پڑھ کر لطف اندوز ہوں گے لیکن ناول کے مطالعہ سے پہلے اپنے چند خطوط اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

خیر پور شریف ضلع بہاولپور سے سلیم شہزاد صاحب لکھتے ہیں کہ ”آپ کے ناول بے حد پسند ہیں۔ البتہ آپ سے ایک شکایت ہے کہ آپ نے ناول لکھنے میں اپنا کوئی شاگرد نہیں بنایا۔ جبکہ عمران کا شاگرد ٹائیگر اور کرنل فریدی کا شاگرد کیپٹن حمید موجود ہیں۔ آپ بھی اپنا کوئی شاگرد ضرور بنائیں۔ تاکہ اس کی تحریر میں بھی آپ جیسی چاشنی اور آپ جیسی ساحرانہ صلاحیتیں پیدا ہو سکیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اس بات پر توجہ دیں گے“۔

محترم سلیم شہزاد صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ جہاں تک آپ کی شکایت کا تعلق ہے تو محترم۔ جس انداز کا شاگرد آپ چاہتے ہیں کہ اس کی تحریر میں بھی وہی سب کچھ موجود ہو جو میری تحریر میں ہے تو تخلیقی صلاحیتوں کی فیلڈ میں ایسا ناممکن ہوتا ہے۔ ہر لکھنے والے کا انداز بھی علیحدہ ہوتا ہے اور تحریر میں خوبیاں اور خامیاں بھی اس کی اپنی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں استادی شاگردی کا سلسلہ نہیں ہوا کرتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کل کوئی ایسا جاسوسی ناول لکھنے والا میدان میں آ جائے جس کا انداز تحریر مجھ سے زیادہ اچھا ہو اور جس میں خوبیاں بھی مجھ سے زیادہ ہوں اور اگر ایسا ہو جائے تو مجھے آپ سے بھی زیادہ مسرت ہو گی کہ اردو جاسوسی ادب کو اور زیادہ ترقی کرنے کا موقع ملے گا۔ مجھے امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد آپ کی شکایت دور ہو جائے گی۔

فیصل آباد سے عبدالمتین صاحب لکھتے ہیں۔ ”مجھے آپ کے ناول بے حد پسند ہیں البتہ بعض اوقات آپ آئندہ ناول کی جو جھلکیاں لکھتے ہیں ان میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ آپ ناولوں کی جھلکیوں میں بعض اوقات نئے کرداروں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ فوراً کتاب ہاتھ میں آجائے اور اس کردار کو پڑھا جائے۔ لیکن جب ناول پڑھا جاتا ہے تو یہ کردار اتنے زوردار نہیں ہوتے جتنے وہ جھلکیوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ امید ہے آپ ضرور وضاحت کریں گے“۔

محترم عبدالمتین صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ آپ نے جھلکیوں کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ جھلکیوں میں کردار کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ اس کردار کی سب سے نمایاں بات ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے ہر جاندار کردار میں جہاں خوبیاں ہوتی ہیں وہاں خامیاں بھی ہوتی ہیں اس لئے وہ کردار اپنی تمام تر خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ناول میں آپ کے سامنے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات کردار سے جو توقعات

قائم کرلی جاتی ہیں وہ ان پر پورا اترتا نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر آپ اس کردار کو ناول میں موجود اس کی خاص سچویشنز میں رکھ کر پرکھیں تو یقیناً آپ اس کردار کی حقیقی خوبیوں اور خامیوں سے بیک وقت لطف اندوز ہو سکیں گے اور پھر آپ کو ایسی شکایت پیدا نہ ہوگی۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم۔اے

تینوں حصے ایک جلد میں

شلماک

سپر آپریشن

آپریشن فائنل کراس

کار ایک دھچکہ کھا کر اچھلی۔ ایک لمحے کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے ابھی کار کسی لٹو کی طرح گھوم جائے گی۔ مگر کار کے ٹائروں نے ایک بار پھر زمین پکڑلی اور پھر فاصلہ پہلے سے زیادہ تیزی سے سمٹنا شروع ہو گیا۔ کار کی طوفانی رفتار میں کوئی کمی پیدا نہ ہوئی حالانکہ سڑک کی حالت کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص اس سپیڈ میں کار چلانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اس وقت کار کا سٹیرنگ کرنل فریدی کے مضبوط ہاتھوں میں تھا اور وہ دانت بھینچے بیٹھا تھا۔ اس کی پیشانی پر موجود شکنیں اس کی پریشانی کو صاف نمایاں کر رہی تھیں۔ ساتھ والی سیٹ پر کیپٹن حمید براجمان تھا۔ گو کیپٹن حمید خود ایک ماہر ڈرائیور تھا مگر اس وقت اتنی شکستہ سڑک پر اس رفتار میں کار چلانے کا تصور تو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کرنل فریدی کی پیشانی پر موجود شکنوں نے گو اسے اب تک بولنے سے روک رکھا تھا مگر اس کی زبان کافی دیر سے کھجلا رہی

تھی اور اس بار لگنے والے خطرناک قسم کے دھچکے نے اسے بولنے پر مجبور کر ہی دیا۔

"آخر کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ جو آپ اپنے ساتھ ساتھ میری جان کے لاگو بنے بیٹھے ہیں"۔۔۔۔ حمید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"آفت ٹوٹی نہیں صحیح سلامت ہے۔ اگر ٹوٹ جاتی تو جان نہ چھوٹ چکی ہوتی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس قسم کا ایک دھچکہ اور لگ گیا تو آپ کی تو جان چھوٹ جائے گی۔ مگر میری طرف سے مطمئن رہیں۔ میں اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔۔۔۔ حمید نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم ڈھیٹوں کی سب سے اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتے ہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"شکر ہے آپ نے اپنے مقابلے میں مجھے اعلیٰ نسل کا تو مان لیا ورنہ اب تک آپ اپنے آپ کو ہی رائل بریڈ ماننے پر مصر تھے"۔ حمید نے فوراً ہی جواب دیا وہ بھلا کب چوکنے والا تھا لیکن اس بار کرنل فریدی نے شاید جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ خاموش بیٹھا کار چلاتا رہا۔

"آخر آپ کو بیٹھے بیٹھے سوجھی کیا۔ آج شام کا رنگین پروگرام بنائے بیٹھا تھا کہ آپ نے سب کچھ بے رنگ کر کے رکھ دیا"۔ حمید

نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے تمہیں صرف اعتراض بیٹھے بیٹھے سوجھنے پر ہے۔ اگر مجھے کھڑے کھڑے سوجھ جاتی تو تمہیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ ٹھیک ہے آئندہ خیال رکھوں گا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن حمید سمجھ گیا کہ اس وقت کرنل فریدی موڈ میں ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ طنزیہ گفتگو کی بجائے سیدھی سادھی بات کی جائے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب کرنل فریدی موڈ میں ہو تو پھر اس کی باتوں کی کاٹ کا مقابلہ حمید جیسے آدمی کے بس میں بھی نہیں ہوتا۔

"آپ آخر کہاں جا رہے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے سیدھا سادھا سا سوال پوچھا۔

"جہاں یہ سڑک جا رہی ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مختصر سا جواب دیا۔

"اس وقت تو یہ آ رہی ہے کار کی طرف"۔۔۔۔ کیپٹن حمید سے نہ رہا گیا تو دوبارہ پہلے والے انداز پر اتر آیا۔

"تو جہاں سے یہ سڑک آ رہی ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے فقرہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے آپ اکال گڑھ جا رہے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے سرہلاتے ہوئے کہا۔

"صرف میں ہی نہیں تم بھی ساتھ جا رہے ہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی

بدستور پہلے والے موڈ میں تھا۔

"توبہ آپ سے تو بات کرنا مصیبت ہے"---- کیپٹن حمید نے جھنجلا کر جواب دیا۔

"بس بس یہی ٹون ہر وقت برقرار رکھا کرو۔ اس ٹون میں جب تم بات کرتے ہو تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں کنوارہ نہیں ہوں"۔

کرنل فریدی شاید اسے ستانے پر تل گیا تھا اور کیپٹن حمید بے اختیار جھینپ کر رہ گیا۔ اب اس نے نہ بولنے کا فیصلہ کرلیا اور خاموش ہو کر سڑک کو گھورنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحے تو کار میں خاموشی طاری رہی پھر کرنل فریدی کی سنجیدگی سے بھرپور آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کیا۔

"حمید تم پرنس ضرغام کو جانتے ہو"---- کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"پرنس ضرغام وہ بڑی بڑی مونچھوں والا نوجوان جو سیاہ رنگ کی رولز رائس گاڑی کا رعب لڑکیوں کو دیتا رہتا ہے"---- کیپٹن حمید نے چونک پر پوچھا۔

"ہاں وہی پرنس ضرغام ہم اس کی کال پر اکال گڑھ جا رہے ہیں"۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"آپ نے انٹیلی جنس سے کب استعفیٰ دیا ہے"---- حمید نے اچانک سوال کیا۔

"انٹیلی جنس سے استعفیٰ۔ کیا مطلب میں سمجھا نہیں"۔ کرنل

فریدی نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"ظاہر ہے آپ اچھے خاصے انٹیلی جنس چیف تھے۔ اس عہدے کی موجودگی میں تو آپ کو یہ پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں تھی"---- حمید نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کون سا پیشہ صاف صاف بات کرو"---- کرنل فریدی نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہی کال مین والا"---- حمید نے بڑے معصومیت بھرے لہجے میں جواب دیا اور کرنل فریدی اس کے جواب پر بے اختیار ہنس پڑا۔

"خوب خوب اچھا جوک ہے۔ کال گرل کے مقابلے میں کال مین واقعی اب تم بالغ ہوتے جا رہے ہو"---- کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میری بلوغت کے مسئلے کو چھوڑیں میں تو پیدا ہی بالغ ہوا تھا۔ آپ میری بات کا جواب دیں"---- حمید نے کرنل فریدی کی تعریف کے بعد قدرے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

"چلو میں اپنے فقرے میں ترمیم کرلیتا ہوں۔ یعنی اب تم نابالغ ہوتے جا رہے ہو۔ بڑی خوشی کی بات ہے"---- کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"میرے نابالغ ہونے میں آپ کے لئے کون سا خوشی کا پہلو نکل آیا"---- حمید نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"تمہیں دوبارہ نرسری کلاس میں داخل کراؤں گا اس طرح تم کچھ

پڑھ لکھ لو گے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتی ہوئی نظروں سے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور حمید بے اختیار ہنس پڑا۔

اب ان کی کار اکال گڑھ کی حدود میں داخل ہو گئی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید کوئی جواب دیتا کرنل فریدی نے کار ایک خوبصورت کوٹھی کے گیٹ کے سامنے روک دی۔ گیٹ پر ایک رائفل بردار پٹھان چوکیدار موجود تھا۔ اس نے جب کار پھاٹک پر رکتے دیکھی تو وہ تیزی سے کرنل فریدی کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بولتا کرنل فریدی نے اس کے ہاتھ پر اپنا کارڈ رکھ دیا۔ پٹھان چوکیدار نے ایک لمحے کے لئے کارڈ کو دیکھا اور پھر کارڈ واپس کرتے ہوئے وہ مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹا اور اس نے پھاٹک کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو دبایا اور پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔

کرنل فریدی کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ پورچ میں کار روک کر جب وہ دونوں نیچے اترے تو برآمدے میں موجود باوردی بٹلر نے بڑے مودبانہ انداز میں سلام کیا۔

"تشریف لائیے جناب پرنس آپ کا انتظار کر رہے ہیں"۔ بٹلر نے کہا۔

"چلو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے باوقار انداز میں جواب دیا اور پھر اس بٹلر کی رہنمائی میں وہ برآمدے سے گزر کر کونے والے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ بٹلر نے بڑھ کر دروازے پر پڑا ہوا پردہ ہٹایا اور پھر

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہ ڈرائنگ روم تھا۔ بیحد دیدہ زیب اور قیمتی سامان سے سجا ہوا' اور کمرے کے درمیان میں پرنس ضرغام بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ کرنل فریدی کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"بیحد شکریہ کرنل صاحب آپ نے میری کال کو اہمیت دی۔ میں سخت پریشان ہوں یقین کیجئے مجھ پر ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا"۔ پرنس نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لہجے کی پریشانی نے ہی مجھے فوراً آنے پر مجبور کر دیا ہے اب اطمینان سے مجھے تمام تفصیل بتاؤ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر پرنس ضرغام نے کیپٹن حمید سے مصافحہ کیا اور انہیں صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی مقابل کے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"پرنس ابھی شکر ہے آپ نے اپنے لہجے کو زیادہ پریشان نہیں کیا۔ ورنہ ہم سے بھی پہلے ہماری لاشیں پہنچ جاتیں۔ توبہ ہے کرنل صاحب نے اس طوفانی انداز میں کار چلائی ہے کہ اگر ورلڈ ریس چیمپئن بھی دیکھ لیتا تو یقیناً خودکشی کر لیتا"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پرنس ضرغام بے اختیار مسکرا پڑا۔

"آپ کے متعلق میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا مگر افسوس ہے کہ اس سے پہلے آپ سے شرف ملاقات حاصل نہ ہو سکا۔ بہرحال آپ

دلچسپ آدمی ہیں"---- پرنس ضرغام نے اخلاق بھرے لہجے میں جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا دروازے کا پردہ ہٹا اور بٹلر ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ٹرالی پر تین گلاس اور شربت کا جگ رکھا ہوا تھا۔ بٹلر نے شربت گلاسوں میں ڈال کر باری باری تینوں کو پیش کیا۔

"تم جاؤ اور جب تک میں نہ بلاؤں کوئی اندر نہ آئے"۔ پرنس ضرغام نے تحکمانہ لہجے میں بٹلر سے مخاطب ہو کر کہا اور بٹلر نے ادب سے سر جھکایا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ پرنس ضرغام نے ہاتھ میں پکڑا ہوا شربت کا گلاس تپائی پر رکھا اور خود اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پردہ ہٹا کر باہر جھانکا اور پھر دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ چٹخنی چڑھا کر جب وہ واپس مڑا تو اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں اس دوران اطمینان سے بیٹھے شربت کی چسکیاں لیتے رہے۔ پرنس ضرغام واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے بڑے اطمینان سے شربت کی چسکیاں لے کر گلاس ختم کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"پرنس میرا وقت بیحد قیمتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ تم رسمیات کے چکر میں پڑنے کی بجائے کھل کر بات کرو"---- کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بہتر کرنل بات یہ ہے کہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا۔ اپنی ذاتی جاگیر کے علاوہ میں بیٹری سیلوں کی امپورٹ کا کام وسیع پیمانے پر کرتا

ہوں۔ جرمنی کی ایک مشہور فرم سے میرا مستقل کنٹریکٹ ہے۔ کل میں اپنے آفس میں بیٹھا تھا کہ میرا مینجر بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بیٹری سیلوں کا ایک ڈبہ پکڑا ہوا تھا۔ اس نے ڈبے میں سے ایک شکستہ بیٹری سیل نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے بتایا کہ یہ ڈبہ اس ماہ کے آئے مال میں سے ایک ہے۔ وہ آج سٹور میں مال کی چیکنگ کر رہا تھا کہ اس کی نظر اس ڈبے میں موجود ایک ٹوٹے ہوئے بیٹری سیل پر پڑ گئی۔ یقین کیجئے کرنل صاحب میں اس سیل کو دیکھ کر چونک پڑا۔ کیونکہ اس سیل میں کاربن کی جگہ "ایس ڈی" بھری ہوئی تھی"---- پرنس ضرغام نے بتایا۔

"ایس ڈی"---- کرنل فریدی کے ساتھ ساتھ کیپٹن حمید بھی پرنس کی بات سن کر چونک پڑا۔

"ہاں کرنل صاحب ایس ڈی میں فوراً مینجر کے ساتھ سٹور میں گیا اور پھر میں نے تمام ڈبے چیک کئے۔ ہر ڈبے میں سے ایک سیل ایس ڈی سے بھرا تھا جب کہ باقی سیل اصلی تھے۔ اس سے آپ خود سمجھ جائیں کہ میری لاعلمی میں کتنی مقدار میں ایس ڈی اس ملک میں لائی جا رہی ہے اور میں نادانستہ طور پر درمیان میں آلہ کار بن گیا"۔ پرنس ضرغام نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس فرم سے آپ کب سے مال منگوا رہے ہیں"---- کرنل فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"تقریباً دس سال سے"---- پرنس ضرغام نے جواب دیا۔

"یہ مال آگے آپ کس کے ہاتھ بیچتے ہیں"---- کرنل فریدی نے دوسرا سوال کیا۔

"دارالحکومت کی فرم اسٹار کمرشل ایجنسی میری فرم کی سول ایجنٹ ہے میرا تمام مال وہی خرید کر آگے تقسیم کرتے ہیں"---- پرنس ضرغام نے جواب دیا۔

"یہ فرم آپ کے ساتھ کب سے بزنس کر رہی ہے"---- کرنل فریدی نے پوچھا۔

"پچھلے دو سال سے اس سے پہلے جو بگز اینڈ جونس سے بزنس تھا مگر پھر وہ اچانک کاروبار بند کر کے چلے گئے تھے"---- پرنس ضرغام نے جواب دیا۔

"آپ کا یہ نیا مال اب کب اس فرم کے پاس جانا تھا"---- کرنل فریدی نے ایک اور سوال کیا۔

"بس چند ہی روز بعد مال نے جانا تھا"---- پرنس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ انہیں باقاعدگی سے مال بھیج دیں میں خود ہی تمام کیس کو چیک کر لوں گا۔ ویسے میرا ذاتی اندازہ ہے کہ اس کی پشت پر بہت بڑا گروہ کام کر رہا ہو گا"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے ورنہ میں صرف اس بات پر پریشان تھا کہ کہیں اس کیس کی لپیٹ میں میں خود نہ آ جاؤں"۔

پرنس ضرغام نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"بے فکر رہیں آپ نے ایک محب الوطن کا کردار ادا کیا ہے مجھے اس بات کی خوشی ہے"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر وہ اور کیپٹن حمید دونوں پرنس ضرغام سے مصافحہ کر کے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔ چند لمحوں بعد ان کی کار واپس دارالحکومت کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

"بات پلے نہیں پڑی کرنل صاحب۔ جو کچھ پرنس نے بتایا ہے یہ بات وہ فون پر بھی بتا سکتا تھا یا خود بھی دارالحکومت آ سکتا تھا صرف اتنی سی بات کے لئے اکال گڑھ بلانا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا"۔ کیپٹن حمید نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"دیکھتے جاؤ کیا ہوتا ہے"---- کرنل فریدی نے مبہم سا جواب دیا اور پھر کار میں خاموشی چھا گئی۔ کرنل فریدی کسی گہری سوچ میں غرق کار دارالحکومت کی طرف اڑائے چلا جا رہا تھا۔

جیسے ہی کرنل فریدی کی کار اس کی کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل کر دائیں طرف مڑی۔ دائیں طرف گلی کے سرے پر موجود ایک نوجوان چونک کر آگے بڑھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی اور پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر سر پر پھیرنا شروع کر دیا۔ سر پر ہاتھ پھیرتے ہی مختلف گلیوں سے چار نوجوان نکل کر اس کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے۔

"کرنل فریدی اور کیپٹن حمید حسب توقع چلے گئے ہیں اب ہمیں اپنا مشن سر انجام دے لینا چاہئے"---- نوجوان نے آنے والے چاروں سے مخاطب ہو کر کہا اور ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

"چلو پھر طے شدہ منصوبے کے مطابق کام شروع کر دو۔ بہرحال ایک بات کا خیال رکھنا کہ ہمارے اس مشن کا کرنل فریدی کو کسی طور پر پتہ نہیں چلنا چاہئے"---- نوجوان نے جو شاید ان چاروں کا

انچارج تھا انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ چاروں کوٹھی کے گرد پھیلتے چلے گئے۔ نوجوان کوٹھی کے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔ پھر اس نے کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں تک وہ اندر کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنتا رہا۔ پھر اس نے انگلی ہٹالی اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد گیٹ کھلا اور ایک ملازم کی صورت نظر آئی۔

"یہ کارڈ کرنل فریدی کو پہنچا دو"---- نوجوان نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک کارڈ ملازم کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"صاحب موجود نہیں ہیں"---- ملازم نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں میں انتظار کر لوں گا۔ میں ہشام نگر سے آیا ہوں۔ کرنل فریدی کا رشتے میں بھتیجا لگتا ہوں"---- نوجوان نے اس بار بےحد باوقار لہجے میں جواب دیا۔ ملازم چند لمحے کچھ سوچتا رہا شاید وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ پھر اس نے پھاٹک کھول دیا۔

"تشریف لائیے"---- ملازم نے پھاٹک کھولتے ہوئے کہا۔ نوجوان اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس پکڑا ہوا تھا۔ وہ ملازم کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ملازم نے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور پھر نوجوان کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کر دیا۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے ٹھنڈا یا گرم"---- ملازم نے پوچھا۔

"چائے لے آؤ"۔۔۔۔ نوجوان نے کہا اور خود اندر بیٹھ گیا۔ ملازم چند لمحے خاموش رہا اور پھر خاموشی سے واپس مڑ گیا۔ نوجوان ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ایک صوفے پر پھر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد ملازم ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر اس نے چائے کا کپ بنا کر نوجوان کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی سنیکس کی پلیٹیں بھی رکھ دیں۔

"بس ٹھیک ہے تم جاؤ۔ کرنل صاحب کی اندازاً کب تک واپسی ہو گی"۔۔۔۔ نوجوان نے پوچھا۔

"کچھ معلوم نہیں جناب"۔۔۔۔ ملازم نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا گیا۔ نوجوان بڑے اطمینان سے چائے کی چسکیاں لیتا رہا اور بار بار اپنی کلائی کی گھڑی پر بھی نظریں ڈالتا رہا۔ چائے ختم کر کے اس نے پیالی میز پر رکھی اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ایک نظر اس نے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا اور پھر واپس مڑ کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنا بریف کیس کھولا۔ اس میں سے ماچس کی ڈبیا جتنا آلہ باہر نکال کر بریف کیس دوبارہ بند کر دیا۔ پھر اس نے جیب میں سے ایک برما نما آلہ نکالا اور پھر اس نے صوفے کو اپنی جگہ سے ہٹایا اور جیب سے نکالے ہوئے آلے کا سرا اس نے اس جگہ پر رکھا جہاں پہلے صوفے کا پایہ تھا اور آلے کی پشت پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ ہلکی سی زوں زوں کی آواز نکلی اور آلے کے سرے پر موجود باریک سی سوئی تیزی سے گھومتی ہوئی

زمین میں گھستی چلی گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ کو تیزی سے چوکور انداز میں گھمایا اور پھر آلہ باہر نکال لیا۔ پھر اس نے جھک کر ماچس کی ڈبیا جتنا فرش کا ٹکڑا باہر نکال لیا۔ اب اس نے وہاں وہ ماچس کی ڈبیا جتنا آلہ رکھ دیا۔ آلے کی سطح اور فرش کی سطح بالکل برابر تھی اور دونوں کا رنگ بھی حیرت انگیز طور پر ایک جیسا تھا۔ اس نے صوفہ دوبارہ پرانی جگہ پر رکھا اور پھر فرش کا ٹکڑا بریف کیس میں بند کر کے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور دوبارہ گھڑی دیکھنے لگا۔ ابھی وہ گھڑی دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک باہر کمپاؤنڈ میں کتوں کے بھونکنے اور گولیاں چلنے کا شور مچا اور پھر چند لوگوں کے بھاگنے دوڑنے کی آوازیں آئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑا ہنگامہ ہو گیا ہو۔ اس نے بریف کیس ہاتھ میں پکڑا اور پھر تیزی سے برآمدے میں نکل آیا مگر اسی لمحے اس کی کنپٹی پر ایک زوردار مکہ لگا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گر پڑا۔ حملہ آور تین تھے۔ انہوں نے جھٹکے سے اس کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر تیزی سے گیٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ باہر کمپاؤنڈ میں ابھی تک گولیاں چل رہی تھیں۔ جیسے ہی ان تینوں حملہ آوروں نے گیٹ کراس کیا ایک اور نوجوان بھی گولیاں برساتا ہوا وہاں پہنچا اور پھر گیٹ سے باہر نکل گیا۔ وہ چاروں نوجوان سڑک پر نکلتے ہی تیزی سے گلیوں میں گھستے چلے گئے اور پھر بھاگتے ہوئے پچھلی سڑک پر نکل آئے۔ وہاں سیاہ رنگ کی ایک خاصی بڑی کار موجود تھی۔ انہوں نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر کاندھے پر اٹھائے ہوئے آدمی کو تیزی سے پچھلی سیٹ پر

لٹا کر خود بھی اندر سوار ہو گئے۔ کار چلتے ہی سیٹ پر لیٹا ہوا نوجوان بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

کام ہو گیا باس" ــــــ سٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے کہا۔

"ہاں ہو گیا" ــــــ انچارج نے کہا اور پھر کار میں خاموشی طاری ہو گئی۔

کوئی آدمی قتل تو نہیں ہوا" ــــــ انچارج نے چند لمحے سکوت کے بعد سوال کیا۔

"ایک ملازم زخمی ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے مر بھی گیا ہو۔ وہ اچانک سامنے آ گیا تھا" ــــــ سٹیرنگ کے قریب والی نشست پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے جواب دیا۔ کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی نشیمن کالونی میں داخل ہوئی اور پھر ایک کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی۔ ڈرائیور نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا اور گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ کار کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ پورچ میں کار رکتے ہی انچارج بریف کیس سنبھالے باہر نکلا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے سائیڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور وہ کمرہ کسی جدید ترین لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی کمرہ رکا وہ بریف کیس سمیت تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس میں صرف ایک دروازہ تھا۔ دروازے کے باہر سرخ رنگ کا بلب جل رہا

تھا۔ نوجوان دروازے کے قریب رکا اور پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کے نگینے کا رخ دروازے کی طرف کیا۔ نگینے کا رخ دروازے کی طرف ہوتے ہی دروازے کے باہر جلتا ہوا سرخ رنگ کا بلب بجھ گیا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ نوجوان خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ نوجوان اندر داخل ہو کر چند لمحے خاموش کھڑا رہا پھر ایک چٹ کی آواز ہوئی اور کمرہ روشن ہو گیا چند لمحے تو نوجوان کو کچھ نظر نہ آیا پھر اس نے دیکھا کہ سامنے ایک کافی بڑی میز کے پیچھے ایک بھاری بھرکم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر سرخ سبزی دھاریوں کی بنی ہوئی نقاب موجود تھی۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔

"کام ہو گیا راجہ" ــــــ نقاب پوش کی کرخت آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

"یس باس" ــــــ نوجوان نے بریف کیس کھول کر اس میں سے فرش کا ٹکڑا نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دیا اور خود پیچھے ہٹ گیا۔ نقاب پوش چند لمحے بغور ٹکڑے کو دیکھتا رہا پھر اس نے نظریں اٹھائیں۔

"ٹھیک ہے راجہ اب تم جا سکتے ہو۔ میں جلد ہی تمہیں مزید ہدایات دوں گا" ــــــ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا اور نوجوان مودبانہ انداز میں سر جھکا کر واپس مڑ گیا۔ جیسے ہی وہ دروازے کے

قریب پہنچا دروازہ کھل گیا اور اس کے باہر جاتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی نقاب پوش کرسی سے اٹھا اور پھر کمرے میں موجود ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک ٹرانسمیٹر نما آلہ باہر نکالا اور پھر وہ اسے لئے دوبارہ کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس آلے کے باہر ٹیلی فون کی طرح ڈائل تھا۔ نقاب پوش نے ٹرانسمیٹر کی پشت پر لگا ہوا ایک بٹن آن کیا اور پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جیسے ہی اس نے آخری نمبر ڈائل کیا ٹرانسمیٹر میں سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ نقاب پوش خاموش بیٹھا آواز سنتا رہا پھر کسی کے رسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی باوقار آواز سنائی دی۔ "ہیلو"۔

"کون بول رہا ہے" ---- نقاب پوش نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"سیکرٹری وزارت خارجہ" ---- دوسری طرف سے وہی باوقار آواز سنائی دی۔

"سلیم صاحب میں شلماک بول رہا ہوں شلماک۔ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں" ---- نقاب پوش نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"شلماک۔ میں کسی شلماک کو نہیں جانتا" ---- دوسری طرف سے حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے اس پر بحث کی ضرورت نہیں۔ میں نے صرف ایک پیغام دینے کے لئے آپ کو فون کیا ہے اور وہ پیغام یہ ہے کہ میں آپ کے ملک میں آ گیا ہوں سن لیا آپ

نے" ---- شلماک نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔

"تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں" ---- دوسری طرف سے سلیم صاحب کی بدستور حیرت سے پر آواز سنائی دی۔

"آپ کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ ویسے آپ گھبرائیں نہیں میں کسی بڑے مشن پر نہیں آیا ایک چھوٹا سا کام ہے وہ یہ کہ مجھے ڈی فور فائل چاہئے۔ یہ فائل آپ کی کسٹڈی میں ہے۔ میرا آپ کو فون کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ خاموشی سے وہ فائل میرے حوالے کر دیں تو آپ کے اور آپ کے ملک کے لئے یہ سب سے بہتر ہو گا۔ ورنہ دوسری صورت میں فائل تو میں نے حاصل کر ہی لینی ہے۔ البتہ سینکڑوں افراد ضرور میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔ کیونکہ میں فطری طور پر بلا دریغ کشت وخون کرنے کا عادی ہوں" ---- شلماک نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"شٹ اپ یو نانسنس میرا خیال ہے تمہیں پاگل خانے والوں نے غلطی سے چھوڑ دیا ہے" ---- سلیم صاحب نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور کو کریڈل پر پٹخنے کی آواز سنائی دی اور نقاب پوش کی آنکھوں میں ایک زہریلی چمک لہرائی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر اسے اٹھا کر دوبارہ الماری میں رکھ دیا اور دوبارہ کرسی پر آ بیٹھا۔ اس نے میز پر موجود انٹرکام کا بٹن دبایا اور رسیور اٹھا لیا۔

"راجہ کو میرا حکم پہنچا دو کہ کل ٹھیک بارہ بجے دفتر میں ہی سیکرٹری

وزارت داخلہ سلیم کو گولی مار دی جائے اور کارڈ وہیں رکھ آئے"۔۔۔۔ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری اور شلماک نے بٹن آف کر دیا۔ پھر وہ اٹھا اور کمرے کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کرنل فریدی کی کار جیسے ہی کوٹھی کے قریب پہنچی۔ وہ بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ پھاٹک کے باہر پولیس کی پٹرولنگ کاریں موجود تھیں اور کوٹھی میں پولیس بھری ہوئی تھی۔ کرنل فریدی تیزی سے کار روک کر باہر نکل آیا۔ کیپٹن حمید کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ ان کے باہر آتے ہی ایک انسپکٹر تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور اس نے بڑے مودبانہ انداز میں کرنل فریدی کو سلیوٹ مارتے ہوئے کہا۔

"سر آپ کی کوٹھی میں فائرنگ کی آوازیں سن کر ہم ادھر آئے ہیں۔ آپ کا ایک ملازم زخمی ہو گیا ہے اور اسے ہم نے ہسپتال بھیج دیا ہے۔ چار کتے مر چکے ہیں اور دوسرے ملازموں کے مطابق حملہ آور تعداد میں چار بتائے گئے ہیں۔ وہ آپ کے بھتیجے کو اغوا کر کے لے گئے ہیں"۔۔۔۔ انسپکٹر نے ایک ہی سانس میں تمام تفصیل بتا دی۔

"میرا بھتیجا" ---- کرنل فریدی چونک پڑا۔

"جی ہاں۔ آپ کے ملازم نے ہی بتایا ہے" ---- انسپکٹر نے مودبانہ انداز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں خود دیکھ لوں گا" ---- کرنل فریدی نے نرم لہجے میں کہا اور انسپکٹر سلام کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے کمپاؤنڈ میں بکھرے ہوئے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد پٹرولنگ کاریں سٹارٹ ہوئیں اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئیں کرنل فریدی کے ملازم ایک طرف مودبانہ انداز میں کھڑے تھے۔ کرنل فریدی نے ایک لمحے کے لئے کمپاؤنڈ پر نظریں دوڑائیں اور پھر ایک ملازم کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن حمید بھی اس کے ساتھ تھا۔

"اب بتلاؤ ہاشم کیا واقعہ ہوا ہے پوری تفصیل سے بتاؤ"۔ کرنل فریدی نے ایک طرف صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور ملازم نے اس کے بھتیجے کے آنے اور پھر حملے اور بھتیجے کے اغوا کی مکمل تفصیل سنا دی اور ساتھ ہی وہ کارڈ بھی پیش کر دیا جو اس کے بھتیجے نے دیا تھا۔ کرنل فریدی کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے کتوں کی لاشیں ہٹانے کا حکم دے کر اسے واپس بھیج دیا۔

"میرا خیال ہے ہمارا اکال گڑھ جانا اور بعد میں آپ کے بھتیجے کی آمد اور اس کا اغوا ایک ہی سلسلے کی کڑی ہے" ---- حمید نے پہلی بار زبان کھولی۔

"کارڈ تو میرے بھتیجے کا ہی ہے۔ وہ شاید کسی چکر میں پھنس گیا ہے مجھ سے مدد لینے آیا ہو گا کہ مجرموں نے اس کا پیچھا کر کے اسے اغوا کر لیا" ---- کرنل فریدی نے کہا تو کیپٹن حمید حیرت سے کرنل فریدی کو دیکھنے لگا۔ کیونکہ اتنی جلدی نتیجہ نکال لینا کرنل فریدی کی فطرت کے خلاف تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا۔ کرنل فریدی نے اسے آنکھ مار کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر ٹیلی فون اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہارڈ سٹون" ---- رابطہ قائم ہوتے ہی کرنل فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"نمبر سکسٹین سر" ---- دوسری طرف سے جواب ملا۔

"سکسٹین میری کوٹھی سے میرے بھتیجے کو چار حملہ آوروں نے اغوا کر لیا ہے۔ تم اس کا پتہ کرو اور پھر مجھے اطلاع دو" ---- کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑے ہوئے پیڈ کو اپنی طرف کھسکایا اور اس پر چند لائنیں گھسیٹ کر اسے کیپٹن حمید کے حوالے کر دیا۔ کیپٹن حمید نے دیکھا کہ کرنل فریدی نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ گائیگر لے کر ڈرائنگ روم اور اس کا ملحقہ باتھ روم اچھی طرح چیک کر لے۔ کیپٹن حمید کرنل فریدی کی بات کو سمجھ گیا۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اٹھا اور اس نے چیکنگ شروع کر دی۔ کرنل فریدی اتنی دیر خاموش بیٹھا

کچھ سوچتا رہا۔

"کچھ بھی نہیں ہے میں نے اچھی طرح چیکنگ کر لی ہے"۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن حمید نے آ کر کہا۔

"ہونہہ۔ مسئلہ کچھ اور پیچیدہ ہو گیا ہے کیونکہ میرا ایک بھتیجا اس نام کا موجود تو ہے مگر وہ تو عرصے سے ملک سے باہر ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا اور کیپٹن حمید بھی سوچنے لگا کہ آخر اس ڈرامے کا مقصد کیا رہا ہو گا۔ چند لمحے گزرے تھے کہ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ فریدی نے رسیور اٹھا لیا۔

"فریدی سپیکنگ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے باوقار لہجے میں کہا۔

"سلیم سپیکنگ سیکرٹری وزارت داخلہ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے پروقار آواز گونجی مگر لہجے میں قدر پریشانی کا عنصر موجود تھا۔

"یس سر فرمائیے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اس بار قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کرنل صاحب ابھی ابھی مجھے ایک پریشان کن فون کال ملی ہے اس لئے میں نے بہتر سمجھا ہے کہ آپ کو فوری اطلاع دے دوں"۔ سیکرٹری نے کہا۔

"کیا اطلاع ملی ہے جناب"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سوال کیا۔

"شلماک نامی کسی شخص نے مجھے فون کیا ہے"۔۔۔۔ سیکرٹری نے بات شروع کی۔

"شلماک۔ کیا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں"۔ کرنل فریدی شلماک کا

نام سن کر یوں اچھل پڑا جیسے اسے الیکٹرک کرنٹ لگ گیا ہو۔

"ہاں شلماک۔ کیوں کیا بات ہے"۔۔۔۔ سیکرٹری نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"پھر شلماک نے فون پر کیا کہا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"اس نے مجھے کہا کہ وہ اس ملک میں ایک چھوٹے سے مشن پر آیا ہے اور وہ مشن ہے ڈی فور فائل حاصل کرنا۔ وہ مجھ سے ڈی فور فائل طلب کر رہا تھا کہ میں نے فون رکھ دیا"۔۔۔۔ سیکرٹری نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ڈی فور فائل اور شلماک"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو بعد میں میں نے ایکسچینج سے وہ نمبر حاصل کرنا چاہا جہاں سے فون آیا تھا۔ تو مجھے یہ معلوم کر کے بے حد حیرت ہوئی کہ ایکسچینج کے کسی بھی نمبر سے فون نہیں کیا گیا"۔۔۔۔ سیکرٹری نے بتایا۔

"شلماک سے کچھ بعید نہیں آپ ایسا کریں کہ ریکارڈ روم کی حفاظت کا انتظام دوگنا کر دیں۔ باقی آپ فکر نہ کریں۔ اگر وہ واقعی شلماک ہے تو میں اس سے نپٹ لوں گا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"ریکارڈ روم کی حفاظت کا انتظام بے حد جامع ہے مجرم وہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے تو صرف تمہیں اطلاع دینے کے

لئے فون کیا تھا"۔۔۔۔ سیکرٹری نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں اسی وقت سے شلماک کے خلاف کام شروع کر دیتا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"او کے گڈ بائی"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کرنل فریدی نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا اس کی فراخ پیشانی پر شکنوں کا جال ابھر آیا تھا۔

"شلماک کون ہے"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے سوال کیا۔

"دنیا کا انتہائی خطرناک ترین مجرم"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مختصر سا جواب دیا۔

"دیکھا آپ نے۔ میں نہ کہتا تھا کہ آپ مجھے جرم کرنے کی اجازت دے دیں۔ کم از کم اب یہ کریڈٹ شلماک کے کھاتے میں تو نہ پڑتا کہ وہ دنیا کا خطرناک ترین مجرم ہے"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"وقت آگیا ہے حمید صاحب کہ آپ اپنی صلاحیتوں کی آزمائش کر لیں۔ اب تک آپ نے بھی بہت فارغ بیٹھ کر مکھیاں مار لی ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور حمید چند لمحے تو یوں حیرت سے کرنل فریدی کو دیکھتا رہا جیسے وہ کرنل فریدی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں یا پھر میرے کان بج رہے ہیں۔ غضب خدا

کا۔ کرنل فریدی اور ایک مجرم سے اتنا مرعوب ہو۔ قرب قیامت کی نشانی ہے یہ تو"۔۔۔۔ حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں حقیقت پسند ہوں حمید صاحب۔ خواہ مخواہ کی خوش فہمیاں نہیں پالتا۔ تم شلماک کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ اس لئے ایسا کہہ رہے ہو۔ ورنہ جس ملک کی سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس کو شلماک کی وہاں موجودگی کا علم بھی ہو جائے تو ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اچھے اچھے جغادری جاسوس کونے کھدروں میں منہ چھپائے پھرتے ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ شلماک کسی لڑکی کا نام ہے"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے اچانک سنجیدہ لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں مرد ہے۔ کیوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔ شاید وہ حمید کے اس سوال کی وجہ تسمیہ نہ سمجھ سکا تھا۔

"پھر میں نیند حرام ہونے والا فلسفہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ نیندیں صرف ایک صورت میں حرام ہو سکتی ہیں جب کہ مقابل میں صنف نازک ہو"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی زیر لب مسکرا کر رہ گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"نمبر سکسٹین سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"رپورٹ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"سر آپ کے بھتیجے کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ ویسے میں نے ہشام نگر بھی کال کر دی ہے ابھی وہاں سے تفصیلات آنی ہیں پھر صحیح پوزیشن کا علم ہو گا"۔۔۔۔ نمبر سکسٹین نے جواب دیا۔

"گڈ اچھے جا رہے ہو۔ بہرحال جیسے ہی کوئی اطلاع ملے مجھے بتا دینا اور ہاں تمام بلیک فورس کو مطلع کر دو کہ وہ شہر میں پھیل جائے اور کسی بھی مشکوک آدمی کے متعلق مجھے فوری اطلاع دی جائے خاص طور پر انڈر گراؤنڈ فورس کو کاشن دے دو کہ وہ پوری طرح چوکنی رہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے سر کہ کوئی کیس شروع ہو چکا ہے"۔۔۔۔ نمبر سکسٹین نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں آثار تو ایسے ہی نظر آ رہے ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

"میرے ساتھ آؤ حمید"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کہاں"۔۔۔۔ حمید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میں تمہیں سلور نائٹ میں ڈراپ کرتا جاؤں گا وہاں تمہارا قاسم سے پروگرام ہے ناں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کہیں جنات کی قوم سے تو تعلق نہیں رکھتے۔ جو میرے پروگراموں کا پیشگی آپ کو علم ہو جاتا ہے"۔۔۔۔ حمید نے حیرت زدہ انداز میں کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"صبح جب تم قاسم کو فون کر رہے تھے تو مجھے آواز آ رہی تھی بس اتنی سی بات ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گیا کیپٹن حمید بھی کندھے اچکاتے ہوئے اس کے پیچھے چل دیا۔

قاسم آج بیحد خوش تھا۔ خوشی اس کے چہرے سے پھوٹی پڑ رہی تھی کیونکہ اس کی بیوی جسے اس نے چھپکلی بیگم کا نام دے رکھا تھا۔ اس کے باپ سر عاصم کے ساتھ حج پر چلی گئی تھی۔ قاسم آج ہی انہیں فلائٹ پر سوار کرا کر آیا تھا اور اب ایک ماہ کے لئے وہ آزاد تھا۔ بالکل آزاد۔ نہ ہی وہ جلاد صفت باپ موجود تھا جس کے خوف سے نہ وہ کھل کر تفریح کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ چھپکلی بیگم جو سر عاصم کے سر پر اس کی جان کی لاگو بنی رہتی تھی۔ اسی لئے اس نے ایئرپورٹ سے واپس آتے ہی حمید سے تفریح کا پروگرام بنایا۔ کیپٹن حمید کو تو خدا ایسا موقع دے کہ قاسم جیسا فنانسر تفریح کے موڈ میں ہو۔ چنانچہ حمید نے شام کو سلور نائٹ میں اسے ملنے کا وعدہ کیا اور تگڑی سی تفریح کرانے کا بھی وعدہ کر لیا۔ دوپہر قاسم نے کروٹیں بدلتے گزاری۔ اس کا بس چلتا تو وہ صبح کو ہی شام میں تبدیل کر دیتا۔ مگر

اسے بھی علم تھا کہ ایسے ہوٹلوں میں شام کے بعد ہی رونق ہوتی ہے دن کو تو وہاں الو بولتے رہتے ہیں۔ شام ہوتے ہی قاسم غسل خانے میں گھس گیا۔ آج وہ بڑی آزادی سے نہاتے وقت گنگنا رہا تھا اور ٹب کے پانی کو تمام غسل خانے میں اچھال رہا تھا۔ نہانے کے بعد اس نے پورا ایک فیملی سائز پاؤڈر کا ڈبہ اپنے جسم پر چھڑکا اور پھر نجانے کون کون سے عطر کی بوتلوں کی بوتلیں اس نے اپنے جسم پر خالی کر دیں۔ چنانچہ جب وہ تیار ہو کر باہر نکلا تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ عطر میں نہایا ہوا ہو۔ مختلف قسم کی خوشبوؤں کے مل جانے سے ایک عجیب سی بو اس کے جسم سے نکل رہی تھی اور وہ کسی مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ برآمدے میں ہی ان کا پرانا ملازم جمن موجود تھا۔ جمن کو اس گھر میں رہتے ہوئے ایک عمر گزر گئی تھی اس لئے وہ ان سب کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے جیسے ہی قاسم کو عطر میں ڈوبا ہوا محسوس کیا۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر قدرے جھکا اور پھر انتہائی فرماں بردارانہ انداز میں کہنے لگا۔ ”حجور اللہ میاں نے آپ کو جنت الاٹ کر دی ہے مبارک ہو“۔

”جنت الاٹ کر دی۔ ابے الو کی دم جنت کوئی کلیم ولیم کی زمین ہے جو اللہ میاں الاٹ کر رہا ہے“۔۔۔۔ قاسم نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”حجور بجرگوں سے سنا ہے کہ جس کے جسم سے خوسبو کی لپٹیں آ رہی ہوں وہ جنتی ہووے ہے۔ اسے حوریں ملیں“۔۔۔۔ جمن نے

اور زیادہ مسکہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہی۔ ہی۔ ہی۔ حوریں"---- قاسم کی ذہنی رو فوراً ہی بہک گئی۔

"ابے ہماری کسمت میں کہاں یہ حوریں موریں"---- قاسم نے انکسارانہ لہجے اختیار کرتے ہوئے کہا کیونکہ اس نے بچپن سے ہی سنا تھا کہ غرور کرنے والے کو اللہ میاں پسند نہیں کرتے اس لئے اسے خطرہ تھا کہ کہیں غرور کی بات کرنے سے اللہ میاں ناراض نہ ہو جائیں۔

"نہیں حجور اللہ قسم آپ جیسا کھوبصورت جوان اللہ میاں کو پوری دنیا میں نہیں ملے گا"---- جمن نے اسے اور زیادہ چڑھایا۔

"ابے میں کوئی لونڈیا مونڈیا ہوں جو مجھے کھوبصورت کہہ رہا ہے۔ جا بھاگ جا"---- قاسم نے اس بار اپنی تعریف پر باقاعدہ شرماتے ہوئے کہا۔

"حجور وہ۔ وہ ایک بات آپ سے کرنی تھی"---- جمن اب اپنے اصل مطلب پر آ گیا۔

"ابے کر پھر لونڈیوں کی طرح شرماتا کیوں ہے"---- قاسم نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہی ہی حجور۔ وہ میں نے شادی کرنی ہے"---- جمن نے قدرے شرماتے ہوئے کہا۔

"شادی کرنی ہے تو کر لے میرا کاہے کا مطلب"---- قاسم نے

حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"حجور وہ خرچہ پانی"---- جمن نے سر جھکاتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا۔

"ہونہہ تو یہ بات ہے ابے مجھے گھامڑ سمجھ رکھا ہے۔ شادی تو تیری ہو اور خرچہ پانی میں دوں۔ کیوں بے"---- قاسم کو اچانک غصہ آ گیا۔

"حجور آپ مائی باپ ہیں اگر آپ خرچہ پانی نہ دیں گے تو۔" جمن نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابے تو آج گھاس تو نہیں کھا گیا۔ ادھر تو مجھے باپ بناتا ہے ادھر پانی مانگتا ہے۔ ابے باپ کی بے عجتی کرتا ہے"---- قاسم نے شدید غصے میں ہاتھ کو نچاتے ہوئے کہا۔

"جی۔ جی۔ مم۔ مم"---- جمن پہلے سے زیادہ بوکھلا گیا۔

"میری نجروں سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہو سکتا ہے میں پانی میں گوتہ ہی دے دوں"---- قاسم نے کہا اور جمن تیزی سے ایک طرف بھاگتا چلا گیا۔ اس کا داؤ الٹ ہو گیا تھا بہرحال وہ سمجھتا تھا کہ پھر کسی وقت قاسم سے کچھ نہ کچھ جھاڑ ہی لے گا۔ قاسم نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر اس کی کار تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ جیسے ہی کار گیٹ کے قریب پہنچی۔ قاسم نے اچانک پوری قوت سے بریکیں لگائیں اور پھر چوکیدار کو قریب آنے کا اشارہ کیا چوکیدار بوکھلایا ہوا اس کے قریب آیا۔ قاسم نے جیب سے بٹوہ نکالا اور پھر اس نے پانچ

بڑے بڑے نوٹ نکال کر چوکیدار کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

"ابے وہ جمن ہے نا"۔۔۔۔ قاسم نے کہا۔

"جی حضور"۔۔۔۔ چوکیدار نے مودبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں جی حضور نہیں۔ جمن کی بات کر رہا ہوں یہ روپے اسے دے دینا۔ یہ خرچہ ہے اور پانی اسے تم خود پلا دینا"۔۔۔۔ قاسم نے کہا اور اس سے پہلے کہ چوکیدار بات کو سمجھتا اس نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر میں وہ سلور نائٹ پہنچ گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر خراماں خراماں چلتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مین گیٹ کے دربان نے قاسم کو دیکھا تو جھک کر فرشی سلام کیا۔ قاسم نے سمجھا کہ وہ شاید فرش پر کچھ تلاش کر رہا ہے اس نے وہیں رک کر اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں اسے خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید اس کا بٹوہ گر گیا ہے اور دربان وہی اٹھا رہا ہے مگر بٹوہ تو جیب میں موجود تھا پھر جیسے ہی دربان سیدھا ہوا۔ قاسم نے کرخت لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیا ملا جلدی بتا۔

"ج۔ جی۔ کیا مطلب"۔۔۔۔ دربان گھبرا گیا۔

"ابے فرش پر کیا ڈھونڈ رہے تھے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے جلدی نکال کیا اٹھایا ہے"۔۔۔۔ قاسم اس پر چڑھ دوڑا۔

"حضور میں تو آپ کو سلام کر رہا تھا۔ کچھ ڈھونڈ نہیں رہا تھا"۔ دربان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہی۔ ہی۔ تو یہ بات ہے۔ اچھا ایک بار پھر سلام کر"۔۔۔۔ قاسم نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور دربان نے پہلے سے بھی زیادہ فرشی سلام کیا۔ مگر قاسم اتنی دیر میں گیٹ بھی کراس کر چکا تھا۔ ہوٹل میں اس کی میز ریزرو تھی اس لئے وہ سیدھا اپنی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ دھم سے کرسی پر بیٹھا تو کرسی بے چاری کی چ چ چیخیں نکل گئیں۔ کرسی پر بیٹھتے ہی قاسم نے ایک طائرانہ نظر ہال پر ڈالی۔ ابھی تک ہال کی بیشتر میزیں خالی تھیں۔ قاسم شاید وقت سے پہلے آ گیا تھا۔ البتہ اس کی قریبی میز پر ایک قوی الجثہ اور سخت گیر چہرے کا مالک ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا ہوا بڑی دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کے جسم کو دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کا جسم گوشت کی بجائے فولاد کا بنا ہوا ہو گا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس وقت ہال میں ایک بھی لڑکی موجود نہیں تھی۔ اس لئے قاسم کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے اور اس نے یوں لمبا سانس لے کر کرسی کی پشت سے کمر لگا دی جیسے اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ہو۔

"کھام کھا جمن کو خرچہ دیا۔ سالا کہتا تھا کہ حوریں ملیں گی۔ حوریں تو کیا یہاں تو ایک فل فلوٹی بھی نجر نہیں آ رہی"۔۔۔۔ قاسم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے جسم کی طرح اس کی آواز بھی خاصی زوردار تھی اس لئے اس کی بڑبڑاہٹ بھی کم از کم اردگرد کی پانچ میزوں پر موجود افراد نے سن لی ہو گی۔ اس میں وہ ادھیڑ عمر بھی شامل تھا قاسم کی بڑبڑاہٹ سن کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ

گئی۔ اس نے قریب موجود بیرے کو اپنی طرف بلایا۔

"یہ صاحب جو سامنے میز پر بیٹھے ہوئے ہیں کون ہیں"۔ ادھیڑ عمر نے قاسم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیرے سے پوچھا۔

"یہ قاسم صاحب ہیں جی کیپٹن حمید کے دوست"---- بیرے نے مودبانہ انداز میں قاسم کا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"قاسم کیپٹن حمید کا دوست"---- ادھیڑ عمر شخص نے واضح طور پر چونکتے ہوئے کہا۔ کیا وہی کیپٹن حمید جو کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہے"---- ادھیڑ عمر شخص نے دوسرا سوال کیا۔

"جی ہاں وہی"---- بیرے نے بدستور مودبانہ لہجے میں جواب دیا

"ٹھیک ہے شکریہ"---- ادھیڑ عمر نے کہا اور پھر جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر بیرے کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور بیرہ مودبانہ انداز میں سلام کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ اب ادھیڑ عمر شخص کی نظریں قاسم پر جیسے جم سی گئیں۔ قاسم بدستور کرسی کی پشت سے کمر لگائے بے زاری سے آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ ادھیڑ عمر کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور قاسم کی میز پر پہنچ کر رک گیا۔ قاسم نے آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں۔ تو سامنے کھڑے ادھیڑ عمر شخص کو دیکھ کر اس کی بیزاری اور بڑھ گئی۔

"کیا بات ہے کیوں کھڑے ہو"---- قاسم نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کتنی فل فلوٹیاں تمہیں چاہئیں"---- ادھیڑ عمر شخص نے اس

کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"فل فلوٹیاں"---- قاسم فل فلوٹیوں کے متعلق سن کر چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"ہاں ہاں فل فلوٹیاں انتہائی خوبصورت بالکل حوریں"۔ ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ تو تم دلال ملال ہو۔ سالے شرم نہیں آتی یہ کاروبار کرتے ہوئے۔ اچھے خاصے ہٹے کٹے ہو۔ باجو کی کمائی کھایا کرو"۔ قاسم کی ذہنی رو بہک گئی۔

"شٹ اپ"---- ادھیڑ عمر شخص نے غصہ میں آ کر کہا۔

"ابے جا جا ایک تو دلالی ملالی کرتا ہے اوپر سے انگریزی بولتا ہے"---- قاسم کو بھی غصہ آ گیا۔

"میں دلال نہیں ہوں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں نے تمہاری بات سن لی تھی اس لئے تم پر رحم آ گیا تھا"---- ادھیڑ عمر شخص نے قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"رحم آ گیا۔ اچھا تو تو مجھے یتیم مسکین سمجھ رہا ہے۔ ابے جا بے۔ میں چاہوں تو ابھی یہ ہوٹل خرید لوں"---- قاسم نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور ادھیڑ عمر شخص کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے الجھن کے تاثرات ابھرے جیسے اسے قاسم کی ٹائپ سمجھ نہ آ رہی ہو۔ مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"قاسم صاحب ناراض ہونے کی بات نہیں۔ میں ایک دولت مند

شخص ہوں میں نے اپنی دولت کے ذریعے بے شمار فل فلوٹیاں اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کا کام صرف میرا دل بہلانا ہے۔ ہر ملک کی لڑکیاں میرے پاس موجود ہیں میں تو چاہتا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو میرے دوست بن کر آپ بھی ان فل فلوٹیوں سے دل بہلا لیں۔ اگر آپ نہیں مانتے تو نہ سہی۔ میں چلتا ہوں"—— ادھیڑ عمر شخص نے کہا اور پھر کرسی سے اٹھنے لگا۔

"ہی۔ ہی۔ بہت سی فل فلوٹیاں۔ ارے بیٹھو بیٹھو پھر تو تم میرے پکے دوست ہو۔ کچھ تگڑی فل فلوٹیاں بھی ہیں یا ساری سالی نجاکت بیگم ہیں"—— قاسم بہت سی فل فلوٹیوں کے متعلق سن کر ہی رام ہو گیا۔

"ارے جتنی تگڑی تم چاہو تم سے بھی ڈبل"—— ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ واہ۔ واہ مجا آ گیا۔ کہاں ہیں بلواؤ"—— قاسم نے انتہائی اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"یہاں بلوانے کی بات نہیں ورنہ اس کا حسن دیکھ کر یہاں فساد پڑ جائے گا تم میرے ساتھ میری کوٹھی چلو۔ میں تمہارے سامنے فل فلوٹیوں کی پریڈ کراؤں گا۔ پھر جو تمہیں پسند آئے وہ چن لینا"۔ ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پریڈ۔ ہی۔ ہی میں سلامی لوں گا۔ پریڈ"—— قاسم کی باچھیں فل فلوٹیوں کی پریڈ کا تصور کر کے ہی کھل گئیں۔ اس کا سانس تیز ہو

گیا۔ چھوٹی چھوٹی اور گوشت میں دھنسی ہوئی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"چلو پھر چلتے ہیں"—— ادھیڑ عمر شخص نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چلو"—— قاسم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھیڑ عمر شخص نے بیرے کو بلا کر اس کے ہاتھ میں ایک بڑا نوٹ پکڑا دیا۔

"باقی تم رکھ لینا"—— ادھیڑ عمر شخص نے بڑے فراخدلانہ لہجے میں کہا اور بیرے نے جھک کر سلام کیا اور واپس چلا گیا۔ اس نے جان بوجھ کر قاسم پر اپنی امارت کا رعب ڈالنے کے لئے یہ حرکت کی تھی اور اس کی اس حرکت کا اثر بھی قاسم پر اچھا پڑا تھا۔ اس کا رہا سہا شک دور ہو گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوٹل سے باہر آ گئے۔

"میری گاڑی اس طرف کھڑی ہے"—— قاسم نے دور کھڑی اپنی رولز رائس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"چلو تمہاری گاڑی میں ہی چلتے ہیں میں اپنے ڈرائیور کو ہدایات دے آؤں"—— ادھیڑ عمر شخص نے قاسم سے کہا اور قاسم سر ہلاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ادھیڑ عمر شخص بھی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔

"کدھر چلنا ہے"—— قاسم نے پوچھا۔

"نشیمن کالونی چلو"—— ادھیڑ عمر شخص نے کہا اور قاسم نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کتنی فل فلوٹیاں ہیں تمہارے پاس"—— قاسم نے کار چلاتے

ہوئے کہا۔

"بے شمار۔ تم گن بھی نہیں سکو گے"---- ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے کتنی دو گے"---- قاسم نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں جتنی پسند آ جائیں"---- ادھیڑ عمر شخص نے انتہائی سخاوت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"واہ میرے یار مجا آ گیا"---- قاسم خوشی کے مارے سٹیرنگ چھوڑ کر ادھیڑ عمر شخص سے لپٹ گیا۔

"ارے ارے کار سنبھالو"---- ادھیڑ عمر شخص نے کار کو ایک درخت کی طرف مڑتے دیکھ کر چیخ کر کہا اور قاسم نے تیزی سے سٹیرنگ سنبھال لیا اور کار درخت سے چند انچ کے فاصلے پر سے مڑ کر آگے بڑھ گئی۔

"ابھی تم میری فل فلوٹیوں کو بیوہ کر دیتے"---- ادھیڑ عمر شخص نے مسکراتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے اس کا سر ونڈ سکرین سے ٹکرا گیا کیونکہ قاسم نے بریک پر اپنے پورے جسم کا بوجھ ڈال دیا تھا اور کار ایک تیز چیخ مار کر رک گئی تھی۔

"کیا مصیبت ہے اب کیا ہو گیا"---- ادھیڑ عمر شخص نے انتہائی جھنجھلائے ہوئے اور سخت لہجے میں کہا۔

"سالے مجھ سے پھراڈ کرتا ہے وہ فل فلوٹیاں تو تمہاری بیگمیں ہیں۔ سالا پھوکا مال"---- قاسم نے اس پر آنکھیں نکالتے ہوئے

کہا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں"---- ادھیڑ عمر نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابے خود ای تو کہہ رہا ہے کہ وہ بیوہ ہو جائیں گی"---- قاسم نے اسے دلیل دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔ ارے میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ مجھ جیسا دولت مند انہیں کہاں ملے گا۔ بیوہ تو بے سہارا کو کہتے ہیں ناں"---- ادھیڑ عمر نے بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا بے سہارا تو یوں کہو۔ بیوہ نہ کہو۔ بیوہ تو بوڑھی کھوسٹ ہوتی ہے"---- قاسم نے کہا اور کار چلا دی۔ ادھیڑ عمر سر پر ہاتھ پھیرتا رہ گیا البتہ اس کی آنکھوں میں جھنجلاہٹ ابھی تک نمایاں تھی اور چہرے کے نقوش کسی حد تک بگڑ گئے تھے ادھر قاسم فل فلوٹیوں کے تصور میں مگن کار اڑائے چلا جا رہا تھا۔ جلد ہی کار نشیمن کالونی پہنچ گئی۔

"بس یہ سامنے سرخ رنگ کی کوٹھی کی طرف موڑ لو"---- ادھیڑ عمر نے قاسم کو کہا اور قاسم نے کار روک لی۔ پھاٹک پر موجود دربان نے ادھیڑ عمر کی شکل دیکھتے ہی پھاٹک کھول دیا اور قاسم کار اندر بڑھائے چلا گیا۔ کار پورچ میں رکوا کر ادھیڑ عمر نے قاسم کو نیچے اترنے کے لئے کہا اور پھر وہ اسے ساتھ لئے تیزی سے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

"تم یہاں بیٹھو میں فل فلوٹیوں کو اطلاع کر آؤں۔ تاکہ وہ پریڈ کا انتظام کر لیں"۔۔۔۔ ایک انتہائی سجے ہوئے کمرے میں پہنچ کر اس نے قاسم سے کہا۔

"ہاں ہاں کر آؤ۔ مگر جلدی آنا۔ غائب نہ ہو جانا"۔۔۔۔ قاسم نے کہا اور ادھیڑ عمر سرہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے کمرے کی دیوار میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور کمرہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد کمرہ رکا تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں ہر پانچ قدم پر ایک مسلح پہریدار نقاب پوش موجود تھا۔ ادھیڑ عمر کو دیکھتے ہی انہوں نے اسے باقاعدہ سیلوٹ مارے۔ وہ سرہلاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر وہ ایک سرخ رنگ کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا رخ دروازے کی طرف کیا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا اور دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ کمرے میں ایک خاصی بڑی میز موجود تھی۔ جس کی ٹاپ پر بے شمار بٹن لگے ہوئے تھے۔ کمرے کی دیواروں پر چھوٹی بڑی سکرینیں فٹ تھیں۔ ادھیڑ عمر نے کرسی پر بیٹھتے ہی ایک چھوٹا سا بٹن دبا دیا اور سامنے دیوار پر لگی ہوئی ایک سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک غیر ملکی کا چہرہ ابھر آیا۔

"نمبر الیون"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ نوجوان کے ہونٹ ہلے اور اس کی آواز کمرے

میں گونج اٹھی۔

"سنو روم نمبر فائیو میں ایک موٹا سا شخص قاسم موجود ہے میں اسے کرنل فریدی کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں ایسا کرو کہ پانچ موٹی مگر حسین سی عورتوں کو روم نمبر فائیو میں بھیج دو۔ وہ اس کا دل بہلائیں اور اسے شربت میں ڈی ایس پلا دیں۔ پھر تم جا کر اسے ایچ پی کا انجکشن لگا دینا جب انجکشن لگ جائے تو مجھے اطلاع کر دینا"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔۔ نمبر الیون نے جواب دیا اور ادھیڑ عمر باس نے وہ بٹن بند کر کے ایک اور بٹن دبا دیا۔ ایک بڑی سی سکرین روشن ہوئی اور پھر اس پر اس کمرے کا منظر ابھر آیا جس میں قاسم موجود تھا۔ قاسم بڑی بے چینی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس کے کمرے میں پانچ قوی ہیکل مگر اچھے نقوش والی عورتیں داخل ہوئیں اور قاسم انہیں دیکھ کر چونکا اور پھر اس کی باچھیں کھلتی چلی گئیں اور کمرے میں اس کی ہی ہی کی آواز پھیل گئی۔

"ہاہا۔ واہ واہ مجا آ گیا۔ اتنی ساری تگڑی فل فلوٹیاں۔ واہ میرے یار اب مجا آئے گا"۔۔۔۔ قاسم ان پر ریشہ خطمی ہو رہا تھا اور پھر پانچوں عورتیں اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ کسی نے قاسم کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے اور کوئی اس سے لپٹ گئی۔ قاسم کی یہ حالت تھی کہ وہ بیہوش ہونے کے قریب تھا۔ اس کا جسم کانپنے لگ گیا تھا۔ آنکھوں

سے پانی بہنے لگا اور منہ سے رال۔ اس کی حالت دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے اسے پچاس ہزار وولٹ کا کرنٹ لگ گیا ہو۔

"شربت پیو گے"۔۔۔۔ ایک عورت نے انتہائی لگاوٹ بھرے لہجے میں قاسم سے پوچھا۔

"سربت۔ ہی ہی۔ تم تو خود سربت ہو۔ ہی ہی"۔۔۔۔ قاسم کی ہنسی ہی نہ رک رہی تھی۔ اسی وقت ایک عورت نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کھولی اور اس کا دہانہ قاسم کے منہ سے لگا دیا۔ قاسم مزے میں ہی ہی تو کر ہی رہا تھا اس لئے شربت اس کے حلق میں اتر گیا۔ شربت شاید کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مزے دار تھا اور پھر پلانے والی اس سے بھی زیادہ تگڑی تھی اور قاسم آدھی بوتل غٹاغٹ چڑھا گیا۔ پھر عورت نے ہاتھ روک لیا اور چند لمحے بعد ہی قاسم کی ہی ہی بند ہو گئی۔ وہ صوفے پر گر گیا اور پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اسے بے ہوش ہوتا دیکھ کر پانچوں عورتیں اٹھیں اور تیز تیز قدم اٹھاتیں کمرے سے باہر چلی گئیں۔ ان کے باہر جاتے ہی ایک نقاب پوش اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سرنج تھی جس میں سبز رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا نقاب پوش نے قاسم کے بازو میں کوٹ کے اوپر سے ہی انجکشن لگا دیا اور پھر خود بھی باہر نکلتا چلا گیا۔ باس سکرین پر یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا چند لمحوں بعد وہی پہلے والی سکرین روشن ہو گئی۔ نمبر الیون سکرین پر موجود تھا۔

"باس آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے"۔۔۔۔ نمبر الیون نے

مودبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے"۔۔۔۔ باس نے کہا اور سکرین آف ہو گئی اس نے قاسم والی سکرین بھی بند کر دی اور ایک اور بٹن دبایا۔ دائیں کونے میں موجود ایک اور سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر نوجوان لڑکی کا چہرہ ابھرا۔

"یس باس"۔۔۔۔ لڑکی نے پوچھا۔

"راجر کی طرف سے کوئی اطلاع"۔۔۔۔ باس نے پوچھا۔

"راجر اپنے مشن پر گیا ہوا ہے باس"۔۔۔۔ لڑکی نے جواب دیا اسی وقت لڑکی چونکی پھر اس نے سر جھکا کر چند لمحے کچھ سنا اور پھر سر اٹھا کر کہنے لگی۔

"باس راجر نے اطلاع دی ہے کہ سیکرٹری وزارت داخلہ سلیم کو قتل کر دیا گیا ہے اور راجر واپس آ گیا ہے"۔۔۔۔ لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے اسے کہو کہ دو دن تک باہر نہ نکلے"۔۔۔۔ باس نے کہا اور بٹن آف کر دیا۔ اس کے بعد وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

کرنل فریدی نے کار کو آہستہ کر کے شیراز ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں موڑ دیا۔ پارکنگ میں کار کھڑی کر کے وہ باہر نکلا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل کی عظیم الشان عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مین گیٹ پر کھڑے ہوئے دربان نے کرنل فریدی کو دیکھتے ہی زوردار سیلوٹ مارا اور پھر انتہائی مودبانہ انداز سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ کرنل فریدی اس کے سلام کا سر ہلا کر جواب دیتے ہوئے ہال کے اندر داخل ہوا۔ کرنل فریدی کے اندر داخل ہوتے ہی کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی بری طرح چونک پڑی۔ اس کے چہرے پر خوف اور پریشانی کے تاثرات پوری شدت سے ابھر آئے تھے۔ کرنل فریدی باوقار انداز میں قدم بڑھاتا کاؤنٹر کے قریب جا کر رک گیا۔

"یس سر"۔۔۔۔ لڑکی نے انتہائی نروس انداز میں کرنل فریدی سے پوچھا۔

"سر شیراز سے ملنا ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر"۔۔۔۔ لڑکی نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کاؤنٹر پر موجود انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

"یس"۔۔۔۔ فوراً ہی دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی مگر کرخت آواز سنائی دی۔

"کرنل فریدی صاحب آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں"۔ لڑکی نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ٹیلی فون پر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے چونک پڑنے والے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"نہیں سر وہ خود اس وقت کاؤنٹر پر موجود ہیں"۔۔۔۔ لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا انہیں فوراً میرے کمرے میں بھجوا دو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور لڑکی نے انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔ وہ بیرے کی طرف انگلی بڑھانا ہی چاہتی تھی کہ کرنل فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"رہنے دو میں ان کا کمرہ جانتا ہوں۔ ویسے ایک بات ہے تم فطری طور پر اچھی لڑکی ہو اسے یاد رکھنا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے گھمبیر لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ لڑکی حیرت سے منہ پھاڑے کرنل فریدی کو

جاتے ہوئے دیکھتی ہی رہ گئی۔ کرنل فریدی تیز تیز قدم اٹھاتا کاریڈور میں بڑھتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی وہ ایک دروازے پر پہنچا دروازے کے باہر موجود چپڑاسی نے بڑے مودبانہ انداز میں دروازہ کھول دیا۔ کرنل فریدی نے قدم آگے بڑھایا تو سر شیراز اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ ادھیڑ عمر کے خاصے جسیم انسان تھے۔ چہرے پر تجربات کی لکیریں خاصی نمایاں تھیں۔ آنکھوں میں تیز چمک تھی۔

"خوش آمدید کرنل فریدی"۔۔۔۔ سر شیراز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا اور پھر سر شیراز سے ہاتھ [ملا] کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا پئیں گے"۔۔۔۔ سر شیراز نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"فرمائیے"۔۔۔۔ سر شیراز نے بھی زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ کرنل فریدی کی فطرت کو اچھی طرح جانتا تھا۔

"سر شیراز آپ سٹار کمرشل ایجنسی کے مینجنگ ڈائریکٹر بھی ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں"۔۔۔۔ سر شیراز نے مختصر سا جواب دیا۔

"سٹار کمرشل ایجنسی آپ نے کب قائم کی تھی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے دوسرا سوال کیا۔

"دو سال قبل میں نے اس فرم کی بنیاد رکھی تھی"۔۔۔۔ سر شیراز نے جواب دیا۔

"آپ کی فرم کیا کیا کام کرتی ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سر شیراز کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹری سیل۔ بناسپتی گھی۔ کاپیاں۔ ویلڈنگ راڈ اور ہوزری کا کام سول ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور مال آگے سب ایجنسیوں کے ذریعے تقسیم کراتے ہیں"۔۔۔۔ سر شیراز نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بیٹری سیل آپ کس فرم سے منگواتے ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بغور سر شیراز کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"پرنس ضرغام کی فرم ضرغام اینڈ کو سے۔ وہ پورے ملک کے لئے ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ ان سے ہم مال لیتے ہیں۔ کیوں کیا بات ہے"۔۔۔۔ سر شیراز نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے آخر اس انٹرویو کی وجہ کے بارے میں سوال کر ہی دیا۔

"میں ابھی اور اسی وقت آپ کے بیٹری سیلوں کا سٹور دیکھنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"اس وقت۔ اس وقت مشکل ہے۔ میں انتہائی ضروری کام میں مصروف ہوں۔ آپ کل کا وقت رکھ لیجئے"۔۔۔۔ سر شیراز نے جواب دیا۔

"سر شیراز آپ مجھے جانتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کیجئے"۔۔۔۔ کرنل فریدی کا لہجہ اچانک سخت ہو گیا۔

"کرنل فریدی میں آپ کے اختیارات اچھی طرح جانتا ہوں مگر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حکومت کی نظروں میں میری بھی کچھ حیثیت ہے"۔۔۔۔ سر شیراز نے بھی اس بار قدرے سخت اور جھنجلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ شامل ہو گئی تھی۔

"یہ بات نہیں کرنل فریدی صاحب۔ میں اس ملک کا ایک معزز تاجر ہوں اور قانونی کام کرتا ہوں۔ چرس افیم نہیں بیچتا۔ میری فرم کا سٹاک اور سٹور باقاعدہ چیک ہوتا ہے مگر آپ مجھ سے اس طرح ڈیل کر رہے ہیں جیسے میں کوئی سمگلر یا چور ہوں"۔۔۔۔ سر شیراز نے اس بار قدرے وضاحت سے جواب دیا مگر اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز نمایاں تھا۔

"مطلب ہے کہ آپ ابھی سٹاک چیک نہیں کروائیں گے"۔ کرنل فریدی نے مختصر سے الفاظ میں بات کی۔

"آخر کیوں چیک کرواؤں۔ مجھے کچھ پتہ بھی چلے"۔۔۔۔ سر شیراز نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ تو میں نہیں بتا سکتا۔ بہرحال میرا وقت قیمتی ہے اور میں نہیں

چاہتا کہ آپ کے ساتھ سختی کروں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ خاموشی سے چل کر مجھے سٹاک چیک کروا دیں۔ یقین کریں میں وہاں دس منٹ سے زیادہ صرف نہیں کروں گا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"سوری کرنل میرے پاس وقت نہیں ہے"۔۔۔۔ سر شیراز نے جواب دیا اور پھر فائل کھول کر اسے پڑھنے لگا۔ کرنل فریدی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ بڑے اطمینان سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سر شیراز مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ بہرحال میں آپ کی بیگم کے پاس جا رہا ہوں اور میں انہیں بلیو ہاؤس کے تمام واقعات بمعہ ثبوت بتاؤں گا۔ اوکے گڈ بائی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جانے کے لئے مڑ گیا مگر اس کی بات میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ سر شیراز ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس نے دروازے کے قریب پہنچے ہوئے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پلیز کرنل فریدی ایک منٹ"۔۔۔۔ کرنل فریدی ایک جھٹکے سے رکا اور پھر مڑ کر سر شیراز کی طرف دیکھنے لگا۔ سر شیراز تیزی سے میز کے پیچھے سے نکل کر کرنل فریدی کے قریب آ گیا۔

"کرنل فریدی مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے آپ سے نامناسب رویہ اپنایا ہے۔ دراصل میں کچھ کاروباری معاملات میں سخت

پریشان تھا میں معافی چاہتا ہوں آیئے تشریف لایئے اور یقین کیجئے۔ مجھے آپ کی خدمت کر کے خوشی ہو گی"۔۔۔۔ سر شیراز کے لہجے میں عاجزی تھی۔

"بیٹھنے کی ضرورت نہیں آپ میرے ساتھ چلئے اور سٹاک چیک کرا دیجئے بس اتنی سی بات ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"چلئے"۔۔۔۔ سر شیراز نے کہا اور پھر وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔ ہوٹل کا عملہ سر شیراز کو دیکھ کر مودب ہو گیا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہال سے باہر نکل آئے۔

"میری کار موجود ہے۔ میں آپ کو واپس چھوڑ دوں گا"۔ کرنل فریدی نے پارکنگ میں موجود لنکن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سر شیراز نے جواب میں سر ہلایا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سر شیراز کسی معمول کی طرح اس کے حکم پر چل رہے ہوں۔ کار میں بیٹھتے ہی کرنل فریدی نے کار آگے بڑھا دی۔

"کرنل فریدی مجھے امید ہے کہ اب بلیو کوٹھی کا ذکر میری بیوی تک نہیں جائے گا"۔۔۔۔ سر شیراز کچھ دیر خاموش بیٹھے کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے مجھے کسی کے پرسنل معاملات میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو میں نے آپ سے اس لئے کہا تھا کہ آپ میری بات نہیں مان رہے تھے یہ سب سے شریفانہ راستہ تھا۔ حالانکہ اگر میں چاہتا تو آپ کو آمادہ کرنے کے دوسرے ذرائع بھی استعمال کر

سکتا تھا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اب میں آپ کی بات نہیں جھٹلاؤں گا۔ مگر کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ آپ کو بلیو ہاؤس کے متعلق کیسے علم ہوا"۔۔۔۔ سر شیراز نے اٹکتے اٹکتے پوچھا۔

"کرنل فریدی سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی سر شیراز میری آنکھیں ہر وقت کھلی رہتی ہیں اس لئے مجھے کبھی اپنے مقصد میں ناکامی نہیں ہوتی بہرحال مجھے کافی عرصے سے یہ علم تھا کہ بلیو ہاؤس میں جو کچھ ہو رہا ہے اگر اس کا علم آپ کی بیگم کو ہو جائے تو نتیجے میں دوسرے دن آپ سڑکوں پر بھیک مانگتے نظر آئیں گے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا اور سر شیراز نے کوئی جواب نہ دیا البتہ ان کا چہرہ بجھ کر رہ گیا تھا کافی دیر تک کار میں خاموشی رہی پھر سر شیراز نے ہی اس سکوت کو توڑتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے سٹاک میں کیا چیک کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔۔ سر شیراز نے پوچھا۔

"وہیں جا کر معلوم ہو گا فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ کرنل فریدی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ اس نے کار ایک پانچ منزلہ عمارت کے پورچ میں موڑ دی عمارت کے اوپر سٹار کمرشل ایجنسی کا بورڈ موجود تھا۔ کار رکتے ہی کرنل فریدی اور سر شیراز باہر نکل آئے گیٹ پر موجود باوردی دربان نے جیسے ہی سر شیراز کو دیکھا وہ بری طرح بوکھلا گیا اور بوکھلاہٹ میں اس نے سلام بھی الٹے ہاتھ کا کر دیا

مگر سر شیراز اسے نظرانداز کرتے ہوئے کرنل فریدی کی معیت میں اندر داخل ہو گئے کرنل فریدی کا رخ سیدھا سٹور کی طرف تھا اس لئے مجبوراً سر شیراز کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑا۔ سٹور کے دروازے پر دربان پہلے ہی سے مستعد تھا اس نے ان کے وہاں پہنچتے ہی دروازہ کھول دیا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے سٹور آفیسر انہیں دیکھ کر بھاگتا ہوا آیا۔

"بیٹری سیل کا سٹاک کہاں موجود ہے"---- کرنل فریدی نے سٹور آفیسر سے آتے ہی سوال کیا۔

"سر ادھر دوسرے ہال میں آیئے"---- سٹور آفیسر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ اس ہال کی طرف بڑھ گئے۔ یہ سٹور بہت بڑا تھا اور اس میں چھت تک پیٹیاں ہی پیٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ کرنل فریدی نے ایک طائرانہ نظر سٹور پر ڈالی اور اس نے ایک پیٹی کو کھولنے کا حکم دیا۔ سر شیراز اس دوران بالکل خاموش رہے کرنل فریدی نے ایک ڈبہ اٹھایا اور پھر ڈبہ میں سے ایک سیل نکال کر اسے غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

"ہتھوڑی مل جائے گی"---- کرنل فریدی نے سٹور آفیسر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں یہ لیجئے"---- سٹور آفیسر نے وہی ہتھوڑی اٹھا کر دے دی جس سے اس نے پیٹی کھولی تھی۔ کرنل فریدی نے ہتھوڑی زور سے سیل پر ماری اور سیل کا اوپر والا کور پھٹ گیا اور سیل کے اندر کا

مخصوص سیاہ مسالہ بکھر گیا کرنل فریدی نے مسالہ اٹھا کر اسے غور سے دیکھا اور پھر ایک بار اسے سونگھنے کے بعد پھینک دیا جیب سے رومال نکال کر اس نے ہاتھ صاف کئے۔

"چلئے"---- کرنل فریدی نے سر شیراز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس"---- سر شیراز نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ آپ کا شکریہ"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"آیئے جنرل مینجر کے کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ تاکہ میں آپ کی کچھ خدمت کر سکوں"---- سر شیراز نے کہا۔

"سوری سر شیراز مجھے بے حد جلدی ہے۔ اگر آپ نے واپس چلنا ہے تو میں آپ کو شیراز ہوٹل ڈراپ کر دوں گا"---- کرنل فریدی نے روکھے سے لہجے میں جواب دیا۔

"اب میں آ ہی گیا ہوں تو میں جنرل مینجر کے پاس بیٹھوں گا آپ تکلیف نہ کریں"---- سر شیراز نے ہال میں پہنچ کر کہا۔

"او کے"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہال سے باہر چلا گیا۔

کمرے کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور لڑکی اندر داخل ہو گئی۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس کے درمیان میں ایک بڑی میز کے پیچھے ایک لحیم شحیم بلڈاگ کی شکل کا ایک مرد موجود تھا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سختی اور بے رحمی پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا رپورٹ ہے مس ایلفن"۔۔۔۔ بلڈاگ کی شکل والے نے انتہائی سخت لہجے میں سوال کیا۔

"باس۔ کرنل فریدی شیراز ہوٹل میں سر شیراز کے پاس گیا اور پھر اسے لے کر وہ سٹار کمرشل ایجنسی پہنچا وہاں سے وہ اکیلا واپس اپنی کوٹھی چلا گیا"۔۔۔۔ لڑکی نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے وہ بیٹری سیل کا سٹاک چیک کرنے گیا تھا"۔۔۔۔ باس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ خاموش سر جھکائے کھڑی رہی۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتی ہو۔ تمہاری جگہ کون ڈیوٹی پر ہے"۔ باس نے پوچھا۔

"ہنری سر"۔۔۔۔ ایلفن نے جواب دیا۔

"او کے"۔۔۔۔ باس نے کہا اور لڑکی تیزی سے واپس مڑ گئی۔

لڑکی کے باہر جانے کے بعد باس نے چٹکی سے چہرے پر چڑھی ہوئی ربڑ کی جھلی اتار کر میز پر رکھ دی۔ اس کا وہ چہرہ بالکل بدل گیا۔ اس نے میز کی دراز کھول کر وہ جھلی اس میں رکھ دی اور ایک اور جھلی چہرے پر چڑھالی۔ اب وہ ایک عام سی شکل کا انسان تھا۔ جیسے کسی دفتر کا کلرک ہو۔ دراز بند کر کے وہ اٹھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے کی پشت کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے دیوار پر ایک مخصوص جگہ پر ہاتھ پھیرا دوسرے لمحے سرر کی آواز آئی اور دیوار درمیان سے سمٹتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک دروازہ موجود تھا۔ باس نے دروازہ کھولا اور پھر دوسری طرف نکل گیا۔ یہ ایک پتلی سی گلی تھی جو آگے جا کر مین روڈ سے مل جاتی تھی۔ باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر اس کے ہینڈل کو مخصوص انداز میں گھما کر وہ مین روڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مین روڈ پر پہنچ کر وہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر جیسے ہی ایک خالی ٹیکسی اس کے قریب سے گزری اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"سورج کنڈ روڈ لے چلو"۔۔۔۔ باس نے دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا

دی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ٹیکسی جیسے ہی ایک چوک مڑ کر سورج کنڈ روڈ پر پہنچی۔ اس نے ٹیکسی رکوائی اور میٹر پر نظر ڈال کر جیب سے ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکال آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بقایا اس کے ہاتھ میں تھمایا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھا لے گیا۔ جب ٹیکسی کافی دور آگے جا کر ایک چوک پر مڑ گئی تو باس نے قدم آگے بڑھائے۔ وہ تقریباً دو فرلانگ تک بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک سرخ رنگ کی کوٹھی کے گیٹ کی طرف مڑ گیا۔ گیٹ پر باوردی چوکیدار موجود تھا۔ چوکیدار کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر چوکیدار کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ بالکل صاف تھا۔ اس پر کچھ بھی نہیں لکھا ہوا تھا۔ کارڈ دیکھ کر دربان نے گیٹ کھول دیا اور باس خاموشی سے کوٹھی کے اندر چلا گیا۔ کوٹھی خاصی بڑی تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا سیدھا پورچ کی طرف بڑھا اور پھر برآمدے پر چڑھ کر اس نے درمیانی دروازے کے قریب لگی ہوئی کال بیل پر انگلی رکھ دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک غنڈہ شکل کے آدمی نے باہر جھانکا۔ باس نے وہی سفید کارڈ آگے کر دیا۔ جھانکنے والا خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا اور باس کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ دربان سے لے کر اب تک اس نے کسی کے ساتھ ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ سب کچھ انتہائی خاموشی سے ہو رہا تھا۔ جیسے یہاں سب گونگے بہرے بستے ہوں۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ سیدھا کمرے کے درمیان پہنچ کر رک گیا۔ جھانکنے والا دروازے پر کھڑا اسے خاموشی

سے دیکھ رہا تھا۔ باس نے رک کر ایک بار پھر سفید کارڈ دو انگلیوں میں پکڑ کر اوپر نیچے مخصوص انداز میں لہرایا اور جھانکنے والے نے خاموشی سے دروازے کے قریب موجود سوئچ بورڈ پر موجود ایک مخصوص بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے وہ جگہ جہاں باس کھڑا تھا۔ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترنے لگی۔ تقریباً بیس فٹ نیچے اترنے کے بعد لفٹ رک گئی اب وہ ایک اور کمرے میں تھا۔ لفٹ رکتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک تنگ سی گیلری تھی جس کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔ جیسے ہی باس دروازے کے قریب پہنچا دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور باس اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان ایک میز اور کرسی موجود تھی۔ سامنے دیوار پر ایک کافی بڑی سکرین موجود تھی۔ باس کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سکرین روشن ہو گئی۔ چند لمحوں تک اس پر الٹی پلٹی لکیریں دوڑتی رہیں پھر وہاں ایک بڑے سے کمرے کا منظر ابھر آیا۔ اس کمرے میں ہر طرف پیٹیاں ہی پیٹیاں موجود تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت بڑا سٹور ہو۔ ایک کونے میں نوجوان میز پر سر جھکائے کچھ لکھ رہا تھا۔ باس نے ایک اور بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان چونک کر سیدھا ہو گیا۔

”یس باس“ ——— اس کے لب ہلے اور باس کے کمرے میں اس کی آواز گونج اٹھی۔

"نمبر الیون تھری سپلائی کی کیا پوزیشن ہے"۔۔۔۔ باس نے بارعب لہجے میں پوچھا۔

"تمام ٹارگٹس پر سپلائی کی کوششیں جاری ہیں مگر اب تک صرف تین ٹارگٹ کور ہوئے ہیں"۔۔۔۔ الیون تھری نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"صرف تین ٹارگٹ پوزیشن بیحد کمزور ہے"۔۔۔۔ باس نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"باس اس ملک میں قدم قدم پر خطرات موجود ہیں ہم نہیں چاہتے کہ سپلائی کے متعلق کسی کو علم ہو سکے۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ احتیاط کی جا رہی ہے"۔۔۔۔ نوجوان نے قدرے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"بہرحال کچھ بھی ہو۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے ٹارگٹ کور کئے جائیں تاکہ بروقت آپریشن کیا جا سکے"۔۔۔۔ باس نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہت بہتر سر"۔۔۔۔ الیون تھری نے جواب دیا اور باس نے میز پر لگا ہوا بٹن دبا کر سکرین تاریک کر دی۔ پھر اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر فریکونسی سیٹ کر شروع کر دی جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ہیلو باس سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے بارعب لہجے میں کہا۔

"یس شلماک سپیکنگ فرام دس اینڈ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف

سے ایک انتہائی کرخت آواز کمرے میں گونجی۔

"چیف باس میرے پاس کرنل فریدی کی رپورٹ موجود ہے۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے اس بار انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا رپورٹ ہے جلدی بولو۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

"سر کرنل فریدی نے سر شیراز کو ساتھ لے کر اسٹار کمرشل ایجنسی کا سٹور چیک کیا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے رپورٹ دی۔

"پھر کیا نتیجہ نکلا اوور"۔۔۔۔ شلماک کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"رپورٹ کے مطابق اسے مایوسی ہوئی ہے سر۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"اسے میرے مقابلے میں ہمیشہ مایوسی ہی ہو گی۔ اوور"۔ شلماک نے طنزیہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"چیف باس کیوں نہ ہم کرنل فریدی کا کانٹا درمیان سے نکال دیں۔ پھر اطمینان سے مشن کو آگے بڑھائیں۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"جیمز تم میرے نمبر دو ہو۔ اس لئے کم از کم تمہیں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے تمہیں معلوم ہے کہ کرنل فریدی کو قتل کرنے سے حکومت کی پوری مشینری ہماری طرف متوجہ ہو جائے گی اور پھر ہم چاہے کچھ بھی کریں ہمارے مشن کی ناکامی کا امکان پیدا ہو سکتا ہے اس لئے ایسا تصور ہی غلط ہے۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے اسے سمجھاتے

ہوئے کہا۔

"مگر سر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کرنل فریدی کو ہمارے مشن کی بھنک پڑ جائے اور وہ ہمارے پیچھے لگ جائے۔ اوور"۔ جیمز نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہو سکتی شلماک کے بنائے ہوئے پلان میں کبھی کوئی خامی نہیں رہی۔ ابھی تو میں نے کرنل فریدی کو سمگلنگ کے چکر میں الجھا دیا ہے اس کے ساتھ ہی میں نے فائل اڑانے کی بات بھی آگے بڑھا دی ہے اور سیکرٹری کو بھی قتل کرا دیا ہے اسی طرح جیسے جیسے آپریشن کا وقت قریب آتا جائے گا میں اسے الجھاتا جاؤں گا۔ اسے اصل حقیقت کا اس وقت علم ہو گا جب ہم مشن میں کامیاب ہو کر اس ملک سے جا چکے ہوں گے۔ اوور"---- شلماک نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر میں اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہوں آپ واقعی عظیم انسان ہیں۔ اوور"---- جیمز نے شرمندہ لہجے میں جواب دیا۔

"سپلائی کی کیا پوزیشن ہے جیمز۔ اوور"---- شلماک کا لہجہ یک لخت بیحد سخت ہو گیا۔

"سر سپلائی کی رفتار قدرست ہے صرف تین ٹارگٹ کور ہوئے ہیں۔ میں نے رفتار تیز کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اوور"---- جیمز نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مگر احتیاط پھر بھی ضروری ہے ورنہ پورا پلان خراب ہو جائے گا۔ اوور"---- شلماک نے کہا۔

"بے فکر رہیں سر کام بے حد احتیاط سے ہو گا۔ اوور"---- جیمز نے پر یقین لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے ٹھیک ہے بہرحال ٹارگٹس کی مکمل طور پر نگرانی ہونی چاہئے۔ یہ تمہاری ڈیوٹی ہے اور یہ بات تو مجھے دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں کسی قسم کی خامی برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اوور اینڈ آل"---- شلماک کے لہجے میں غراہٹ آگئی اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ باس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے دوبارہ میز کی دراز میں ڈال دیا اور پھر خود اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں بیٹھا دوبارہ اپنی پہلے والی جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی اس کی ٹیکسی حجازی چوک کی طرف مڑی ہی تھی کہ اس کی نظریں لنکن پر پڑ گئی جو تیزی سے سپر مارکیٹ روڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ باس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر اس نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"دوست اس لنکن کار کا ہوشیاری سے تعاقب کرو اور بھی دوں گا"---- باس نے مسکرا کر کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے نوٹ جیب میں ڈالا اور پھر اس نے اپنی گاڑی لنکن کے پیچھے لگا دی۔

قاسم کی جب آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں اکیلا تھا اس کے جسم پر صرف زیر جامہ تھا۔ اس کا لباس ایک اور صوفے پر پڑا ہوا تھا۔ پہلے تو چند لمحوں تک اسے سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کہاں ہے مگر جیسے ہی اس کے شعور نے کام کرنا شروع کیا وہ چونک کر اٹھ بیٹھا اور دوسرے لمحے جیسے ہی اس کی نظر اپنے جسم پر پڑی شرم کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"ارے باپ رے"---- اس نے اپنے جسم کو سمیٹنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مادر جاد ننگا باپ رے جرور کوئی پھڈا ہوا ہے"---- قاسم نے مزید سمٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک خوب صورت مگر تگڑے جسم کی لڑکی ہاتھ میں دودھ کا گلاس لئے اندر داخل ہوئی۔

"ارے ارے رک جاؤ رک جاؤ میں فادر زاد ننگا ہوں شرم نہیں آتی تمہیں گیر آدمی کو ننگا دیکھ رہی ہو"---- قاسم نے کچھ اور زیادہ سکڑتے ہوئے لڑکی سے کہا۔

"یہ دودھ پی لو قاسم"---- لڑکی نے قدرے شرماتے ہوئے دودھ کا بڑا سا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ بات ہے"---- قاسم کا چہرہ اس لڑکی سے زیادہ سرخ ہو گیا۔ اب اسے ننگا ہونے کی وجہ سمجھ میں آ گئی تھی مگر فوراً ہی اس کی ذہنی رو ایک اور پٹڑی بدل گئی وہ اپنا ننگا ہونا بھول گیا۔ اس نے تیزی سے اپنے کان پکڑے اور آنکھیں بند کر کے رونکھے لہجے میں کہنے لگا۔

"مائی اللہ یا گاڈ۔ مائی پروردگار مجھے معاف کر دے مجھ سے کیا ہوا گیا یہ تو گناہ سٹرانگ ہے اب کیا ہو گا اب تو سالی جہنم میں پھینک دیا جاؤں گا اب کیا ہو گا"---- قاسم نے کان پکڑ کر روتے ہوئے کہا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگ گئے اور اس کی یہ حالت دیکھ کر دودھ لے آنے والی لڑکی بوکھلا گئی۔

"ارے ارے تمہیں کیا ہو گیا"---- اس نے قاسم کے کندھے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"ہٹ جاؤ سالی ہٹ جاؤ مجھے مت چھوؤ۔ تم نے مجھ سے گناہ سٹرانگ کرا دیا اب میں کروں گا؟ ہائے اب میں کیا کروں کیسے ماپھی مانگوں میرے تو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی"----؟ قاسم نے

جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ لڑکی کچھ کہتی قاسم وہیں بستر پر ہی سجدہ ریز ہو گیا اور رو رو کر اپنے گناہ کبیرہ کی اللہ تعالٰی سے معافی مانگنے لگ گیا۔ بڑا عجیب سا منظر تھا قاسم جیسا پہاڑ اسی حالت میں سجدے مین پڑا ہوا تھا۔ وہ شخص سجدے میں پڑا تھا جس نے کبھی عید کی نماز تک نہیں پڑھتی تھی۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور شلماک اندر داخل ہوا لڑکی اسے دیکھتے ہی بوکھلا کر مئودب ہو گئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"---- شلماک نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"عجرائیل آگیا میری توبہ عجرائیل صاحب میرا قصور نہیں ہے میں ماصوم ہوں یہ سالا اس معج آدمی نے مجھے بہکا دیا مجھے کچھ نہ کہو عجرائیل صاحب اس سے جا کر پوچھو اس سالے کو جنہم میں ڈالو"۔ قاسم نے سجدے میں پڑے پڑے روتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ یہاں سے"---- شلماک نے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا اور لڑکی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"ارے ارے مت جاؤ یہ عجرائیل اکیلے میں میری جان پر ناجائز قبجہ کر لے گا"---- قاسم نے بوکھلا کر اٹھتے ہوئے کہا مگر جیسے ہی اس کی نظر شلماک پر پڑی جو بڑی سخت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا تو وہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا۔

"قاسم اٹھو اور لباس پہن لو"---- شلماک نے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

"قاسم یوں خاموش سی اٹھ کھڑا ہوا جیسے اس کے سوا اور کوئی چارہ

ہی نہ ہو۔ اسے اپنے ننگے ہونے کا بھی احساس نہیں رہا اس نے کسی پالتو جانور کی طرح شلماک کے حکم کی تعمیل کی اور صوفے پر پڑا ہوا لباس اٹھا کر پہن لیا۔ جب اس نے لباس پہن لیا تو شلماک نے اسے حکم دیا۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ"---- یہ کہہ کر شلماک دروازے کی طرف مڑ گیا قاسم سر جھکائے خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ راہداری میں سے گزر کر وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے جہاں صوفے موجود تھے۔

"اس صوفے پر بیٹھ جاؤ"---- شلماک نے قاسم کو حکم دیا اور قاسم خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"سنو قاسم تم بے پناہ طاقت ور ہو تم میں دیوؤں جیسی طاقت ہے تمہاری یہ طاقت میرے حکم پر استعمال ہو گی"---- شلماک نے اسے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"ہو گی"---- قاسم نے مرے مرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم بے پناہ دولت مند ہو اب تمہاری یہ دولت میرے لئے وقف ہو گی"---- شلماک نے دوبارہ کہا۔

"ہو گی"---- قاسم نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"جیب سے چیک بک نکال کر اس کے ہر چیک پر دستخط کر کے مجھے اپنا بینک بیلنس بھی بتا دو"---- شلماک نے کہا اور قاسم کوٹ کی جیب سے ضخیم چیک بک نکال کر اس کے ہر چیک پر دستخط کرنے لگا

چیکوں پر دستخط کر کے اس نے چیک بک شلماک کی طرف بڑھا دی شلماک نے چیک بک اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"بینک بیلنس بتاؤ"۔۔۔۔ شلماک نے پوچھا۔

"پانچ کروڑ پچاس لاکھ"۔۔۔۔ قاسم نے جواب دیا۔

"گڈ اچھا بیلنس ہے اب سنو اس بینک سے تم کوئی رقم نہیں نکالو گے"۔۔۔۔ شلماک نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ قاسم نے جواب دیا۔

"سنو یہاں سے جانے کے بعد تم میری شکل اور میرے بارے میں تمام تفصیل بھول جاؤ گے اور میں ذہنی طور پر جو حکم تمہیں دوں تم وہ تسلیم کرو گے"۔۔۔۔ شلماک نے اسے ہدایت کی۔

"میں بھول جاؤں گا"۔۔۔۔ قاسم نے جواب دیا۔

"او کے"۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کمرے کے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور ایک مسلح نوجوان مودبانہ انداز میں اندر داخل ہوا۔

"اسے لے جا کر ہوٹل شیراز کے کمپاؤنڈ میں چھوڑ آؤ"۔ شلماک نے اسے حکم دیا اور مسلح نوجوان قاسم کو لے کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد شلماک نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور پھر چیک بک کو مسکراتے ہوئے جیب میں ڈال لیا۔

"میں اس سے کرنل فریدی کی ایسی پٹائی کراؤں گا کہ کرنل فریدی

بھی کیا یاد کرے گا"۔۔۔۔ شلماک نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"آخر یہ شلماک ہے کیا بلا۔ آپ تو اس کا نام سن کر خاصے بوکھلائے ہوئے نظر آ رہے ہیں"۔۔۔۔ حمید نے فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں اس وقت لنکن میں سوار تھے۔ لنکن تیزی سے سڑک کے سینے پر دوڑتی جا رہی تھی۔

"بوکھلانے کی بات نہیں ہے میرا یہ اصول ہے کہ میں نے دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھا۔ شلماک ایک ایسا دشمن ہے جو ذہین بھی ہے اور بے رحم بھی اور شلماک کے اس ملک میں آنے سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا وطن ایک بحران کا شکار ہونے والا ہے اور سیکرٹری وزارت داخلہ کے قتل کے بعد تو اس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اجی چھوڑیئے۔ ایسے مجرم تو ہر وقت میری جیب میں پڑے رہتے ہیں آپ تو مجھے کام کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے ورنہ ایسے مجرموں کو تو

میں کان سے پکڑ کر آپ کے سامنے کھڑا کر دوں"۔ حمید نے اپنی عادت کے مطابق انتہائی لاپرواہ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ہنکارہ بھرا اور دوسرے لمحے اس نے کار کی رفتار آہستہ کی اور اسے سڑک کی سائیڈ پر کر کے روک دیا۔

"نیچے اترو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"پہلے نیچے اترو"۔۔۔۔ کرنل فریدی کا لہجہ ضرورت سے زیادہ سخت ہو گیا اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ کیپٹن حمید نے اس بار حجت کرنے کی بجائے خاموشی سے اس کے حکم کی تعمیل کی اور کار سے نیچے اتر گیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی کرنل فریدی نے دروازہ بند کر دیا۔

"کیپٹن حمید میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں تمہاری خواہش پوری کر دوں اب تم شلماک کے مقابلے کے لئے بالکل آزاد ہو۔ میرا آج سے تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو گا اور یہ تعلق صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ جب تم شلماک کو گرفتار کر لو گے۔ ورنہ دوسری صورت میں ظاہر ہے تم قتل ہو جاؤ گے اور اگر بچ بھی گئے تو مجھے شکل دکھانے کی ضرورت نہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سنجیدگی سے کہا اور اس کے ساتھ ہی کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی اور کیپٹن حمید حیران کھڑا جاتی ہوئی کار کو دیکھتا رہا۔ اس کا ذہن

غصے سے کھولنے لگا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کرنل فریدی نے اس
ساتھ ایسا روکھا برتاؤ کیا تھا۔ دوسرے لمحے اس کے ذہن پر سرخ چ
سوار ہو گئی اس نے فیصلہ کرلیا کہ ہر قیمت پر شلماک کو گرفتار کر
کرنل فریدی کے پاس لے جائے گا اور اس کے بعد کرنل فریدی
ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کرلے گا۔ اس بات کا فیصلہ کرتے ہی اس
ٹیکسی کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیو
اس نے اپنے قریب سے ایک ٹیکسی کو گزرتے دیکھا جس کی
سیٹ پر ایک عام سی شکل کا آدمی بیٹھا تھا اور اسے بڑے غور سے
رہا تھا۔ اگر صرف یہی بات ہوتی تو کیپٹن حمید نہ چونکتا۔ اس
چونکنے کی وجہ دراصل اس شخص کا چہرہ تھا۔ ٹیکسی بالکل اس کے قر
سے گزری اس لئے اس کی نظروں سے اس شخص کا چہرہ چھپا نہ ر
اور چونکہ اسے کرنل فریدی کے ساتھ کام کرتے ہوئے ایک عرصہ
چکا تھا اس لئے وہ پہلی ہی نظر میں پہچان گیا کہ وہ شخص میک اپ
تھا اسی وقت اسے یہ بھی خیال آگیا کہ جس وقت کرنل فریدی
اچانک کار آہستہ کی تھی اس کی نظریں سائیڈ مرر پر پڑی تھیں او
نے پیچھے آنے والی ٹیکسی کو بھی ایک طرف ہٹتے دیکھا تھا چونکہ
وقت کیپٹن حمید کے ذہن پر چھپکلی سوار تھی اس لئے میک اپ کا
میں آتے ہی اس نے اس شخص کو چیک کرنے کا فیصلہ کرلیا اور
کی خوش قسمتی کہ اسی لمحے ایک خالی ٹیکسی اس کے قریب سے
اس نے ہاتھ دے کر اسے روکا۔

"وہ سامنے سبز رنگ کی کار کے پیچھے جو ٹیکسی جا رہی ہے اس کا احتیاط سے تعاقب کرو"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے پھرتی سے ڈرائیور کے ساتھ والی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جج۔ جی"۔۔۔۔ ڈرائیور نے ہچکچاتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ کیپٹن حمید نے جیب سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی جھولی میں ڈال دیا اور ڈرائیور نے مسکرا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ کیپٹن حمید ساتھ ساتھ اسے محتاط تعاقب کے لئے ہدایات بھی دیتا جا رہا تھا تھوڑی ہی دور جا کر کیپٹن حمید کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ وہ ٹیکسی کرنل فریدی کی لنکن کا تعاقب کر رہی تھی کیپٹن حمید اپنے اندازے کی درستگی پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ کرنل فریدی کی کار مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس سڑک پر مڑ گئی جدھر وزارت داخلہ کا دفتر تھا اور کیپٹن حمید سمجھ گیا کہ کرنل فریدی سیکرٹری وزارت داخلہ کے قتل کے سلسلے میں موقع واردات چیک کرنے جا رہا ہے پھر لنکن وزارت داخلہ کے گیٹ پر رک گئی اور اس کا تعاقب کرنے والی ٹیکسی سیدھی آگے بڑھتی چلی گئی۔ کیپٹن حمید بدستور اس کے پیچھے تھا مگر اب وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو اور زیادہ محتاط ہونے کی ہدایت کی کیونکہ اسے علم تھا کہ اب سے پہلے تو لنکن کا تعاقب کرنے والا لنکن کے خیال میں ہو گا اس لئے اسے چیک نہ کر سکا ہو گا مگر اب چونکہ اس کی توجہ ادھر سے ہٹ گئی ہو گی اس لئے اس کا تعاقب نظروں میں آ سکتا ہے۔ مگر جب آگے جانے والی ٹیکسی لالہ زار کالونی

کی طرف مڑی تو کیپٹن حمید کو یقین ہو گیا کہ مجرم اسے چیک نہیں کر سکا ورنہ وہ کالونی میں جانے کی بجائے سڑکوں پر ہی ٹیکسی گھماتا رہتا۔ جلد ہی مجرم کی ٹیکسی ایک چوک کے قریب رک گئی۔ کیپٹن حمید نے بھی ڈرائیور کو ایک درخت کی آڑ میں ٹیکسی روکنے کے لئے کہا اور پھ وہ خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ کیونکہ اس نے اس آدمی کو ٹیکسی سے اتر کر ایک گلی میں مڑتے دیکھا تھا۔ کیپٹن حمید والی ٹیکسی جیسے ہی آگے بڑھی۔ حمید تیزی سے آگے چلتا ہوا اس گلی کی طرف بڑھنے لگا جب وہ اس گلی کے سرے پر پہنچا تو دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ کیونکہ گلی خالی تھی اور گلی کا دوسرا سرا ایک اور سڑک پر نکلتا تھا وہ تیزی سے گلی سے گزر کر اس کے دوسرے سرے کی طرف بڑھا اور پھر جیسے ہی وہ ایک چھوٹے سے دروازے کے سامنے سے گزرا اچانک اس کی پشت پر دروازہ کھلا اور ریوالور کا دستہ کیپٹن حمید کے سر پر پوری قوت سے پڑا۔ کیپٹن حمید ضرب کھا کر ایک لمحے کے لئے لڑکھڑایا دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑا ہی تھا کہ دوسری ضرب نے اسے زمین بوس کر دیا۔ کیپٹن حمید کا جسم زمین پر گر کر ساکت ہو گیا۔

شلماک کی کار انتہائی تیز رفتاری سے سڑک کے سپاٹ سینے پر بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ اس وقت وہ کسی معزز تاجر کا سا میک اپ کئے ہوئے تھا۔ کار میں وہ اکیلا تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے اور وہ لمحہ بہ لمحہ کار کی رفتار تیزی سے بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک چوک سے گزرتے ہوئے اسے اپنے پیچھے ٹریفک سارجنٹ کی سیٹی کی مخصوص آواز سنائی دی۔ اس نے ایک لمحے کے لئے سائیڈ مرر پر نظر ڈالی اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی کیونکہ اس نے ٹریفک سارجنٹ کو موٹر سائیکل پر سوار ہوتے دیکھا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سارجنٹ نے اس کی رفتار چیک کر لی ہے اور اب وہ اس کا پیچھا کرے گا۔ مگر اس نے رفتار کم نہ کی اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹریفک سارجنٹ ہیوی موٹر سائیکل طوفان کی طرح دوڑاتا ہوا اس کی کار کے قریب آ گیا۔ کار کی کھڑکی کے قریب پہنچ کر

سارجنٹ نے اسے سیٹی مار کر رکنے کا اشارہ کیا مگر شلماک نے ایک ہاتھ جیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس سے پہلے کہ سارجنٹ کچھ سمجھتا شلماک نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کر کے لبلبی دبا دی۔ سائلینسر لگے ریوالور سے شعلہ سا نکلا اور سارجنٹ کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ چند لمحے تو سارجنٹ کا موٹر سائیکل اسی رفتار سے آگے بڑھتا رہا مگر پھر ایک جھٹکا کھا کر اچھلا اور مڑ کر ایک خوفناک دھماکے سے سڑک کے کنارے موجود درخت سے ٹکرا گیا اور سارجنٹ کا جسم کسی گیند کی طرح اچھل کر دور جا گرا۔ شلماک نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی تکلیف تک گوارا نہ کی اور اس کی کار آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر جلد ہی اس کی کار شنگریلا ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑتی چلی گئی۔ آج ہوٹل شنگریلا کا افتتاح تھا۔ اس عظیم الشان ہوٹل کی تعمیر حال ہی میں مکمل ہوئی تھی اور آج ایک مرکزی وزیر اس کا افتتاح کر رہا تھا۔ کمپاؤنڈ میں کاریں ہی کاریں تھی۔ شہر کے اعلیٰ آفیسروں کے علاوہ اعلیٰ سوسائٹی کے تمام افراد وہاں موجود تھے۔ کار کو کمپاؤنڈ میں روک کر شلماک بڑے اطمینان سے نیچے اترا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی نظریں بڑی تیزی سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جب وہ ہوٹل کے مین گیٹ پر پہنچا تو اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ گیٹ پر رک کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر افتتاح کا دعوت نامہ نکالا اور دربان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دربان نے کارڈ پر ایک نظر ڈال کر واپس کرتے ہوئے

بڑے مودبانہ انداز میں سلام کر کے دروازہ کھول دیا اور شلماک اندر داخل ہو گیا۔ ہال کو انتہائی خوبصورت طریقے سے سجایا گیا تھا۔ ہال کی تقریباً تمام میزیں پر تھیں۔ ہال کے اندر داخل ہوتے ہی باوردی گائیڈ نے شلماک کی ایک خالی کرسی کی طرف رہنمائی کی اور شلماک خاموشی سے اس پر جا کر بیٹھ گیا۔ لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اور ہال تیزی سے بھرتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہال کی تمام میزیں پر ہو گئی پھر چند منٹ بعد وزیر صاحب کی آمد کا اعلان ہوا اور مرکزی وزیر پولیس کی نگرانی میں اندر داخل ہو کر کرسی صدارت پر بیٹھ گئے۔ پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اس سے پہلے کہ ہوٹل کا مینجر مائیک پکڑ کر کچھ بولتا اچانک ہال میں ایک گھمبیر آواز گونجنے لگی۔

"ہوٹل میں موجود لوگو میری بات غور سے سنو میں شلماک آپ سے مخاطب ہوں۔ شاید آپ میں سے بیشتر لوگ میرے نام سے نہ واقف ہوں۔ مگر اعلیٰ حکام میرے نام سے اچھی طرح واقف ہیں۔ میں وہ ہوں جس کا نام سن کر حکومت کے کارکنوں کو موت آنکھوں میں ناچتی نظر آتی ہے۔ بہرحال میں تمہارے ملک میں آگیا ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے صرف اس ملک کے دفاعی نظام پر مشتمل فائل ڈی فور چاہئے اور یہ بھی سن لو کہ وزارت داخلہ کے سیکرٹری کا قتل میرے ہاتھوں صرف اس بنا پر ہوا ہے کہ اس نے فائل ڈی فور دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت میں آپ لوگوں سے اس لئے مخاطب ہوں کہ اس ہوٹل میں ایک مرکزی وزیر اور دارالحکومت کے تمام اعلیٰ

افسران اکٹھے ہیں بولو کیا تم مجھے فائل دینے پر تیار ہو یا نہیں جواب ہاں یا نہ میں ہونا چاہئے"۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی آواز خاموش ہو گئی۔ ایک لمحے کے لئے پورے ہال پر موت کا سکوت طاری رہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہال میں موجود لوگ انسان ہونے کے بجائے پتھر کے بت ہوں۔ ان کے درمیان بیٹھا ہوا شلماک قطعاً خاموش بیٹھا ان کا ردعمل دیکھتا رہا تھا پھر اچانک وزیر کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا۔

"یہ کون پاگل ہے اسے فوراً تلاش کرو"۔۔۔۔ وزیر کا لہجہ انتہائی غصیلا اور کڑکدار تھا اس کے ساتھ ہی پورے ہال میں موجود لوگوں نے شور مچا دیا۔ پولیس کے دستے تیزی سے حرکت میں آگئے۔ اسی لمحے آواز دوبارہ گونجی۔

"ٹھیک ہے تم نے مجھے پاگل کہا ہے اس کا خمیازہ بھگتو"۔۔۔۔ اور پھر اس سے پہلے کہ لوگ کچھ سمجھتے پورا ہال فائرنگ کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ فائرنگ کے تسلسل سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سینکڑوں مشین گنوں کے دہانے کھل گئے ہوں اور پھر چند لمحوں بعد فائرنگ کے ساتھ ساتھ لوگوں کی کربناک چیخوں کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں گولیاں ہال کے ہر روشندان دروازوں اور تمام گیلریوں سے بری طرح اور بے تحاشا برس رہی تھیں۔ فائرنگ کی آواز کے ساتھ ہی شلماک پھرتی سے میز کے نیچے ہو گیا تھا۔ اس کے اردگرد گولیاں برس ضرور رہی تھیں۔ مگر میز کا وہ حصہ قطعاً محفوظ تھا جس کے نیچے شلماک موجود تھا۔ فائرنگ صرف چند منٹ جاری رہی۔ اس کے بعد جس طرح

اچانک شروع ہوئی تھی اسی طرح اچانک بند ہو گئی۔ مگر ہال میں چیخوں اور سسکیوں کا ایک سیلاب سا آگیا۔ ہر طرف خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ فائرنگ بند ہونے کے چند منٹ بعد ہال کے دروازے دھماکوں سے کھلے اور پھر پولیس کے دستے انتہائی تیزی سے اندر گھسے۔ ہوٹل کے باہر پولیس کی گاڑیوں کے سائرن بری طرح چیخ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آرہی تھی۔ اعلیٰ حکام موقع پر پہنچ چکے تھے۔ زخمیوں اور لاشوں کو باہر نکالا جا رہا تھا پولیس کے آنے پر شلماک بھی میز سے باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے مگر آنکھوں میں زہریلی سی پراسرار چمک موجود تھی۔ شلماک کے علاوہ مشکل سے پندرہ افراد اور ہوں گے جو زخمی نہ ہوئے ہوں گے۔ مگر وہ سب بری طرح خوفزدہ تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ابھی خوف کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر جائیں گے۔ پولیس کے اعلیٰ حکام شلماک سمیت ان افراد کو ہوٹل کے ایک اور ہال میں لے گئے۔ وہاں انہیں مشروب پلایا گیا تاکہ ان کے ہوش درست ہو جائیں اور پھر ان سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شلماک نے صرف اتنا کہا کہ جیسے ہی گولیاں چلنی شروع ہوئیں وہ میز کے نیچے گھس گیا تھا۔ اس کی تیز نظریں ایک ایک افسر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ابھی سوال وجواب ہو ہی رہے تھے کہ ہال کا دروازہ کھلا اور کرنل فریدی اندر داخل ہوا۔ شلماک نے جیسے ہی اسے دیکھا اس کے لبوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"بہت خوفناک حادثہ ہے کرنل فریدی صاحب سو آدمی ہلاک ہو گئے ہیں ڈھائی سو شدید زخمی ہیں نجانے یہ شلماک کیا بلا ہے اور کیا چاہتا ہے"۔۔۔۔۔ ایک اعلیٰ افسر نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

کرنل فریدی کا چہرہ پتھر کی طرح سپاٹ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے چہرے پر زندگی کی ہلکی سی رمق تک موجود نہ ہو۔ اس کی تیز نظریں ایک ایک فرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"تھرڈ کلاس مجرم ہے جسے خوامخواہ اپنے متعلق غلط فہمی ہو گئی ہے"۔ افسر کی بات ختم ہوتے ہی کرنل فریدی نے بڑے لاپرواہ سے لہجے میں جواب دیا اور اس کے جواب سے شلماک کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ اس ہنگامے میں شامل بھی صرف اسی لئے ہوا تھا کہ اعلیٰ افسروں اور خاص کر کرنل فریدی کی بوکھلاہٹ دیکھ سکے۔ فطرتاً وہ اذیت پسند واقع ہوا تھا اس لئے وہ ایسے موقعوں پر لوگوں کی بوکھلاہٹ اور خوف دیکھ کر محظوظ ہوتا تھا۔ مگر یہاں کرنل فریدی نے اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ سو آدمیوں کی ہلاکت کا کرنل فریدی پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اسی لمحے شلماک نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس ملک میں ایسا قتل عام کرے گا کہ کرنل فریدی کو گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔

"یہ کیسا مجرم ہے کرنل فریدی صاحب۔ جس نے ایک لمحے میں بہت سے بے گناہوں کو خاک میں ملا دیا ہے اور آپ اسے گھٹیا ذہنیت کا کہہ رہے ہیں"۔۔۔۔۔ شلماک سے رہا نہ گیا تو اس نے کرنل فریدی

سے مخاطب ہو کر کہہ دیا اور کرنل فریدی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی تیز نظریں شلماک پر جم سی گئیں۔ شلماک کو ایسا محسوس ہوا جیسے کرنل فریدی کی نظریں ایکس ریز ہوں جو اس کے ذہن کے ہر گوشے کو ٹٹول رہی ہوں۔

"آپ کا کیا نام ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے بڑے گھمبیر لہجے میں اس سے سوال کر دیا۔

"مارٹن میں دارالحکومت میں بیٹری سیلوں کا تھوک کا کاروبار کرتا ہوں"۔۔۔۔ شلماک نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"بیٹری سیلوں کا"۔۔۔۔ کرنل فریدی کے لہجے میں ہلکی سی پراسرایت شامل ہو گئی تھی۔

"جی ہاں مارٹن اینڈ کمپنی میری فرم کا نام ہے"۔۔۔۔ شلماک نے اسی طرح اعتماد سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔ کرنل فریدی ایک لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ میرے ساتھ آئیے"۔۔۔۔ اس کا لہجہ قدرے تحکمانہ تھا۔

"مگر کہاں اور کیوں"۔۔۔۔ شلماک نے اس بار قدرے حیرت ءرے لہجے میں کہا۔ وہ دل ہی میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کہیں کرنل ریدی اس کے متعلق مشکوک تو نہیں ہو گیا۔

"میں آپ سے علیحدگی میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آئیے"۔ کرنل ریدی نے کہا اور پھر وہ اطمینان سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ لماک کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور پھر وہ بھی اس کے

پیچھے چل دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ہال سے گزر کر کمپاؤنڈ میں آ گئے جہاں ہر طرف پولیس کے اعلیٰ حکام کی کاریں اور ایمبولینسیں بھری ہوئی تھیں۔ کرنل فریدی اسے لئے ہوئے سیدھا اپنی کار کی طرف آیا اور اگلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہنے لگا بیٹھیے۔ شلماک خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کرنل فریدی نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی چند لمحوں بعد اس کی کار کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے جب وہ ایک مصروف ترین سڑک پر پہنچے تو اچانک کرنل فریدی نے شلماک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا واقعی تمہارا نام مارٹن ہے"---- کرنل فریدی نے یہ سوال اتنا اچانک کیا تھا کہ شلماک جیسے مضبوط اعصاب کا مالک بھی گڑبڑا کر رہ گیا اور جواب میں قدرے ہکلا کر رہ گیا۔

"سنو مارٹن یا جو بھی تمہارا نام ہو۔ تم ابھی میک اپ کے فن میں اناڑی ہو۔ تم نے جس قسم کا میک اپ کر رکھا ہے اس سے اچھا تو تھیٹر کے مسخرے کر لیتے ہیں"---- کرنل فریدی نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"یو شٹ اپ تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں بھلا میک اپ کیوں کروں گا"---- شلماک نے اچانک غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم فریدی کو دھوکہ نہیں دے سکتے مسٹر اس بات کو یاد رکھنا کہ میرا نام فریدی ہے فریدی"---- کرنل فریدی نے ایک چوک پر

سرخ بتی دیکھ کر کار کو روکتے ہوئے کہا اور اب شلماک کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ فریدی جیسا گھٹیا سا جاسوس اس کا یوں سرعام مضحکہ اڑائے۔ اس نے اچانک کار کا دروازہ کھولا اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل فریدی کچھ سمجھتا شلماک کا ہاتھ کرنل فریدی کے گریبان پر جم گیا۔ دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار جھٹکا دیا اور خود بھی کار سے باہر نکل آیا اور کرنل فریدی کو بھی ساتھ ہی گھسیٹ لیا۔

"میرا نام شلماک ہے شلماک اچھی طرح سن لو اور میں تمہارے ملک میں آ گیا ہوں"---- شلماک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کرنل فریدی کا گریبان چھوڑا اور ہجوم میں غوطہ لگا دیا۔ کرنل فریدی کا جسم کسی بازی گر کی طرح حرکت میں آیا اس نے اچھل کر ہجوم میں غائب ہوتے ہوئے شلماک کی گردن پر ہاتھ ڈال دیا۔ شلماک زخمی بھیڑیئے کی طرح پلٹا اور اس نے کرنل فریدی کے منہ پر مکہ مارنا چاہا مگر کرنل فریدی نے ایک جھٹکے سے اپنے جسم کو ایک طرف کیا اور پھر اس کا ہاتھ اٹھا اور ایک زوردار مکہ شلماک کی کنپٹی پر پڑا۔ مکہ اتنا زوردار تھا کہ شلماک اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ کرنل فریدی نے ایک بار پھر اس پر چھلانگ لگانی چاہی مگر اسی لمحے پورا بازار مشین گنوں کی گولیوں سے گونج اٹھا۔ اردگرد موجود دس بارہ کاروں سے بیک وقت گولیاں چلنے لگیں اور بازار میں بے تحاشا بھگدڑ سی مچ گئی۔ لوگ ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے جدھر سینگ سمائے

بھاگنے لگے۔ فائرنگ فوراً ہی رک گئی اور کاروں کے سمندر میں سے مختلف کاریں ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ جب تک کرنل فریدی سنبھلتا شلماک اس بھگدڑ میں غائب ہو چکا تھا۔ ادھر کاروں کے اس سمندر میں یہ بھی معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ فائرنگ کن کاروں سے کی گئی ہے اور کیا وہ کاریں اب بھی موجود ہیں یا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب بھگدڑ ختم ہوئی اور پولیس نے حالات پر کنٹرول کر لیا تو معلوم ہوا کہ بیس افراد فائرنگ سے ہلاک ہوئے ہیں اور پچاس کے قریب بھگدڑ میں کچلے گئے ہیں۔ کرنل فریدی کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے وہ اس بات کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس کی کار میں بذات خود شلماک موجود تھا۔ اسے تو اس پر معمولی سا شک ہوا تھا اس لئے وہ اس سے اصل بات اگلوانا چاہتا تھا تاکہ اس کے ذریعے شلماک تک پہنچ سکے۔ بہرحال اب بات اس کی براشت سے باہر ہو چکی تھی وہ زیادہ دیر شلماک کو آزاد چھوڑ کر بے گناہ افراد کا قتل عام نہیں کروانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کیا اور پھر وہ دوبارہ کار میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے سپر ہائی وے کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

کیپٹن حمید کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے سے کمرے میں پایا۔ کمرے میں اس وقت چار مسلح افراد موجود تھے اور سامنے ایک نقاب پوش کرسی پر بیٹھا ہوا تھا ان سب کی نظریں کیپٹن حمید پر ٹکی ہوئی تھیں۔ کیپٹن حمید ہوش میں آتے ہی اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے غور سے ایک ایک فرد کو دیکھا کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"کون ہو تم اور کیوں ہمارے ایک آدمی کا تعاقب کر رہے تھے"۔ نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا۔

"آدمی کا تعاقب لاحول ولا قوۃ۔ میں سمجھا وہ عورت تھی اب بھلا مجھے کیا معلوم کہ اتنے لمبے بال اور اتنی اٹھلاتی ہوئی چال کسی مرد کی بھی ہو سکتی ہے"——— کیپٹن حمید نے اپنے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں تو تم اسے عورت سمجھ کر اس کا تعاقب کر رہے تھے"---- نقاب پوش نے دوبارہ سوال کیا اس کے لہجے میں غراہٹ کا عنصر پہلے سے کہیں زیادہ تیز ہو گیا تھا۔

"ہاں بابا ہاں مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دو۔ اب زمانہ ہی ایسا آگیا ہے کہ مرد عورتیں اور عورتیں مرد بن گئے ہیں آئندہ کسی مرد کا تعاقب کروں گا مجھے یقین ہے کہ آخر میں وہ عورت ہی نکلے گی"---- کیپٹن حمید نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے معافی مانگی۔

"تم جانتے ہو کہ تم کس کے سامنے ہاتھ جوڑ رہے ہو"۔ نقاب پوش نے اس بار قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایک پردہ نشین کے سامنے اور ہاتھ اس لئے جوڑ رہا ہوں کہ تم اپنا جلوہ عام کر کے عاشقوں کو شربت دیدار پلاؤ"---- حمید نے بڑے رومانٹک لہجے میں جواب دیا۔

"شٹ اپ ضرورت سے زیادہ بکواس مت کرو تم شلماک کے سامنے کھڑے ہو۔ اس شلماک کے سامنے جس کا نام سن کر تم جیسے گھٹیا جاسوسوں کو موت کے پسینے آنے لگتے ہیں"---- نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"اچھا تو یہ تم ہو شلماک۔ یار میں نے سنا ہے کہ تم کانے ہو اس لئے ہمیشہ نقاب پہنے رہتے ہو کیا یہ بات صحیح ہے"---- کیپٹن حمید نے کہا۔

"سنو کیپٹن حمید میں نے تمہارے متعلق بہت سی باتیں سنی ہیں مگر

مجھے افسوس ہے کہ تم تھیٹر کے ایک مسخرے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے بہرحال تمہارا ہاتھ جوڑنے والے پوز کا فوٹو لے لیا گیا ہے اور اب یہ فوٹو تمہاری لاش کے ساتھ کرنل فریدی کو ارسال کر دیا جائے گا"---- شلماک نے اس بار طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"کرنل فریدی جانتا ہے کہ کیپٹن حمید صرف ایک ہی صنف کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے اور ہاتھ جوڑنا تو معمولی سی بات ہے میں تو پاؤں جوڑنے سے بھی دریغ نہیں کرتا اس لئے بڑی خوشی سے فوٹو بھیج دو۔ اچھا ہے اسے تمہاری اصلی صنف کا علم ہو جائے گا"---- حمید نے یوں لاپروائی سے جواب دیا جیسے شلماک نے اسے دھمکی دینے کی بجائے کوئی عام سی بات کی ہو وہ اپنا نام سن کر بھی نہیں چونکا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ شلماک جیسے مجرموں کے لئے یہ معمولی بات ہے۔

"اسے گولی مار دو"---- شلماک نے کیپٹن حمید کی بات کا جواب دینے کی بجائے بڑے سرد لہجے میں کمرے میں موجود مسلح افراد سے مخاطب ہو کر کہا اور خود کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر دوسرا لمحہ اس کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا۔ جب اس نے کیپٹن حمید کو اچھل کر اپنے اوپر آتے ہوئے دیکھا پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا کیپٹن حمید اسے پکڑے بجلی کی سی تیزی سے گھوم گیا اب شلماک اس کے سامنے تھا اور وہ خود پیچھے۔ کیپٹن حمید کا ایک بازو شلماک کی گردن میں کمان کی طرح گھوما ہوا تھا۔

"اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ ہتھیار پھینک دیں"---- کیپٹن

حمید نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا ساتھ ہی اس نے اپنے بازو کو بھی جھٹکا دیا۔ مگر شاید اسے شلماک کی طاقت کا احساس نہیں تھا۔ شلماک نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے پہلوؤں پر رکھے اور پھر پوری قوت سے اچھال کر اسے اپنے سامنے فرش پر پھینک دیا۔

کیپٹن حمید ایک مشین گن بردار پر جا گرا مگر گرتے ہی وہ یوں اچھلا جیسے وہ اسپرنگوں کو بنا ہوا ہو اس نے اٹھتے ہی اس مشین گن بردار کو شلماک پر اچھال دیا اور پھر اس نے پوری قوت کے ساتھ قریب موجود مشین گن بردار کی مشین گن پر ہاتھ ڈالا اور ساتھ ہی اس کی لات بھی حرکت میں آئی مشین گن بردار اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ اسی لمحے کیپٹن حمید نے نیچے غوطہ لگایا اور گولیوں کی اس بوچھاڑ سے بچ گیا۔ جو بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ کیپٹن حمید نے قلابازی کھائی اور پھر اس کی ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نے قہقہے برسانے شروع کر دیئے۔ دیکھتے دیکھتے ہی اس نے دو پہرے داروں کا خاتمہ کر دیا مگر اس سے صرف ایک لمحے کی غفلت ہوئی کہ جس پہرے دار سے اس نے مشین گن چھینی تھی اسے نظر انداز کر گیا تھا اور یہی غفلت اسے لے ڈوبی اس پہرے دار نے انتہائی پھرتی سے اچھل کر کیپٹن حمید کی پشت پر فلائنگ کک ماری اور کیپٹن حمید منہ کے بل سامنے فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے شلماک نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ شلماک کیپٹن حمید کی گولیوں سے اس لئے بچ گیا تھا کہ اس نے اس پہرے دار کو ڈھال کے طور پر استعمال کر لیا تھا جسے کیپٹن حمید نے اس پر اچھالا تھا چنانچہ

جیسے ہی کیپٹن حمید نیچے گرا اس نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن حمید نے نیچے گرتے ہی پھرتی سے قلابازی کھائی مگر شلماک نے اسے چھاپ ہی لیا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے کیپٹن حمید کے پہلو میں کھڑی ہتھیلی کا زبردست وار کیا۔ ضرب اتنی زبردست تھی کہ ایک لمحہ کے لئے کیپٹن حمید کے دماغ میں اندھیرا سا چھا گیا۔ مگر اس نے فوراً ہی اپنے سر کو جھٹکا اور پھر اس کے ذہن پر چھپکلی سوار ہو گئی۔ جنونیوں کے انداز میں اس نے ہاتھ جھٹکے اور پوری قوت سے شلماک کی ناک پر ٹکر ماری۔ شلماک کے منہ سے غراہٹ کی آواز نکلی اور وہ دھماکے سے فرش پر جا گرا۔ کیپٹن حمید نے کسی چیتے کے سے انداز میں چھلانگ لگائی اور پھر وہ تقریباً اڑتا ہوا دیوار کے ساتھ کھڑے اس پہرے دار پر جا پڑا جس نے کیپٹن حمید کی پشت پر لات ماری تھی جو اب اطمینان سے کھڑا اپنے باس اور کیپٹن حمید کے درمیان لڑائی دیکھ رہا تھا۔ اسے شاید یہ خیال تک نہیں تھا کہ کیپٹن حمید یوں اچانک اسے چھاپ لے گا۔ کیپٹن حمید نے دونوں پیروں پر اسے اچھالا اور خود قلابازی کھا کر وہ سیدھا ہو گیا اب اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ اس کا ٹریگر دباتا شلماک نے اچھل کر اس کے اسی ہاتھ پر لات ماری جس میں مشین گن تھی مشین گن دور جا گری۔ مشین گن ہاتھ سے نکلتے ہی کیپٹن حمید نے اس پر چھلانگ لگانے کی کوشش کی مگر پہرے دار نے اسے درمیان ہی میں چھاپ لیا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے نیچے گر پڑے۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ"۔۔۔۔۔ شلماک نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی اس کے چہرے سے نقاب ہٹ چکا تھا اور چہرہ غصے کی شدت سے مسخ ہو رہا تھا۔ لیکن کیپٹن حمید کے ذہن پر تو چھپکلی سوار تھی اس نے سیدھا کھڑا ہونے کی بجائے پوری قوت سے پہرے دار کو اس پر اچھال دیا اسی لمحے شلماک نے ٹریگر دبا دیا اور اس کا اپنا ہی پہرے دار گولیوں کی باڑھ پر رقص کرنے لگا۔ کیپٹن حمید نے پھرتی سے ایک ستون کی آڑ لے لی۔ شلماک نے ستون پر گولیوں کی باڑھ ماری مگر سوائے ستون کی کرچیاں اڑنے کے اور کچھ نہ ہوا۔ ستون خاصا موٹا تھا اور کیپٹن حمید پوری طرح اس کی آڑ میں چھپا ہوا تھا اب اس کمرے میں وہ دونوں بچ گئے تھے۔ شلماک کو چونکہ معلوم تھا کہ کیپٹن حمید خالی ہاتھ ہے اس لئے وہ مشین گن سنبھالے قدم بہ قدم ستون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن حمید کی طرف سے کوئی رد عمل نہیں ہوا۔ ستون کے قریب پہنچ کر شلماک رک گیا چند لمحے وہاں رک کر اس نے پوزیشن کا اندازہ کیا اور پھر کسی سپرنگ کی طرح اچھل کر ستون کے متوازی آگیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا مگر دوسرے لمحے اس کے ہاتھ سے مشین گن چھوٹتے چھوٹتے بچی کیونکہ کیپٹن حمید وہاں موجود نہیں تھا۔ شلماک نے پاگلوں کی طرح آگے بڑھ کر دیکھا۔ مگر کیپٹن حمید تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیپٹن حمید کہاں چلا گیا کیونکہ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا اسی لمحے ستون کی آڑ میں دیوار

کے ساتھ موجود میز ایک دھماکے سے اڑتی ہوئی شلماک سے آ ٹکرائی اور شلماک جو بڑے ڈھیلے انداز میں کھڑا تھا میز سے ٹکرا کر نیچے جا گرا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔

شلماک نے بڑی پھرتی سے میز اپنے پر سے دھکیلی اور اچھل کر سیدھا ہو گیا مگر دوسرے لمحے مشین گن کی نال اس کے سینے پر ٹک گئی۔ کیپٹن حمید ہاتھ میں مشین گن تھامے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اب بولو شلماک کرنل فریدی کے پاس کس کی لاش جائے گی میری یا تمہاری۔ کیپٹن حمید کے لہجے میں زہریلا پن تھا۔ مگر شلماک بھی نہ جانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس نے مشین گن کی نال کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اس کا جسم پارے کی طرح تڑپا اور مشین گن کی نال اس کی بغل کے نیچے سے ہوتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی اور اس نے پوری قوت سے کیپٹن حمید کی ناک پر ٹکر ماری۔ کیپٹن حمید جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا اس کی ناک سے خون فوارے کی طرح بہنے لگا۔ ضرب اتنی شدید اور اچانک تھی کہ کیپٹن حمید کا ہاتھ مشین گن سے دستے پر ڈھیلا پڑ گیا اور شلماک جس نے نال دونوں ہاتھوں سے پکڑ رکھی تھی ایک جھٹکے سے مشین گن کھینچ لی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس نے مشین گن گھما کر اس کا دستہ کیپٹن کے سر پر مار دیا اور کیپٹن حمید کٹے ہوئے شہتیر کی طرح دھڑام سے فرش پر گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ شلماک نے مشین گن کی نال کا رخ فرش پر بے ہوش پڑے کیپٹن حمید کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

فریدی کی لنکن تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی سپرہائی وے پر دوڑتی ہوئی اکال گڑھ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کرنل فریدی کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور پیشانی پر شکنوں کا جیسے جال بچھا ہوا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جب کرنل فریدی کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمایاں تھے ورنہ کرنل فریدی ہر حال میں مطمئن رہتا تھا مگر یہ بھی اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ کسی مجرم نے یوں بھرے بازار میں اس کا گریبان پکڑ کر اسے چیلنج کیا ہو اور پھر اس کے ہاتھ سے بچ نکلا ہو۔

لنکن اس وقت ہوائی جہاز بنی ہوئی تھی اور فاصلہ یوں ہڑپ کر رہی تھی جیسے کسی صدیوں کے بھوکے انسان کے سامنے اعلیٰ قسم کے کھانے آ گئے ہوں۔ جلد ہی اس کی کار اکال گڑھ کے نواح میں پہنچ گئی۔ کرنل فریدی نے کار کی رفتار قدرے کم کر دی اور پھر جلد ہی کار پرنس ضرغام کی عالیشان کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی کار رکتے ہی

چوکیدار آگے بڑھا۔

"پرنس ضرغام کو اطلاع کراؤ جلدی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اپنا کارڈ چوکیدار کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب پرنس تو گذشتہ دو دنوں سے کہیں گئے ہوئے ہیں"۔ چوکیدار نے مودب لہجے میں جواب دیا۔

"کہاں گئے ہیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جناب مجھے تو معلوم نہیں ہے میں گیٹ کھول دیتا ہوں آپ ان کے سیکرٹری سے بات کر لیں"۔۔۔۔ چوکیدار نے کہا اور کرنل فریدی کے سر ہلانے پر چوکیدار نے لپک کر دروازہ کھول دیا کرنل فریدی کار اندر لئے چلا گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ جیسے ہی باہر نکلا ایک خوش پوش نوجوان تیزی سے آگے بڑھا۔ کرنل فریدی نے اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"میں آپ کو جانتا ہوں سر فرمایئے"۔۔۔۔ نوجوان نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"پرنس ضرغام سے ملنا تھا ضروری"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سر پرنس دو دن سے غائب ہیں"۔۔۔۔ نوجوان نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"غائب ہیں کیا مطلب"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"سر میں خود پریشان ہوں دو روز پہلے پرنس یہاں موجود تھے مگر صبح

وہ کوٹھی میں نہیں تھے حالانکہ ان کا کہیں جانے کا پروگرام بھی نہیں اور نہ ہی انہوں نے میرے نام کوئی پیغام چھوڑا ہے میں نے تما جگہوں پر معلوم کرنے کی کوشش کی ہے مگر کہیں سے بھی ان کا نہیں چلا"۔۔۔۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"پھر کیا تم نے پولیس کو ان کی گم شدگی کی رپورٹ کی ہے"۔ کر فریدی نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں جناب۔ پرنس کی ہمیں ہدایت ہے کہ کسی بھی معاملے پولیس کے پاس نہ جائیں"۔۔۔۔ نوجوان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اگر وہ آئے تو اسے میرا پیغام دے دینا کہ وہ مجھ مل لے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپ کار میں بیٹھ گیا۔ اس کی کار کوٹھی سے نکل کر دوبارہ دارالحکومت طرف جانے والی سڑک پر دوڑنے لگی اس کی نظریں بیک مرر پر ہوئی تھیں۔ مگر سڑک دور دور تک خالی تھی۔ آخر کرنل فریدی نے جھٹک کر اپنی نظریں بیک مرر سے ہٹائیں اور سڑک پر گاڑ دیں اس ذہن بڑی تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ شلماک کا مسئلہ ابھی تک اس سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ادھر یہ سمگلنگ کا چکر تھا۔ ادھر ڈی فور فائل سلسلہ تھا۔ وہ ان دونوں خطوط پر سوچ رہا تھا مگر کوئی فیصلہ نہ کر پا تھا۔ اسے شلماک کی پوری ہسٹری معلوم تھی شلماک کبھی چھو موٹے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالتا تھا اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا شلماک اسے چکر دینے کے لئے یہ سب الجھاوے پیدا کر رہا ہے اس

اصل مشن کچھ اور ہے۔ کرنل فریدی یہ سب کچھ سوچتے ہوئے واپس دارالحکومت پہنچ گیا۔ پھر جیسے ہی وہ کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا اسے ملازم گیٹ کے قریب ہی سہمے ہوئے نظر آئے ان کے چہروں پر ایسا تاثر تھا جیسے وہ سخت خوفزدہ ہوں۔ کرنل فریدی نے کار روک دی۔

"کیا بات ہے"۔۔۔۔ اس نے ایک ملازم سے پوچھا۔

"جناب قاسم اندر موجود ہے وہ بے حد غصہ میں ہے اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہے"۔۔۔۔ ملازم نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"قاسم اور لڑنے مرنے پر آمادہ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں جناب"۔۔۔۔ سب ملازموں نے بیک آواز جواب دیا۔

کرنل فریدی حیرت سے سرہلاتا ہوا ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ پھر جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم کے دروازے میں داخل ہوا۔ اس نے قاسم کو ایک صوفے پر بیٹھا دیکھا۔ قاسم کا چہرہ سپاٹ تھا۔ آنکھوں میں قطعاً کوئی تاثر نہیں تھا کرنل فریدی کو دیکھتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کرنل پھریدی۔ تم نے کیپٹن حمید کو مار ڈالا ہے میں تمہیں قتل کر دوں گا"۔۔۔۔ قاسم نے انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کس نے تمہیں کہا ہے کہ میں نے کیپٹن حمید کو مار ڈالا ہے"۔

کرنل فریدی کو اس پر ترس آ گیا۔ اس نے سوچا کہ شاید حمید نے ٹیلی فون کر کے کہہ دیا ہو گا کہ کرنل فریدی نے اسے مار ڈالا ہے اس لئے

جا کر اس سے انتقام لو۔ چونکہ وہ قاسم جیسے لوگوں کی ٹائپ سمجھتا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ اسے کس طرح ہینڈل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کرنل فریدی نے بڑے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بات کی۔ مگر دوسرا لمحہ اس کی زندگی کا سب سے حیرت انگیز لمحہ ثابت ہوا جب قاسم نے بجلی کی سی پھرتی سے پوری قوت سے کرنل فریدی کی کنپٹی پر مکہ جڑ دیا۔ چونکہ کرنل فریدی کو خواب میں بھی اس کی توقع نہ تھی اس لئے وہ بڑے ڈھیلے انداز میں کھڑا تھا۔ دوسری بات یہ کہ مکہ قاسم جیسے دیو ہیکل شخص کا تھا اس لئے کرنل فریدی مکہ کھا کر اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ اس کے نیچے گرتے ہی قاسم نے حیرت انگیز پھرتی سے اس پر چھلانگ لگائی مگر اب کرنل فریدی سنبھل چکا تھا۔ قاسم کے چھلانگ لگاتے ہی اس نے کروٹ بدلی اور قاسم اپنے ہی زور میں دھڑام سے فرش پر جا گرا۔ کرنل فریدی اچھل کر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ قاسم نے نیچے گرتے ہی اٹھنے کی کوشش کی مگر اس جیسے آدمی کے لئے یوں اچھل کر کھڑا ہو جا ناممکن سا کام تھا۔ اس لئے بہت تیزی کرنے کے باوجود اس نے اٹھنے میں کافی دیر لگا دی گو اسے نیچے گرنے سے کافی تکلیف ہوئی تھی مگر اس تکلیف کا اس کے چہرے پر قطعاً کوئی تاثر نہیں تھا۔ کرنل فریدی بڑے غصیلے انداز میں قاسم کو اٹھتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر نرمی کے آثار چھاتے چلے گئے۔ اب اس کی آنکھیں مطمئن تھیں اس کی نظریں قاسم کی نظروں سے ملی ہوئی تھیں پھر جیسے

ہی قاسم اٹھا کرنل فریدی نے اس کے سینے پر زور دار ہاتھ مارا اور قاسم ایک بار پھر دھڑام سے نیچے گر گیا۔ اس بار اس کے سر کو شدید چوٹ لگی تھی۔ اس لئے دو تین بار سر جھٹکنے کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کے بے ہوش ہوتے ہی کرنل فریدی نے اسے بازو سے پکڑا اور پھر گھسیٹتا ہوا اسے اپنی تجربہ گاہ میں لیتا چلا گیا۔ تجربہ گاہ میں لے جا کر اس نے اسے گھسیٹ کر ایک بیڈ پر ڈالا اور پھر ایک انجکشن تیار کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے وہ انجکشن قاسم کے بازو میں لگا دیا۔ انجکشن لگنے کے چند منٹ بعد قاسم ہوش میں آ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات تھے۔

"میں کاں ہوں۔ میں کاں ہوں۔ ارے یہ سالی جہنم ایسی ہوتی ہے ہائے میں جہنم میں آ گیا۔ ہائے اس مجع آدمی نے آخر مجھے جہنم میں پھینکوا ہی دیا" ---- قاسم نے بری طرح اپنے گال پیٹنے شروع کر دیئے۔ ابھی تک اس کی نظریں کرنل فریدی پر نہیں پڑی تھیں۔ کرنل فریدی اس کی حالت بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"قاسم" ---- فریدی نے تحکمانہ لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہائیں کرنل صاحب۔ وہ بھی جہنم میں ہیں وہ تو سالے بڑے نیک ویک بنتے تھے" ---- قاسم نے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کی نظریں ایک طرف کھڑے کرنل فریدی پر جم گئیں وہ ایک دم ساکت ہو گیا تھا اور جلد ہی اس کا چہرہ بھی سپاٹ ہو گیا۔ کرنل

فریدی نے اسے ہپناٹائز کر دیا تھا اور قاسم ٹرانس میں آگیا تھا۔

"قاسم کیا تم میری آواز سن رہے ہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں میں سن رہا ہوں"۔۔۔۔ قاسم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ کون سے معزز آدمی کے ساتھ تمہارا ٹکراؤ ہوا ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے تیکھے لہجے میں سوال کیا اور پھر قاسم نے ہوٹل سلور نائٹ سے لے کر لڑکیوں کے ملنے اور تنگ ہونے تک کا سارا واقعہ بتا دیا۔

"ہونہہ۔ اس کے بعد کیا ہوا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے دوسرا سوال کیا۔ مگر قاسم خاموش ہو گیا اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے جیسے اسے کچھ یاد نہ آ رہا ہو اور وہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ کرنل فریدی سمجھ گیا کہ کیا مسئلہ ہے۔ پہلے ہی وہ اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے سمجھ گیا تھا کہ اسے ہپناٹائز کرنے کے لئے جدید ترین لاسین انجکشن لگایا گیا تھا۔ چنانچہ اس کی بے ہوشی کے دوران اس نے اسے اینٹی لاسین انجکشن لگایا تھا جس سے وہ ہپناٹزم ختم ہو گیا تھا۔ مگر شاید ابھی اس کے اثرات باقی تھے یا پھر ہپناٹائز کرنے والے نے اسے بھول جانے کی ہدایت کی تھی جو ابھی تک قاسم کے لاشعور میں موجود تھی۔ اس لئے قاسم کو وہ بات یاد نہیں آ رہی تھی۔

کرنل فریدی کو چونکہ ہپناٹزم کے موضوع پر وسیع تجربہ تھا اس لئے وہ

سب بات سمجھ گیا۔ وہ تیزی سے مڑا اور پھر اس نے الماری سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا جس کے آگے برمے کی طرح ایک باریک سی سوئی لگی ہوئی تھی۔ اس آلے کے ساتھ تار اور پلگ لگا ہوا تھا۔ فریدی نے بجلی سے کنکشن جوڑا اور پھر وہ آلہ لے کر قاسم کی طرف بڑھا۔ قاسم اسی طرح بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔ وہ بدستور کرنل فریدی کے ٹرانس میں تھا۔ اس لئے سوئی لگا ہوا آلہ دیکھنے کے باوجود اس کے چہرے پر تاثرات نہ ابھرے تھے۔ کرنل نے آلے پر لگا ہوا سوئچ آن کیا اور وہ باریک سی سوئی انتہائی تیزی سے گھومنے لگی۔ کرنل ایک ہاتھ میں آلہ پکڑے قاسم پر جھک گیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کی انگلیاں اس کے بالوں میں ڈالیں اور اس کی انگلیاں کسی چیونٹی کی طرح قاسم کی کھوپڑی پر رینگنے لگیں۔ وہ کوئی خاص جگہ ٹٹول رہا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد اس کی انگلی سر کی پشت پر ایک جگہ رک گئی۔ کرنل فریدی نے دو تین بار انگلی سے اس جگہ کو ٹٹولا اور پھر اس نے وہ سوئی عین اس جگہ ٹکا دی جہاں اس نے انگلی رکھی ہوئی تھی۔ باریک گھومتی ہوئی سوئی پلک جھپکنے میں کھوپڑی کے اندر اترتی چلی گئی۔ کرنل فریدی دراصل اس مخصوص جگہ کے اندر سوئی کی مدد سے بجلی کے جھٹکے دینا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جب تک لاشعور میں ہلچل نہیں ہو گی قاسم کو بھولی ہوئی بات یاد نہیں آئے گی۔ وہ اس وقت دماغ کا قابل سرجن لگ رہا تھا ویسے تھی بھی کچھ ایسی ہی بات۔ سوئی اگر ایک سینٹی میٹر بھی غلط جگہ پر پہنچ جاتی تو قاسم ہمیشہ کے لئے پاگل ہو سکتا تھا مگر کرنل فریدی کو

خود پر اعتماد تھا اس لئے وہ بڑے اطمینان سے اس پیچیدہ آپریشن میں مصروف رہا جب سوئی کھوپڑی کے اندر اتر گئی تو اس نے آلے پر لگے ہوئے سوئچ کو ہلکا سا دبا دیا۔ قاسم کے جسم کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔

"قاسم"---- کرنل فریدی نے تین چار جھٹکے دیئے اور پھر سوئی باہر نکال کر قاسم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"جی"---- قاسم نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا اب وہ بات یاد آئی ہے کہ ننگے ہونے کے بعد کیا ہوا تھا"---- فریدی کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"ہاں۔ مجھے اب یاد آرہا ہے کہ میں سجدہ کر رہا تھا اور گاڈ تعالیٰ سے ما چھیاں مانگ رہا تھا۔ کہ وہ معجج آدمی اندر آیا۔ اس نے مجھے اٹھنے کا حکم دیا"---- قاسم کا لاشعور کام کرنے لگ گیا تھا۔ کرنل فریدی کا آپریشن صد فی صد کامیاب رہا تھا۔

"تفصیل سے بتاؤ ایک ایک بات"---- کرنل فریدی نے کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"معجج آدمی کے کہنے پر میں اٹھا اور اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ یہ ایک بڑا سا برآمدہ تھا برآمدے میں چلتے ہوئے ہم ایک اور کمرے میں گئے جہاں صوفے پڑے ہوئے تھے اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا حکم دیا میں بیٹھ گیا پھر وہ کہنے لگا۔

"سنو قاسم تم بے پناہ طاقت ور ہو تم میں دیوؤں جیسی طاقت ہے اب تمہاری یہ طاقت میرے حکم پر استعمال ہو گی"---- میں نے

جواب دیا ہو گی۔

"پھر اس نے کیا کہا"---- کرنل فریدی نے پوچھا۔

"اس نے کہا تم بے پناہ دولت مند ہو اب تمہاری یہ دولت میرے لئے وقف ہو گی"---- میں نے جواب دیا ہو گی۔

"پھر اس نے کہا جیب سے چیک نکال کر اس کے ہر چیک پر دستخط کر دو اور مجھے دے دو اور مجھے اپنا بینک بیلنس بھی بتا دو"---- میں نے چیک بک نکال کر دستخط کر دیئے۔ پھر اس نے بینک بیلنس پوچھا میں نے بتا دیا۔ پھر اس نے کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد تم میری شکل اور میرے بارے میں تمام تفصیل بھول جاؤ گے۔ میں نے کہا بھول جاؤں گا۔

"کون سے بینک کی چیک بک تھی"---- کرنل فریدی نے پوچھا۔

"سٹی بینک۔ سپر مارکیٹ برانچ"---- قاسم نے جواب دیا۔

"آگے بولو"---- فریدی نے پوچھا۔

"پھر اس نے مجھے ہوٹل سلور نائٹ کے کمپاؤنڈ میں چھوڑا جہاں سے میں اپنی کوٹھی واپس آگیا۔

"پھر آج تم یہاں کیسے آئے"---- فریدی نے پوچھا۔

"مجھے حکم ملا جا کر کرنل فریدی کو مار دو۔ میں یہاں آگیا"۔ قاسم نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کوٹھی کہاں ہے جہاں تمہیں لے جایا گیا تھا"---- کرنل فریدی نے پوچھا۔

"ہاں ہم میزان کالونی گئے تھے بڑی سی سرخ رنگ کی کوٹھی تھی۔ اس کے گیٹ کا رنگ نیلا تھا"—— قاسم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ"—— کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا قاسم نے اسے انتہائی قیمتی معلومات بہم پہنچائیں تھیں۔ دراصل شلماک کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہ تھا کہ کرنل فریدی ہپناٹزم کے علم میں اس قدر ایڈوانس ہو گا۔ ورنہ وہ ایسی بچگانہ حرکت کبھی نہ کرتا کہ قاسم کو کرنل فریدی پر حملہ کرنے کا حکم دیتا زیادہ سے زیادہ وہ یہ کرتا کہ اس کی دولت ہضم کر جاتا اور کسی کو علم بھی نہ ہوتا۔

"ٹھیک ہے اب تم اس گنجے آدمی کے کسی حکم کو قبول نہیں کرو گے اور جب تک میں اجازت نہ دوں تم میری کوٹھی سے باہر نہیں جاؤ گے"—— کرنل فریدی نے کہا اور قاسم نے اثبات میں سرہلا دیا۔

دراصل کرنل فریدی نہیں چاہتا تھا کہ قاسم کوٹھی سے باہر نکل کر شلماک کے ہاتھوں مارا جائے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ شلماک کو جیسے ہی علم ہو گا کہ قاسم اس کے ٹرانس سے باہر آگیا ہے وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ سب کچھ کرنل فریدی نے کیا ہو گا اور پھر اپنا راز چھپانے کے لئے اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہو گا کہ وہ قاسم کو بھی قتل کرا دے۔ قاسم کو کوٹھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں میں منتقل کرنے کے بعد کرنل فریدی اوپر ڈرائنگ روم میں آیا اور اس نے ٹیلی فون کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"زیرو سکس سپیکنگ"—— دوسری طرف سے کرخت سی آواز سنائی دی۔

"ہارڈ اسٹون"—— کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر"—— دوسری طرف سے آنے والی آواز یکدم مودبانہ ہو گئی۔

"زیرو سکس۔ میزان کالونی میں ایک سرخ رنگ کی بڑی سی کوٹھی ہے جس کے پھاٹک کا رنگ نیلا ہے اس کی انتہائی سخت نگرانی شروع کر دو اور تمام سرگرمیوں کی مجھے رپورٹ دو"—— کرنل فریدی نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر"—— زیرو سکس نے جواب دیا۔

"نمبر دو۔ سٹی بینک سپر مارکیٹ کے برانچ مینجر کو اپنی اصل حقیقت میں حکم دے دو کہ وہ قاسم کے اکاونٹ کے کسی چیک کو آنر نہ کرے اور جو چیک لے کر آئے اس کا احتیاط سے تعاقب کر کے رپورٹ دو"—— کرنل فریدی نے حکم دیا۔

"اوکے سر میں سمجھ گیا"—— زیرو سکس نے جواب دیا۔

"نمبر تین میری کوٹھی کے گرد زیرو فورس کو پھیلا دو کوٹھی کی سخت نگرانی ہونی چاہئے کسی فالتو آدمی کو اندر مت آنے دو کسی بھی قیمت پر"—— کرنل فریدی نے کہا۔

"بہتر جناب۔ حکم کی تعمیل ہو گی"—— زیرو سکس نے جواب

دیا۔

"اور آخری بات یہ کہ کیپٹن حمید کے متعلق کیا رپورٹ ہے"۔ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"سر زیرو فورس کا وہ آدمی جو کیپٹن حمید کے پیچھے تھا اسے گم کر بیٹھا ہے میں نے اس کی تلاش کا حکم دے دیا ہے ابھی مجھے رپورٹ نہیں ملی"---- زیرو سکس نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"زیرو سکس میں یہ کیا سن رہا ہوں اب کیا زیرو فورس صحیح طرح تعاقب کرنے کے بھی قابل نہیں رہی"---- کرنل فریدی کے لہجے میں سانپ کی سی پھنکار اور زہریلا پن ابھر آیا۔

"سوری سر۔ میں نے اس آدمی کو سزا دے دی ہے آئندہ ایسا نہیں ہو گا"---- زیرو سکس کے لہجے میں خوف کی ہلکی ہلکی لرزش موجود تھی۔

"کیپٹن حمید کو فوراً تلاش کرو ہر قیمت پر۔ پوری زیرو فورس کو حرکت میں لے آؤ مگر اس کے کام میں مداخلت کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ خطرے میں پڑ جائے تو مداخلت کی اجازت ہے اور اس کی سرگرمیوں کی مجھے روزانہ رپورٹ ملنی چاہئے"---- کرنل فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر سر ایسا ہی ہو گا"---- زیرو سکس نے جواب دیا۔

"او کے"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

کیپٹن حمید کی موت یقینی تھی کیونکہ وہ بے ہوش ہو کر بے بس ہو چکا تھا اور شلماک نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا تھا مگر ٹریگر دبتے ہی اس میں سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلنے کی بجائے کلک کی آواز نکلی مشین گن کا میگزین خالی ہو چکا تھا۔ شلماک نے وحشت میں مشین گن ایک طرف پھینکی اور لپک کر کمرے میں پڑی ہوئی دوسری مشین گن اٹھانے لگا۔ ابھی وہ مشین گن اٹھا کر سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ کمرہ تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔ شلماک ٹھٹک کر رک گیا۔ اس نے ایک طویل سانس لیا اور پھر کمرے میں بنی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز آنی بند ہو گئی۔ اور ایک کرخت آواز ابھری۔

"ہیلو ہیلو چیف باس سپیکنگ فرام دس اینڈ۔ جیمز کیا رپورٹ ہے

تمہاری طرف سے خاموشی کیوں ہے۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آنے والی آواز مزید کرخت ہو گئی۔

"چیف باس میں نے کرنل فریدی کا تعاقب کیا تھا۔ کرنل فریدی نے راستے میں کیپٹن حمید کو اتار دیا تھا۔ کیپٹن حمید نے میرا تعاقب کیا تھا چنانچہ پوائنٹ تھری پر میرے آدمیوں نے اسے گھیر لیا میں نے اس کے سامنے اپنے آپ کو شلماک ظاہر کیا ایک بار اس نے میرے سامنے کسی بات پر ہاتھ جوڑے تو آٹو کیمرے نے اس کا فوٹو کھینچ لیا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ فوٹو اس کی لاش کے ساتھ کرنل فریدی کے پاس بھجوا دیا جائے۔ اوور"۔۔۔۔ جیمز نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"مختصر بات کرو اب کیا پوزیشن ہے کیا کیپٹن حمید کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"باس میں کیپٹن حمید کو قتل کرنے لگا تو وہ الجھ پڑا انتہائی تیز اور چالاک آدمی ہے۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ میرے چار آدمی مارے گئے۔ بڑی مشکل سے میں نے اسے بے ہوش کیا۔ اب میں اسے گولی مارنے ہی والا تھا کہ آپ کی کال آ گئی۔ اوور"۔۔۔۔ جیمز نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"جیمز آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس ملک میں آ کر تم سب کی صلاحیتوں کو زنگ کیوں لگ گیا ہے۔ ایک شخص جو غیر مسلح ہے اس نے تمہارے چار مسلح افراد کو قتل کر دیا ہے اور تم نے بڑی مشکل سے اسے زیر کیا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ کیا اسی برتے پر ہم اتنا ب

آپریشن مکمل کریں گے۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"سر یہ کیپٹن حمید انتہائی خطرناک شخص ثابت ہوا ہے۔ میں تو خود اس کی پھرتی اور چستی پر حیران رہ گیا ہوں۔ اوور"۔۔۔۔ جیمز نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں ایسے شخص سے خود بات کرنا چاہتا ہوں جسے تم جیسا آدمی خطرناک کہہ رہا ہے تم اسے لے کر فوراً میرے پاس پہنچ جاؤ۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر۔ میں ابھی حاضر ہو جاتا ہوں۔ اوور"۔۔۔۔ جیمز نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ شلماک نے کہا تو جیمز نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔ الماری بند کر کے وہ کیپٹن حمید کی طرف بڑھا جو بدستور بے ہوش پڑا تھا اس کے قریب جا کر اس نے اس کی بے ہوشی کے بارے میں اطمینان کیا اور پھر اسے اٹھا کر کندھے پر لادا اور کمرے کی دائیں دیوار میں موجود ایک چھوٹے سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ روازہ کھول کر وہ ایک راہداری میں آ گیا پھر راہداری کے آخر میں وجود سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کے آخر میں ایک دروازہ تھا س نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے لمحے روازہ کھل گیا اور ایک مسلح نوجوان نے باہر جھانکا پھر باس کو دیکھ کر وہ مودب ہو گیا۔

"اسے لے جا کر باہر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دو اور پچھلے کمرے موجود لاشیں بھی ٹھکانے لگا دو"۔۔۔۔ باس نے کہا۔

نوجوان نے اس کے کندھے سے کیپٹن حمید کو لے لیا اور تی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ باس تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک اور کمر میں داخل ہوا اس نے الماری میں رکھے ہوئے ایک اور ٹرانسیٹر مخصوص فریکونسی سیٹ کی اور پھر اس کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"باس سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ اس نے بارعب لہجے میں کہا۔

"الیون تھری سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آو ابھری۔

"الیون تھری ٹارگٹ زیرو پر سپلائی پہنچ گئی ہے رپورٹ دو اوور"۔۔۔۔ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر آج صبح سپلائی پہنچا دی گئی ہے۔ اوور"۔۔۔۔ الیون تھ نے جواب دیا۔

"ٹارگٹ زیرو سے کوئی رپورٹ ملی ہے۔ اوور"۔۔۔۔ باس۔ اس بار قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔

"یس باس ٹارگٹ زیرو کے افراد چیف باس سے بات کرنا چا ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ الیون تھری نے جواب دیا۔

"چیف باس سے کیوں۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے چونکتے ہو۔ پوچھا۔

"معلوم نہیں سر کوئی ایمرجنسی بات ہے۔ اوور"۔۔۔۔ الیون تھری نے جواب دیا۔

"او کے ٹھیک ہے میں چیف باس سے خود بات کر لیتا ہوں تم دیگر ٹارگٹس پر سپلائی پہنچانے کے انتظامات کرو۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر سر۔ اوور"۔۔۔۔ الیون تھری نے جواب دیا۔

"دیکھو تمام کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہئے۔ اگر ایک بھی سپلائی لیک آؤٹ ہو گئی تو تمام کام درہم برہم ہو جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ باس نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس۔ ہمارا مشن انتہائی کامیابی سے مکمل ہو جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ الیون تھری نے یقین دہانی کراتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ باس نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر بند کر کے وہ کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ہائی وے پر اکا دکا کاریں نظر آ رہی تھیں۔ دارالحکومت سے ۲ میل دور پٹرول پمپ پر موجود بوائے نے ایک سرخ رنگ کی اسپورٹس کار پٹرول پمپ کی باؤنڈری میں داخل ہوتے دیکھی تو وہ چونک کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا کافی دیر کے بعد کوئی گاہک آیا تھا۔ اس لئے وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مستعد نظر آ رہا تھا۔ کار رکتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا کار میں ایک نوجوان شخص سٹیرنگ پر بیٹھا تھا اس کا چہرہ اس قدر خوفناک اور پر ہیبت تھا کہ لڑکا نظر بھر کر اسے نہ دیکھ سکا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے نشان نمایاں تھے آنکھوں میں بلڈاگ کی سی چمک تھی۔

"پٹرول بھر دو"۔۔۔۔ کار والے نے تحکمانہ لہجے میں بوائے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"او کے سر"۔۔۔۔ بوائے نے پھرتی سے حکم کی تعمیل کی اور پٹرول بھرنے میں مصروف ہو گیا۔ کار والا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ اس نے

ایک طائرانہ نظر پٹرول پمپ کی عمارت پر ڈالی اور پھر اسے ایک کونے میں پبلک فون بوتھ نظر آ گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا پبلک بوتھ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے سکہ ڈال کر رسیور اٹھا لیا۔ وہ بوتھ کے ساتھ شانہ لگائے کھڑا تھا اور اس کی نظریں کار اور بوائے پر جمی ہوئی تھیں چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ضارب سپیکنگ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"ڈاگ سپیکنگ دس اینڈ"۔۔۔۔ قوی ہیکل شخص نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"کون ڈاگ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے قدرے نرم لہجے میں پوچھا گیا۔

"سپر آپریشن"۔۔۔۔ ڈاگ نے بدستور سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ساری۔ رانگ نمبر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈاگ نے مسکراتے ہوئے کنکشن آف کیا اور پھر دوبارہ سکے ڈال کر نمبر ملانے لگا جلد ہی دوبارہ رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو ضارب سپیکنگ"۔۔۔۔ وہی کرخت آواز دوبارہ سنائی دی۔

"سپر آپریشن ڈاگ سپیکنگ"۔۔۔۔ قوی ہیکل شخص نے وہی فقرہ دوہراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ نے کہاں سے فون کیا ہے مسٹر ڈاگ"۔۔۔۔ اس بار

دوسری طرف سے بولنے والا کا لہجہ مودبانہ تھا۔

"ہائی وے پبلک بوتھ سے"۔۔۔ ڈاگ نے جواب دیا۔

"چیف باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں جناب"۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میں آرہا ہوں دارالحکومت سے صرف سو میل دور ہوں کیا تمام پروگرام تیار ہے"۔۔۔ ڈاگ نے بدستور کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں جناب۔ پروگرام تیار ہے صرف آپ کی کمی ہے"۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"ہیڈ کوارٹر کی نگرانی تو نہیں ہو رہی"۔۔۔ ڈاگ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب ہم اتنے بے خبر نہیں ہیں ہیڈ کوارٹر انتہائی خفیہ ہے۔ آپ بے فکر ہو کر آجائیں"۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی سپاٹ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"اوکے میں آرہا ہوں"۔۔۔ ڈاگ نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا اور بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"بوائے نے پٹرول ڈالنے کے ساتھ ساتھ کار کی صفائی بھی کر دی تھی اور اب وہ بل ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ ڈاگ نے ایک نظر بل پر ڈالی اور پھر جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر بوائے کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا باقی تم خود رکھ لینا"۔۔۔ بوائے کا ہاتھ کانپنے لگا کیونکہ نوٹ اتنا بڑا تھا کہ بل کی رقم کاٹنے کے باوجود اس کی دو ماہ کی تنخواہ نکل آتی

تھی اس نے بڑی مستعدی سے ڈاگ کو سلام کیا اور پھر جیسے ہی ڈاگ نے کار آگے بڑھائی۔ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ اتنی بڑی بخشش اسے زندگی میں پہلی بار ملی تھی اس لئے اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی تھی اس کی نظریں اب بھی دارالحکومت کی طرف تیزی سے بڑھی جانے والی سرخ سپورٹس کار پر جمی ہوئی تھیں۔ جب کار اس کی نظروں سے غائب ہو گئی تو وہ عمارت سے نکل کر تیزی سے فون بوتھ کی جانب بڑھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک لفافہ نکال کر جس میں سفید رنگ کا پاؤڈر تھا ڈائل پر چھڑک دیا۔ پاؤڈر لگتے ہی نمبروں پر ڈاگ کی انگلیوں کے نشان ابھر آئے اسے معلوم ہو گیا کہ ڈاگ نے کون سے نمبروں پر رنگ کیا تھا۔ نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد اس نے جیب سے رومال نکال کر ڈائل کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر جیب سے سکہ نکال کر فون پیس میں ڈالا اور رسیور اٹھا کر اور نمبر گھمانے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"زیرو سروس"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک سپاٹ آواز سنائی دی۔

"نمبر تھرٹین تھاؤزنڈ سپیکنگ۔ رپورٹ لکھوانی ہے"۔۔۔ لڑکے نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا رپورٹ ہے"۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے پوچھا۔

"ابھی ابھی ایک مجرم صورت شخص سرخ رنگ کی سپورٹس کار

میں دارالحکومت کی طرف گیا ہے اس نے پبلک بوتھ سے زیرو فو تھری ایٹ فائیو پر فون کیا ہے۔ وہ اپنا نام ڈاگ بتا رہا تھا اور کسی پروگرام کے بارے میں بات کر رہا تھا اس نے کوڈ بھی دوہرایا تھا"۔۔۔۔ لڑکے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نے اپنا نام ڈاگ بتایا تھا"۔ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"جی ہاں پبلک بوتھ کا دروازہ ٹوٹا ہوا ہے اس لئے الفاظ صاف سنائی دے رہے تھے"۔۔۔۔ لڑکے نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"اس کا حلیہ بتاؤ"۔۔۔۔ سوال کیا گیا۔

"چھ فٹ دو انچ قد۔ ورزشی جسم چہرہ خوفناک۔ دائیں کان کے نیچے لمبا زخم کا نشان اور اور خاص بات یہ کہ اس کی ایک بھوں دوسری کی نسبت موٹی تھی"۔۔۔۔ لڑکے نے تفصیل سے حلیہ بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اور کوئی بات"۔۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں جناب"۔۔۔۔ لڑکے نے کہا اور رسیور رکھ کر بوتھ سے نکل گیا۔

کرنل فریدی ڈرائنگ روم میں بیٹھا کسی ضخیم کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ پاس رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ کرنل فریدی نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ہارڈ اسٹون سپیکنگ"۔۔۔۔ اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"زیرو سکس فرام زیرو فورس سر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی کے لہجے میں قدرے نرمی آگئی۔

"سر دو رپورٹیں ہیں ایک تو یہ کہ ڈاگ نامی مجرم دارالحکومت میں داخل ہوا ہے۔ نمبر تھرٹین تھاؤزنڈ نے اطلاع دی ہے"۔ زیرو سکس نے کہا۔

"ڈاگ کیا تمہیں صحیح رپورٹ ملی ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے

نمایاں طور پر چونکتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں جناب رپورٹ میں ڈاگ ہی بتایا گیا ہے۔ نمبر تھرٹین تھاؤزنڈ دارالحکومت سے سو میل دور ایک پٹرول پمپ پر ملازم ہے یہ شخص وہاں آیا اس نے فون کیا اور اپنا نام ڈاگ بتایا"۔ زیرو سکس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ دیگر تفصیلات بتاؤ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"سر اس نے جس نمبر پر بات کی ہے وہ بھی رپورٹ میں بتایا گیا ہے یہ فون نمبر پرنس ضرغام کا ہے اور دارالحکومت آفس کا ہے"۔ زیرو سکس نے بتایا۔

"اوہ واقعی اچھی رپورٹ ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"سر اس کی کار ٹریس کر لی گئی ہے۔ یہ کار لالہ زار کالونی کی کوٹھی نمبر تین سو پندرہ میں موجود ہے۔ زیرو فورس اس کوٹھی کی نگرانی کر رہی ہے"۔۔۔۔ زیرو سکس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ دوسری رپورٹ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے پوچھا۔

"سر شمالی حصے میں ایک ٹرک ٹریس کیا گیا ہے جس میں بم چھپائے گئے تھے۔ ٹرک ڈرائیور ٹرک چھوڑ کر بھاگ گیا ہے مگر زیرو فورس نے اسے ٹریس کر لیا ہے اس کی نگرانی کی جا رہی ہے آپ کے احکامات کا انتظار ہے"۔۔۔۔ زیرو سکس نے جواب دیا۔

"ڈاگ کی سختی سے نگرانی کرو۔ اس کی مجھے تفصیلی رپورٹ ملنی چاہئے۔ ڈرائیور کو زیرو ہیڈکوارٹر بلا کر اس سے تفصیلی معلومات حاصل کرو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اسے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"۔۔۔۔ زیرو سکس نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی کرنل فریدی نے رسیور رکھ دیا وہ کچھ دیر خاموشی سے بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے کتاب ریک میں رکھی اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی کے گیٹ سے باہر آگئی۔ اس نے دیکھا کہ زیرو فورس کے افراد بڑی باقاعدگی سے کوٹھی کی نگرانی کر رہے تھے۔ گو ان کا انداز بڑا خفیہ تھا مگر ظاہر ہے کہ اپنی فورس کے آدمی کرنل فریدی سے کہاں چھپ سکتے تھے۔

کرنل فریدی کی کار انتہائی تیز رفتاری سے شہر کی سڑکوں پر گھومتی ہوئی سپر ہائی وے پر پہنچ گئی۔ یہاں کاروں کا ایک سمندر سا تھا جو انتہائی تیز رفتاری سے بہا چلا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس روڈ پر آہستہ کار چلانا جرم تھا۔ کرنل فریدی کی کار بھی فراٹے بھرنے لگی تھی اس کا رخ دارالحکومت کے شمالی حصے کی طرف تھا۔ جہاں اس کی اطلاع کے مطابق پرنس ضرغام نے تفریح کے لئے اڈہ بنایا ہوا تھا۔ کرنل فریدی کو کافی عرصے سے اس اڈے کے متعلق اطلاع تھی مگر چونکہ وہ کسی کے ذاتی معاملات میں بغیر کسی خاص وجہ کے مداخلت نہیں کرتا تھا اس لئے پرنس ضرغام کو بھی آج تک علم نہ ہو سکا تھا کہ اس کی خفیہ تفریح گاہ کرنل فریدی کے علم میں ہو گی۔

ڈاگ کے ساتھ پرنس ضرغام کا نام آتے ہی اس کے ذہن میں اسی تفریح گاہ کا خیال آگیا تھا اور کرنل فریدی نے سوچا کہ شاید ضرغام اپنی اسی تفریح گاہ میں روپوش ہو۔ کاروں کے سمندر میں کاریں صرف اسی وقت رکتی تھی جب کسی چوک پر ٹریفک سگنل آجاتا تھا۔ سپرہائی وے پر بہت کم ٹریفک سگنل تھے اس لئے ایک ٹریفک سگنل سے دوسرے ٹریفک سگنل تک بے حد فاصلہ تھا۔ کافی دور آگے ٹریفک سگنل نظر آنے لگا تھا۔ کرنل فریدی نے کار کی رفتار آہستہ کرنی شروع کر دی۔ کیونکہ اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ اس کے وہاں پہنچنے تک سگنل سرخ ہو جائے گا اور وہی ہوا جیسے ہی کرنل فریدی کا کار سگنل کے قریب پہنچی سگنل کی زرد بتی جل اٹھی اور پھر فوراً ہی سرخ ہو گئی اور کرنل فریدی نے کار روک لی۔ اس کے پیچھے کاروں کی ایک طویل قطار لگ گئی۔ کرنل فریدی نے بیک مرر پر نظر ڈالی تو اس کے پیچھے سیاہ رنگ کی ایک شیورلیٹ کار تھی جسے ایک غیر ملکی لڑکی چلا رہی تھی۔ کرنل فریدی نے ایک اچٹتی سی نظر اس کے سراپے پر ڈالی اور پھر آگے دیکھنے لگا کیونکہ کسی بھی لمحے سگنل کی بتی دوبارہ زرد ہونے والی تھی۔ اسی لمحے کرنل فریدی کے پیچھے موجود سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کی ڈرائیور غیر ملکی لڑکی نے بڑی احتیاط سے ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی اس شیورلیٹ کے اگلے دونوں ٹائروں کے درمیان سے ایک نال باہر نکلی اور تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی کرنل فریدی کی لنکن کے سائلنسر کے ساتھ لگ گئی۔ جیسے ہی نال

سائلنسر کے ساتھ لگی۔ ڈیش بورڈ پر سبز رنگ کی بتی جل اٹھی۔ لڑکی نے بڑی پھرتی سے دو بٹن اور دبا دیئے اور سبز بتی فوراً سرخ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی نال انتہائی تیزی سے واپس شیورلیٹ کے اندر غائب ہو گئی اور بتی بجھ گئی۔

لڑکی نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ سگنل کی بتی زرد ہو چکی تھی۔ کرنل فریدی نے کار آگے بڑھا دی تھی۔ پھر سبز سگنل ہوتے ہی اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ لڑکی کی کار بھی اس کے پیچھے چلتی ہوئی خاصی تیز رفتاری سے اس کے قریب سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ کرنل فریدی کی کار اب آگے بڑھتے بڑھتے اب سائیڈ میں ہونا شروع گئی تھی کیونکہ تھوڑی دور آگے جا کر اس نے دائیں طرف مڑنا تھا۔ پھر موڑ کے قریب آکر اس نے بریک مار کر کار کی رفتار آہستہ کی اور موڑ کاٹ کر جیسے ہی اس نے ایکسیلیٹر دبایا ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور لنکن کے پرزے ہوا میں اڑتے ہوئے دور دور تک بکھر گئے۔

"یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جس میں ایک میز کے گرد چار کرسیاں موجود تھیں جن میں سے ایک کرسی پر پرنس ضرغام بیٹھا تھا۔ دوسری کرسی پر ڈاگ اور تیسری پر سیکنڈ باس جیمز موجود تھا۔ چوتھی کرسی خالی تھی وہ تینوں خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے کہ دروازہ کھلا اور شلماک اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر نقاب موجود تھا۔ وہ تیر کی طرح چلتا ہوا سیدھا چوتھی کرسی کی طرف آیا اور پھر اس کے بیٹھتے ہی سیکنڈ باس نے بات شروع کر دی۔

"چیف باس ٹارگٹ زیرو پر سپلائی پہنچ گئی ہے"۔ سیکنڈ باس نے کہا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ شلماک نے بڑے سنجیدہ انداز میں ہنکارا بھرا۔

"ٹارگٹ زیرو کے افراد آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں ایمرجنسی لائن پر"۔۔۔۔ سیکنڈ باس نے دوبارہ کہا۔

"ٹھیک ہے میں بات کر لوں گا کچھ اور"۔۔۔۔ شلماک نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"سر کیپٹن حمید ہیڈ کوارٹر میں موجود ہے"۔۔۔۔ سیکنڈ باس نے رپورٹ دی۔

"کیا وہ بے ہوش ہے"۔۔۔۔ شلماک نے چونک کر پوچھا۔

"یس سر اسے طویل بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا گیا ہے"۔ سیکنڈ باس نے جواب دیا۔

"کیا یہ وہی کیپٹن حمید ہے جو کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہے"۔ اچانک ڈاگ درمیان میں بول پڑا۔

"ہاں وہی ہے"۔۔۔۔ شلماک کی بجائے جیمز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ پھر تو انتہائی اہم مہرہ ہاتھ لگ گیا ہے ہم اس کے ذریعے کرنل فریدی کو بلیک میل کر سکتے ہیں"۔۔۔۔ ڈاگ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں پہلے میں نے یہی سوچا تھا مگر کچھ واقعات ایسے ہو گئے کہ مجھے کرنل فریدی کو ختم کرانا پڑا"۔۔۔۔ شلماک نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب کیا کرنل فریدی ختم ہو گیا ہے"۔۔۔۔ ڈاگ کے ساتھ ساتھ پرنس ضرغام اور جیمز نے بیک وقت چونک کر پوچھا۔

"ہاں میں نے سپر ہائی وے پر ٹائم پن کے ذریعے اس کی کار اڑوا دی ہے"۔۔۔۔ شلماک کے لہجے میں فخر کا عنصر نمایاں تھا۔

"ٹائم پن۔ یہ کیا چیز ہوتی ہے"۔۔۔۔۔ ڈاگ نے پوچھا۔

"مسٹر ڈاگ آپ ہمارے گروپ میں نئے آئے ہیں اس لئے بہت سی باتوں کا آپ کو علم نہیں ہے۔ ہمارے گروپ نے باقاعدہ سائنس دانوں کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں جو ہمارے لئے ایسی ایجادات کرتے رہتے ہیں۔ ٹائم پن بھی ایسی ہی ایک ایجاد ہے یہ کسی بھی کار کے سائلینسر میں دھکیل دی جاتی ہے اور سائلینسر کے اندر سے انجن میں پہنچ جاتی ہے پھر جب کار کو بریک لگا کر دوبارہ ایکسیلیٹر دیا جائے تو یہ پن پھٹ جاتی ہے اور اس کے اندر موجود انتہائی طاقتور مگر انتہائی چھوٹا بم پھٹ جاتا ہے اور کار کے پرزے فضا میں بکھر جاتے ہیں۔ اسی پن کے ذریعے کرنل فریدی کی کار کو اڑایا گیا ہے"۔۔۔۔۔ شلماک نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کیا اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ کرنل فریدی ختم ہو چکا ہے"۔۔۔۔۔ ڈاگ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"کار میں کرنل فریدی اکیلا تھا اور کار پھٹنے کے ساتھ ہی اس کے جسم کے چیتھڑے بھی اڑ گئے ہوں گے اس میں تصدیق کی کون سی بات ہے"۔۔۔۔۔ شلماک نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر باس کرنل فریدی کو یوں اچانک ختم کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی جب کہ پہلے آپ نے اس خیال کی مخالفت کی تھی"۔۔۔۔۔ جیمز نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں پہلے میں اس بات کا مخالف تھا کہ کرنل فریدی سے براہ

راست ٹکر لی جائے مگر اب پوزیشن بدل گئی تھی۔ کرنل فریدی نے ہماری سپلائی ٹریس کر لی تھی"۔۔۔۔۔ شلماک نے جواب دیا۔

"سپلائی ٹریس کر لی تھی"۔۔۔۔۔ سب کے چہرے اچانک زرد پڑ گئے۔

"ہاں ٹارگٹ الیون پر جانے والا ایک ٹرک پکڑا گیا اس کے ڈرائیور کی نگرانی ہو رہی تھی کہ یہ بات کرنل فریدی کے علم میں آ گئی۔ میں نے فوری ایکشن لیا اور ڈرائیور کو ختم کر دیا گیا۔ ٹرک اڑا دیا گیا مگر اس کے باوجود کرنل فریدی کو راہ مل گئی تھی اس لئے کرنل فریدی کا خاتمہ ضروری ہو گیا تھا"۔۔۔۔۔ شلماک نے کہا۔

"اوہ واقعی یہ تو بہت ضروری ہو گیا تھا"۔۔۔۔۔ جیمز نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"دوسری بات یہ کہ کرنل فریدی کو مسٹر ڈاگ کی آمد کے متعلق پتہ چل گیا تھا اور اسے یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ مسٹر ڈاگ نے پرنس ضرغام سے بات کی ہے"۔۔۔۔۔ شلماک نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

"میرے متعلق علم ہو گیا تھا"۔۔۔۔۔ پرنس ضرغام اچھل پڑا۔

"ہاں جس پٹرول پمپ سے مسٹر ڈاگ نے ہیڈ کوارٹر فون پر بات کی تھی وہاں کا لڑکا کرنل فریدی کی زیرو فورس کا کارکن تھا۔ اس نے مسٹر ڈاگ کا حلیہ کار نمبر اور ان نمبروں کے متعلق بھی رپورٹ دی تھی جو مسٹر ڈاگ نے ڈائل کئے تھے"۔۔۔۔۔ شلماک نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ویری سیڈ"۔۔۔۔ ڈاگ نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس کے ساتھ ہی میزان کالونی کی کوٹھی بھی ٹریس کر لی گئی تھ
چنانچہ مجھے فوری نوٹس پر آپ سب کو یہاں بلانا پڑا اور کوٹھی خالی کر
دی گئی"۔۔۔۔ شلماک نے بتایا۔

"پھر تو واقعی کرنل فریدی کا خاتمہ بہت ہی ضروری تھا"۔ سیکنڈ باس
نے کہا۔

"اس کے علاوہ میں نے یہاں کا ایک بے وقوف امیر پھانسا تھا گ
اس کے ذریعے کرنل فریدی نے میزان کالونی کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چ
لیا چنانچہ اسے بھی فوری ختم کرنا پڑا"۔۔۔۔ شلماک نے مزید بتایا۔

"مگر باس آپ کو کیسے علم ہوا کہ کرنل فریدی کو سب اطلاعات
چکی ہیں"۔۔۔۔ ڈاگ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شلماک نے کبھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں مسٹر ڈاگ۔ میں
یہاں آتے ہی سب سے پہلے کرنل فریدی کے ڈارئنگ روم میں جہ
اس کا فون موجود ہوتا ہے پوائنٹ زیرو کا ٹرانسمیٹر زمین میں ایسی
رکھوا دیا تھا جہاں صوفے کا پایہ تھا۔ ٹرانسمیٹر فٹ کر کے صوفہ اسی
دوبارہ رکھ دیا گیا۔ اس طرح وہ ٹرانسمیٹر چھپ گیا اور ڈارئنگ روم
پیدا ہونے والی ہر آواز ہمارے ہیڈ کوارٹر میں ٹیپ ہونی شروع ہو گ
اسی ٹرانسمیٹر کا کمال ہے کہ کرنل فریدی کے فون پر ہونے والی
گفتگو ہمارے پاس پہنچ گئی اور میں نے فوری اقدامات کر لئے
شلماک نے انتہائی فخریہ لہجے میں بتایا۔

"ویری گڈ۔ چیف باس فتح یقیناً آپ کے قدم چومے گی"۔ ڈاگ نے انتہائی متاثر لہجے میں جواب دیا۔

"فتح کا دوسرا نام شلماک ہے مسٹر ڈاگ اور پرنس اب آپ کھلے عام کام کریں۔ کرنل فریدی اب ختم ہو چکا ہے کیپٹن حمید ہمارے قابو میں ہے اب ہمیں کسی کا خوف نہیں ہونا چاہئے آپ کو اپنے کام کا علم ہے"۔۔۔۔ شلماک نے کہا۔

"یس باس مجھے اچھی طرح علم ہے اور آپ دیکھتے جائیں کہ میں کیا کرتا ہوں اس ملک میں آگ لگا دوں گا ایسی آگ جو صدیوں تک دہکتی رہے گی"۔۔۔۔ پرنس ضرغام نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جیمز آپ کی مدد کریں گے"۔۔۔۔ شلماک نے جواب دیا۔

"ہاں تو مسٹر ڈاگ کیا آپ اپنے مشن کی تکمیل کے لئے تیار ہیں"۔۔۔۔ شلماک نے ڈاگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں مکمل تیاری کے ساتھ آیا ہوں باس آپ کو مایوسی نہیں ہو گی"۔۔۔۔ ڈاگ نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسے ہی سپلائی مکمل ہو گئی ہم سپر آپریشن شروع کر دیں گے۔ سپر آپریشن کے لئے ابتدائی حالات تیار کرنے آپ کا کام ہے"۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھ یہ سب لوگ کرسیوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"آپ میرے ساتھ آئیں مسٹر ڈاگ"۔۔۔۔ شلماک نے ڈاگ سے کہا اور پھر وہ ڈاگ کو ہمراہ لئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کیپٹن حمید کو اچانک ہوش آگیا وہ پہلے تو کافی دیر خالی الذہنی کے عالم میں رہا پھر آہستہ آہستہ اس کے شعور پر گزشتہ واقعات کے نقوش ابھرنے لگے اور جب اس کا شعور مکمل طور پر جاگ اٹھا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک خاصے بڑے کمرے کے ایک کونے میں موجود تھا کمرے میں کسی قسم کا فرنیچر نہیں تھا اور اس کا اکلوتا دروازہ بھی باہر سے بند تھا اس دروازے کے علاوہ کمرے میں نہ کوئی اور دروازہ تھا اور نہ کھڑکی۔ کمرے کے اندر چھت کے قریب بجلی کا ایک بلب روشن تھا۔ کیپٹن حمید فرش پر بیٹھا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اٹھ کر کھڑا ہوا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے رک کر باہر سے آہٹ لینے کی کوشش کی۔ مگر باہر مکمل خاموشی تھی۔ اس نے دروازے میں موجود آٹومیٹک لاک کو دیکھنے کی کوشش کی مگر اسے مایوسی ہوئی تھی۔

اس دروازے میں باہر سے پرانے زمانے کی کنڈی لگی ہوئی تھی جسے اندر سے کھولنا ناممکن تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہیں کہ اچانک اسے کہیں قریب سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے عمارت کے اندر کہیں گولیاں چلی ہوں۔ کیپٹن حمید دروازے سے کان لگائے کھڑا تھا مگر اب عمارت پر مستقل خاموشی چھائی ہوئی تھی وہ قدرے مایوس ہو گیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔ جب راہداری میں قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں تھیں۔ آنے والے دو تھے اور ان کا رخ اسی کمرے کی طرف تھا جس میں کیپٹن حمید موجود تھا۔ پھر قدموں کی آوازیں کمرے کے سامنے آکر رک گئیں باہر سے کنڈی کھلنے کی آواز سنائی دی۔

کیپٹن حمید بڑی آہستگی سے دروازے کی اوٹ میں دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا وہ آنے والوں پر حملے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ کنڈی کھلتے ہی دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا اور پھر دو افراد تیزی سے اچھل کر اندر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گن تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے کیپٹن حمید نے اچانک جھپٹا مارا اور ایک کے ہاتھ سے مشین گن یوں اچک لی جیسے بندر کسی بچے کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا اچک لیتے ہیں۔ مگر دوسرے لمحے اس کے ہاتھ پر ایک زوردار ضرب لگی اور مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ دوسرے آدمی نے انتہائی پھرتی کا ثبوت دیا تھا۔ کیپٹن حمید کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس شخص کے جسم میں بجلی بھری ہوئی ہو جیسے ہی

مشین گن اس کے ہاتھ سے نکلی دوسرے آدمی نے مشین گن اس کے سینے سے لگا دی مگر کیپٹن حمید کے ذہن پر تو چھپکلی سوار ہو چکی تھی اس نے مشین گن کی پرواہ کئے بغیر اچھل کر پوری قوت سے مشین گن بردار کے پیٹ میں لات مارنے کی کوشش کی مگر مشین گن بردار نے بڑی پھرتی سے وار بچالیا۔ دوسرا آدمی کیپٹن حمید پر حملہ کرنے کے لئے اچھلنے ہی والا تھا کہ مشین گن بردار نے کہا۔

"ڈاگ تم ایک طرف ہٹ جاؤ کیپٹن حمید سے میری پرانی یاد اللہ ہے میں اس سے خود نمٹ لوں گا"۔۔۔۔ دوسرا شخص خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا۔ کیپٹن حمید کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے اس شخص کی آواز پہلے کہیں سنی ہوئی ہو۔ مشین گن دوبارہ اس کے سینے سے لگ چکی تھی۔

"کرنل فریدی مر چکا ہے کیپٹن حمید اس لئے تمہاری جدوجہد فضول ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے ساتھ شامل ہو کر کرنل فریدی کی شان شایان کفن دفن کا بندوبست کرو"۔۔۔۔ مشین گن بردار نے اس بار بڑے شوخ لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ کرنل فریدی کو مارنے کی حسرت میں بڑے بڑے مجرم ا گردنیں تڑوا بیٹھے ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"بہرحال مجھے تو یہی اطلاع ملی ہے اور شلماک کو کبھی غلط اطلاع نہیں دی گئی"۔۔۔۔ مشین گن بردار نے کہا۔

"تم شلماک ہو۔ یہاں کتنے شلماک موجود ہیں"۔۔۔۔ کیپٹن حمید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"شلماک پوری دنیا میں صرف ایک ہے۔ کسی دوسرے شلماک کو پیدا ہونے کی جرات نہیں ہو سکتی"۔۔۔۔ مشین گن بردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں مسٹر ڈاگ آپ کا کیا خیال ہے"۔۔۔۔ اچانک شلماک نے ڈاگ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ ڈاگ نے جواب دیا۔ ادھر کیپٹن حمید اس موقع کی تلاش میں تھا کیونکہ جیسے ہی شلماک نے گردن موڑ کر ڈاگ سے بات کی۔ کیپٹن حمید نے پوری قوت سے شلماک کے اس ہاتھ پر جوڈو کا وار کیا۔ جس میں اس نے مشین گن پکڑ رکھی تھی۔ کیپٹن حمید کے اچانک وار سے مشین گن اچھل کر دور جا گری اور پھر کیپٹن حمید نے بجلی کی سی تیزی سے شلماک پر حملہ کر دیا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے گھمانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر شلماک تو کسی چٹان کی طرح کھڑا تھا۔ کیپٹن حمید کا یہ وار جیسے ہی خالی گیا۔ شلماک نے اچانک کھڑی ہتھیلی اس کے پہلو میں ماری اور کیپٹن حمید اچھل کر دو فٹ دور جا گرا۔ ضرب انتہائی زوردار تھی۔ مگر شاید کیپٹن حمید کی خوش بختی تھی کہ وہ جہاں گرا وہاں ڈاگ کی مشین گن پڑی تھی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن اٹھائی اور پھر اس کا رخ ان دونوں کی طرف کر دیا۔ وہ ایسی پوزیشن میں تھا کہ شلماک اور ڈاگ دونوں کے بچنے کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور کیپٹن حمید انہیں کوئی موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے اس نے پلک جھپکنے کی دیر کئے بغیر ٹریگر دبا دیا۔

کرنل فریدی نے جیسے ہی ایکسیلیٹر دبایا۔ کار میں ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر کار کے پرزے بکھر کر فضا میں اڑنے لگے۔ کرنل فریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کار کی سیٹ سمیت فضا میں اڑتا چلا گیا ہو۔ بس اتنا اسے یاد تھا۔ اس کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ہسپتال میں پایا۔ اس نے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں اسی لمحے ڈاکٹر اس پر جھک گیا۔

"مبارک ہو کرنل آپ بچ گئے"۔۔۔۔ ڈاکٹر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ ڈاکٹر رحمان کیا میں زیرو فورس ہسپتال میں ہوں"۔ کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں آپ کی کار دھماکے سے پھٹ گئی تھی اور آپ سیٹ سمیت اڑتے ہوئے ایک دکان کے اندر جا گرے تھے۔ خوش قسمتی سے یہ

دکان زیرو فورس کے ایک کارکن کی تھی۔ اس کارکن نے بڑی پھرتی سے آپ کو دکان کے عقبی دروازے سے نکال کر فوری طور پر ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچا دیا۔ آپ کے سر پر شدید چوٹ آئی تھی۔ میں نے آپ کے سر کا آپریشن کیا۔ بظاہر آپ کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی کیونکہ آپ کے سر میں اندرونی چوٹیں آئی تھیں مگر خدا کا شکر ہے کہ آپریشن کامیاب رہا اور آپ ہوش میں آ گئے"۔۔۔۔ ڈاکٹر رحمان نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"میں کتنے عرصے بے ہوش رہا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ابھی آپ لیٹ جائیں۔ ابھی آپ کو مکمل آرام کی ضرورت ہے"۔۔۔۔ ڈاکٹر نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ڈاکٹر۔ میں ٹھیک ہوں آپ میری بات کا جواب دیں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کو حادثہ پیش آئے چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں"۔ ڈاکٹر رحمان نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ جائیں اور مجھے ایک ٹیلی فون سیٹ بھجوا دیں جلدی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ڈاکٹر رحمان تیزی سے واپس مڑا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نرس نے ٹیلی فون سیٹ لا کر بیڈ کے ساتھ تپائی پر رکھ دیا اور

خود خاموشی سے واپس مڑ گئی۔ اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد کرنل فریدی نے رسیور اٹھا لیا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"زیرو فورس"۔۔۔۔ دوسری طرف سے زیرو سکس کی آواز سنائی دی۔

"ہارڈ اسٹون"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سخت اور سپاٹ آواز میں کہا۔

"یس سر۔ آپ کو ہوش آ گیا سر خدا کا شکر ہے"۔ زیرو سکس کے لہجے میں مسرت کا عنصر نمایاں تھا۔

"زیرو سکس۔ رسمیات میں مت پڑو۔ رپورٹ دو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"سر حالات انتہائی خراب ہیں۔ اسلحے کا ٹرک اچانک تباہ کر دیا گیا ڈرائیور کو گولی مار دی گئی ہے اس طرح یہ سراغ ختم ہو گیا۔ آپ کی کوٹھی کی نگرانی جاری ہے۔ مگر کوئی مشکوک فرد وہاں نہیں آیا۔ بینک اور کوٹھی جس کی نگرانی کا حکم آپ نے دیا تھا وہاں بھی حالات بدستور ہیں"۔۔۔۔ زیرو سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن حمید کے متعلق کیا رپورٹ ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"کیپٹن حمید کا سراغ لگا لیا گیا ہے اس وقت کیپٹن حمید برنس کالونی کی کوٹھی نمبر دس میں ہیں۔ زیرو فورس نے کوٹھی مکمل طور پر گھیرے میں لے رکھی ہے اور بظاہر حالات پر سکون ہیں"۔۔۔۔ زیرو سکس نے

جواب دیا۔

"اس کوٹھی میں اور کون کون ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کچھ اور سوچتے ہوئے کہا۔

"زیرو فورس نے مالی کو اغوا کر کے اس کی جگہ اپنا کارکن بھیجا ہوا ہے اس کی رپورٹ ہے کہ کوٹھی کہ تہہ خانوں میں کچھ لوگ موجود ہیں۔ شبہ ہے کہ ڈاگ اور پرنس ضرغام بھی کوٹھی کے اندر موجود ہیں"۔۔۔۔ زیرو سکس نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اب وقت آگیا ہے کہ مجرموں کے خلاف فوری ایکشن لیا جائے۔ کوٹھی کے گرد کتنی فورس ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے پر خیال انداز میں پوچھا۔

"دس مسلح افراد ہیں"۔۔۔۔ زیرو سکس نے جواب دیا۔

"اوکے تم خود بھی وہاں پہنچ جاؤ میں آرہا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

کیپٹن حمید نے جیسے ہی مشین گن کا ٹریگر دبایا کمرہ شلماک کے زوردار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ مشین گن میں میگزین ہی موجود نہیں تھا۔

"اور ٹریگر دباؤ کیپٹن حمید شاید کہیں سے بھولی بھٹکی گولی نکل آئے اور تم شلماک کو قتل کرنے کا اعزاز حاصل کر سکو"۔۔۔۔ شلماک نے انتہائی شوخی بھرے لہجے میں کہا اور کیپٹن حمید نے جھنجلاہٹ میں مشین گن شلماک پر کھینچ ماری۔ شلماک نے پھرتی سے مشین گن جھپٹنا چاہی مگر اس سے پہلے کہ مشین گن اس کے ہاتھوں میں پہنچتی کیپٹن حمید نے بجلی کی سی تیزی سے شلماک پر حملہ کر دیا۔ چونکہ شلماک مشین گن کیچ کرنے میں مصروف تھا اس لئے وہ کیپٹن حمید کے وار سے بچ نہ سکا۔ کیپٹن حمید نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی تاکہ اسے شلماک پر وار کرنے کا موقع مل سکے اور وہ اپنے مقصد میں

کامیاب رہا تھا۔ کیپٹن حمید کی اچانک فلائنگ کک نے شلماک کو اچھال کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ کیپٹن حمید خود بھی نیچے گرا اور پھر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ادھر شلماک بھی اتنی ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیپٹن حمید نے ایک بار پھر اس کے سینے پر کک مارنے کی کوشش کی اب شلماک انتہائی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اور کیپٹن حمید اپنی ہی جھونک میں دیور سے ٹکرا کر پشت کے بل فرش پر جا گرا۔

"ذرا آرام سے لڑو کیپٹن حمید چوٹ لگ گئی تو لڑکیاں قریب نہیں آئیں گی"---- شلماک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شلماک کے اس ریمارک نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور کیپٹن حمید کا دماغ گھوم گیا اس نے انتہائی مہارت سے کراٹے کا ایک وار شلماک پر کرنا چاہا مگر شلماک کے قدموں تلے تو جیسے سپرنگ لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک بار بھی کیپٹن حمید کے وار کی زد میں نہیں آیا تھا۔ اس کے برعکس وہ کیپٹن حمید کو بچوں کی طرح پورے کمرے میں نچاتا پھر رہا تھا۔ ڈاگ بڑے اطمینان سے ایک طرف کھڑا یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا اس نے ایک بار بھی ان دونوں کے درمیان مداخلت نہیں کی تھی بلکہ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بچہ سرکس میں مسخروں کی اچھل کود سے محظوظ ہو رہا ہوا۔

"تھک جاؤ گے ننھے بچے۔ شلماک تمہارے بس کا روگ نہیں ہے"---- شلماک نے کیپٹن حمید کو چڑاتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید کوئی جواب دیتا۔ اچانک راہداری میں دوڑتے ہوئے

قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ شلماک اور ڈاگ کے ساتھ ہی کیپٹن حمید بھی چونک پڑا۔ قدموں کی آوازیں سنتے ہی شلماک اور ڈاگ نے مشین گنیں اٹھا لیں۔ اسی لمحے ایک آدمی ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"چیف باس۔ کوٹھی پر حملہ ہو گیا ہے نامعلوم حملہ آوروں نے پوری کوٹھی پر قبضہ کر لیا ہے آپ فوراً نکل چلیں"---- اس آدمی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"حملہ آوروں کا سردار کون ہے"---- شلماک نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔

"اس کا سر پٹیوں میں چھپا ہوا ہے اور وہ قدوقامت اور حلیے سے کرنل فریدی لگتا ہے"---- آنے والے نے جلدی سے بتایا۔

"مگر کرنل فریدی تو مر چکا ہے"---- ڈاگ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اوہ کرنل فریدی"---- حمید نے چونکتے ہوئے کہا۔ وہ چیتے کی سی پھرتی سے اچھل کر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ خبردار۔ اگر کسی نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی۔ کیپٹن حمید کا انداز انتہائی جارحانہ تھا۔

"کرنل فریدی تہہ خانوں میں نہیں پہنچ سکتا۔ اس لئے تم مطمئن رہو"---- شلماک نے مطمئن انداز میں کہا اور کیپٹن حمید تم خاموشی سے ایک طرف ہٹ جاؤ ورنہ' اس بار ڈاگ نے سخت لہجے میں اسے

مخاطب کیا۔

"تم میری لاش سے گزر کر یہاں سے جا سکتے ہو"۔۔۔۔ کیپٹن ?
نے اچانک دروازے سے باہر چھلانگ لگائی اور پھر اس سے پہلے
کوئی سمجھتا اس نے انتہائی پھرتی سے دروازہ باہر سے بند کر کے کنڈ
لگا دی۔ چونکہ اسے اطمینان تھا کہ مشین گن خالی ہے اس لئے وہ ا
اقدام کر گزرا تھا۔

"بے وقوف"۔۔۔۔ شلماک نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"چیف باس"۔۔۔۔ خبر لے کر آنے والے نے گھبرائے ہوئے لہجے
ں کچھ کہنا چاہا۔

"خاموش رہو"۔۔۔۔ شلماک نے انتہائی غصیلے لہجے میں اسے
ڑکتے ہوئے کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا راہداری بہت سے
ڑتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے گونجنے لگی۔

"آنے والے دوڑتے ہوئے اسی کمرے کی طرف ہی آ رہے تھے۔
سرے لمحے آوازیں دروازے کے سامنے آ کر رک گئیں۔

شلماک' ڈاگ اور تیسرا آدمی خاموشی سے دروازے کے سامنے
ے ہٹ کر ایک طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ دروازہ ایک
ھٹکے سے کھلا اور دوسرے لمحے چار افراد ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے
چھل کر اندر آ گئے۔ ان میں سب سے آگے کرنل فریدی اس کے

ساتھ کیپٹن حمید اور دو آدمی اور تھے۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار اگر حرکت کی تو بھون ڈالوں گا"۔۔۔۔۔ فریدی نے گرجدار لہجے میں ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہاں مجھے کوئی آگ وغیرہ نظر نہیں آ رہی جس پر بھونو گے ا کرنل فریدی آدم خور کب سے ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔ شلماک مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا اس کے لہجے میں ایسا اطمینان جیسے وہ دشمنوں میں نہیں دوستوں کے ساتھ کسی ہوٹل میں بیٹھا شپ کر رہا ہو۔

"تم شلماک ہو"۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔ اس لہجے میں انتہائی حیرت تھی۔

"جناب۔ آپ کا خادم شلماک عرف علی عمران ایم ایس سی۔ ایس سی (آکسن)"۔۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور اس کے ساتھ شلماک نے کنپٹی کے قریب چٹکی بھری اور ایک پتلی سی جھلی اس چہرے سے اترتی چلی گئی۔ اب وہاں شلماک کی بجائے علی عمران مسکرا رہا تھا۔ اس کی نظروں میں انتہائی شوخی تھی اور کرنل فریدی ا کیپٹن حمید دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ازلی احمق واقع ہو ہوں۔ اچانک کیپٹن حمید نے جھپٹ کر قریب کھڑے زیرو فورس آدمی سے ریوالور جھپٹا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس نے ریوالو رخ عمران کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ عمران کو شاید خواب میں

کیپٹن حمید سے اس اقدام کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے نتیجہ ظاہر ہے ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں سیدھی عمران کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

سپر آپریشن

عمران گذشتہ کئی دنوں سے فارغ تھا اور فارغ اوقات میں آج کل اس نے ایک نیا شغل اختیار کر رکھا تھا۔ وہ شہر سے دور پہاڑوں میں چلا جاتا اور کسی غار کے دہانے پر بیٹھ کر اپنا سانس روک کر یوگیوں کی طرح روحانی مشقیں شروع کر دیتا۔ کئی کئی گھنٹے اس طرح گزارنے کے بعد وہ جب واپس لوٹتا تو پہلے سے کہیں زیادہ ہشاش بشاش اور خوش و خرم ہوتا۔ آج بھی وہ مسلسل چار گھنٹے تک سانس کی ایک کڑی مشق کرنے کے بعد جب اٹھا اور پہاڑی سے اتر کر دامن میں کھڑی کار کے قریب پہنچا تو اچانک ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کی چھٹی حس نے خطرہ کا الارم بجانا شروع کر دیا۔ یوں تو اس کی چھٹی حس پہلے ہی کافی طاقت ور تھی مگر ایسی مشقیں کر کر کے اس نے اس کی طاقت مزید بڑھائی تھی اس لئے بظاہر ٹھیک ٹھاک کھڑی کار میں اسے خطرے کا احساس ہوا تو وہ ایک لمحے کے لئے رکا پھر کندھے جھٹک کر کار کے قریب پہنچ گیا۔

اس نے بڑی لاپرواہی سے ادھر ادھر دیکھا اور اپنا ہاتھ ہینڈل پر رکھ دیا وہ اسی عالم میں چند لمحے کھڑا رہا مگر اس کی انگلیاں تیزی سے ہینڈل کے ارد گرد سانپوں کی طرح گردش کرتی رہیں اور پھر اس کی انگلی ایک بال سے باریک تار کے ساتھ ٹکرا ہی گئی۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر دوسرے لمحے اس کی ناخن میں لگے ہوئے تیز بلیڈ کی دھار نے یہ تار کاٹ دیا۔ تار کٹتے ہی اس کی نگلی کو ہلکا سا جھٹکا ضرور لگا مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اور پھر ایک جھٹکے سے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کی اندرونی طرف پلاسٹک ٹیپ سے چمٹا ہوا طاقت ور بم اکھاڑا اور پھر اس کا فیوز اڑا کر اسے لاپرواہی سے باہر پھینک دیا۔ اس کی چھٹی حس نے آج اسے ایک یقینی موت سے بچا لیا تھا اگر وہ تار کو توڑے بغیر یوں ہی دروازہ کھول لیتا تو وہ طاقتور بم کار کے ساتھ ساتھ اس کے جسم کے بھی ہزاروں ٹکڑے اڑا دیتا۔ اس تمام کارروائی میں چھٹی حس کے ساتھ ساتھ اس کی تیز نظروں اور قوت کا فیصلہ کا بھی بڑا دخل تھا۔ چھٹی حس تو صرف اتنا کام کرتی ہے کہ احساس دلا دیتی ہے کہ کہیں کوئی خطرہ موجود ہے مگر باقی کام قوت مشاہدہ اور قوت فیصلہ کا ہوتا ہے دراصل جیسے ہی عمران کو احساس ہوا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ اس کی تیز نظروں نے چمکدار ہینڈل پر ایک دھبے کو تاڑ لیا گو عام نظروں کے لئے یہ دھبہ انتہائی معمولی اور ناقابل توجہ ہوتا مگر یہ عمران تھا جس کی تیز نظریں سانپ کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی تھیں بس اس دھبے کے مشاہدے کے بعد باقی کام اس کی

نظروں اور قوت مشاہدہ نے سرانجام دے دیا اور اس طرح عمران ا
اطمینان سے کار میں بیٹھا واپس شہر کی طرف آ رہا تھا مگر اب اس
ذہن اس ادھیڑبن میں مصروف تھا کہ اس کی کار میں بم فٹ کرنے وا
کون ہے اور اس کا مقصد کیا ہے بہرحال اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کوئ
نیا کیس شروع ہو چکا ہے۔ مجرموں کے متعلق وہ ابھی سے اندازہ لگا
میں مصروف تھا اور اسے یہ سوچ کر خاصی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ
مجرم اس کی معیار کے مطابق ہیں جنہوں نے آغاز میں ہی اس پ
خوفناک حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے عمران کی عجیب نفسیات تھی کہ
وہ ایسے مجرموں کو ذہنی طور پر پسند کرتا تھا جو منظم انداز میں اپنی طاقت
کا مظاہرہ کرتے تھے اور خاصے تیز واقعی ہوتے تھے اس طرح اسے اپن
صلاحیتیں آزمانے کا خاصا موقع مل جاتا تھا جب کہ ڈفر قسم کے مجرموں
سے اسے نفرت تھی جو پرانے گھسے پٹے انداز میں کام کرتے تھے۔ اس
کا خفیہ تعاقب اور سائنٹفک انداز میں اس کی کار میں بم رکھنا اور آغاز
ہی عمران پر قاتلانہ حملے سے کرنا اس بات سے اسے ذہنی مسرت
محسوس ہو رہی تھی کہ کسی تیز ذہن مجرم سے واسطہ پڑنے والا ہے اسے
معلوم تھا کہ مجرم پہلا حملہ ناکام ہونے پر یقیناً دوسرا حملہ کرے گا اور
اس طرح اسے لازماً سامنے آنا پڑے گا۔ یہی سوچتا ہوا وہ تیزی سے
دارالحکومت کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا کہ اچانک تنگ موڑ پر جیسے ہی
اس کی کار مڑی اس نے پوری قوت سے بریک لگائی اور اس کی تیز
رفتار کار اچانک بریک لگنے سے لٹو کی طرح گھوم کر رک گئی اور اس

ے ساتھ ہی عمران نے ایک طویل سانس لیا اور اس کی توقع کے
لابق مجرموں نے بہت جلد دوسرا حملہ کر دیا تھا۔ تنگ موڑ پر ایک بند
ک سڑک پر ترچھا کھڑا تھا اور پھر جیسے ہی عمران کی کار رکی دونوں
راف سے نقاب پوش ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے آگے بڑھے
رانہوں نے عمران کی کار کو گھیر لیا۔ اس سے سے پہلے کہ عمران کوئی
ت کرتا ایک نقاب پوش نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور عمران کو
رگھسیٹ لیا اور دوسرے لمحے دس سے زائد نقاب پوش بجلی کی سی
ی سے حرکت میں آئے اور انہوں نے ایک لمحہ سے کم مدت میں
ن کو اپنے ہاتھوں میں جکڑا اور پلک جھپکنے میں اسے اٹھا کر یوں
ے کے اندر ڈال دیا جیسے کسی بوری کو پھینکا جاتا ہے۔ جیسے ہی عمران
ے کے اندر گرا ٹرک کا دروازہ آٹومیٹک انداز میں خود بخود بند ہو گیا
ی کے ساتھ ہی ٹرک حرکت میں آ گیا۔ ٹرک چلتے ہی عمران پھرتی
، اٹھ کھڑا ہوا اب تک اس نے قطعاً کوئی مداخلت نہیں کی تھی
ے اس لئے کہ وہ مجرموں تک پہنچنا چاہتا تھا مگر اب اس کے لئے
ری تھا کہ وہ اندازہ کر لیتا کہ ٹرک کے ذریعے اسے کہاں لے جایا
ہا ہے چنانچہ وہ اٹھ کر سیدھا دروازے کی طرف بڑھا اس نے لاک
ولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ لاک خاصا جدید انداز کا تھا عمران
انگلی پھیر کر لاک کی ساخت کا اندازہ کیا اور پھر اس نے ہاتھ میں
ی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن ایک مخصوص انداز میں گھمایا ونڈ بٹن
ی سے علیحدہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک باریک سی نلکی نما

تار باہر نکل آئی۔ عمران نے نلکی نما تار کا سرا تالے کے سوراخ
ڈالا اور پھر ہلکے سے ونڈ بٹن کے درمیانی حصے کو مخصوص انداز میں
جیسے ہی وہ حصہ دبا تار میں سے سرخ رنگ کے سیال کا ایک قطرہ
کر تالے کے اندر چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے تالے ک
سا جھٹکا دیا دوسرے لمحے تالا کھلتا چلا گیا۔ سرخ سیال نے تالے
اندرونی آلات کو اس طرح گلا دیا تھا جس طرح تیزاب لوہے کو گلا
ہے۔ عمران نے احتیاط سے دروازے کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور درواز
کے درمیان ایک جھری سی بن گئی چونکہ عمران نے زیادہ زور سے
نہیں دیا تھا اس لئے دروازہ پوری طرح نہیں کھلا تھا۔ عمران نے
سے پہلے ونڈ بٹن دوبارہ گھڑی میں سیٹ کیا اور پھر جھری سے آنک
دی ٹرک اس وقت شہر کے شمالی اطراف میں ایک ہائی وے روڈ پر
گزر رہا تھا پھر تھوڑی دیر بعد جب ٹرک ایک موڑ مڑا تو عمران سمجھ
کہ ٹرک کی منزل کہاں ہے۔ وہ پھرتی سے پیچھے ہٹا اس نے ونڈ بٹن
جھٹکے سے اوپر کیا اور گھڑی کے اندر سرخ رنگ کا ایک نقطہ چمک اٹھا
عمران نے گھڑی کو منہ سے لگایا اور ہیلو ہیلو کہنا شروع کر دیا۔ چند
لمحوں بعد گھڑی میں چمکنے والا سرخ نقطہ سبز رنگ میں تبدیل ہو گیا
اس کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں بلیک زیرو کی آواز گونج اٹھی۔
"ویس ایکسٹو۔ اوور"۔۔۔۔ بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔
"عمران سپیکنگ بلیک زیرو فوراً صفدر اور کیپٹن شکیل
دارالحکومت کے شمالی اطراف میں سبز جھیل کے کھنڈرات کی طر

بھیج دو مجھے اغوا کر کے وہیں لے جایا جا رہا ہے انہیں کہہ دو کہ وہاں
چھپ کر نگرانی کریں جب تک میں کاشن نہ دوں ہرگز ہرگز مداخلت نہ
کریں۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
"او کے۔ مگر کیا کوئی کیس شروع ہو چکا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ بلیک
زیرو کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔
"نہیں میں فلم بنا رہا ہوں احمق آدمی۔ اس کی شوٹنگ ہو رہی
ہے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا
اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم کر دیا۔ اسے بلیک زیرو پر غصہ آ گیا تھا
جو بعض اوقات بلا سوچے سمجھے سوال کر دیتا ہے اب ظاہر ہے کیس
شروع ہو چکا ہے تبھی اسے اغوا کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ عمران
بلیک زیرو کو ہدایات دے کر ٹرک کی ایک سائیڈ میں اطمینان سے بیٹھ
گیا اسے معلوم تھا کہ جس سڑک پر ٹرک جا رہا ہے اس کا اختتام سبز
جھیل کے کھنڈرات پر ہی ہوتا ہے اور ابھی کھنڈرات دس پندرہ میل
دور تھے اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھا چیونگم چباتا رہا۔ کافی دیر بعد ٹرک
ایک جھٹکے سے رک گیا اور عمران چوکنا ہو کر بیٹھ گیا ٹرک رکتے ہی
دروازہ کھلا اور پھر پانچ مشین گنوں کے دہانے عمران کی طرف ہو گئے۔
"باہر آجاؤ"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا
گو وہ انگریزی بول رہا تھا مگر لہجے سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ کسی
ایسے ملک کا رہنے والا ہے جہاں انگریزی عام طور پر نہیں بولی جاتی۔
عمران بڑی شرافت سے اٹھا اور پھر قدم بہ قدم بڑھتا ہوا ٹرک سے باہر

آگیا اسے واقعی کھنڈرات میں لے آیا گیا تھا۔

"چلو آگے مگر سن لو اگر غلط حرکت کی تو گولی مار دی جائے گی"---- اسی نقاب پوش نے دوبارہ اسے دھمکاتے ہوئے کہا۔

"غلط حرکت تم کسے کہتے ہو ایسا نہ ہو کہ میں اپنے طور پر درست حرکت کروں اور تم اسے غلط سمجھ کر گولی مار دو اس لئے مجھے وضاحت سے بتا دو کہ غلط حرکت کونسی ہے"---- عمران نے یوں اطمینان سے جواب دیا جیسے وہ اپنے ڈرائینگ روم میں بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف ہو۔

"شٹ اپ زیادہ بات مت کرو آگے بڑھو"---- نقاب پوش نے اپنے لہجے کو انتہائی سخت کرتے ہوئے کہا اور عمران اس بار خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ کھنڈرات کے اندر ایک ٹوٹے کمرے میں پہنچ کر ایک نقاب پوش نے ایک مخصوص جگہ پر پیر مارا تو ایک دیوار پھٹ گئی اور پھر اندر سیڑھیاں اترتی نظر آئیں عمران کو لئے ہوئے نقاب پوش سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک راہداری میں پہنچ گئے جس کے آخری سرے پر ایک بڑا سا دروازہ تھا جو لوہے کا بنا ہوا تھا۔ ایک نقاب پوش نے جیب سے الیکٹرانک شاکر نکالا اور اسے دروازے کے ساتھ لگا دیا۔ شاکر لگتے ہی دروازہ درمیان سے خود بخود کھلتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران کے پیچھے کھڑے نقاب پوش نے عمران کو اچانک زور سے دھکا دیا اور عمران اچھل کر کمرے کے اندر چلا گیا اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔ دوسری طرف عمران

جیسے ہی سنبھلا اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں اور ذہن بھک سے اڑ گیا۔

جولیا بڑے اطمینان سے صوفے پر بیٹھی ایک کتاب کے مطالعہ
مصروف تھی۔ یہ کتاب وہ آج ہی بازار سے لے کر آئی تھی اور ؛
سے وہ اس کے مطالعہ میں اس قدر منہمک تھی کہ اسے کھانے کا
ہوش نہیں رہا تھا۔ آج کل فرصت کے دن تھے اور جولیا کی عادت
کہ وہ فرصت کے اوقات میں کہیں جانے کی بجائے اپنے فلیٹ
بیٹھی مطالعے میں مصروف رہتی تھی چنانچہ آج شام کو جب وہ شا
کے لئے گئی تو یہ نئی کتاب لیتی آئی اور اب رات ہونے والی تھی
مطالعے میں غرق تھی۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑی کیونکہ قریب
ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج رہی تھی جولیا نے بڑے اکتاہٹ بھ
انداز میں رسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ جولیا سپیکنگ"۔۔۔۔ اس کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی

"رافیل سپیکنگ تمہارا منگیتر"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ا

قار مردانہ آواز سنائی دی اور جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے
م کا دوران خون یک لخت رک گیا ہو۔ اس کے ذہن کے پردے پر
پے منگیتر رافیل کی شبیہ ابھر آئی جسے وہ دس سال قبل سوئزرلینڈ میں
وڑ آئی تھی وہی رافیل جس کے ساتھ اس نے نجانے کتنی پر لطف
ر محبت بھری گھڑیاں گزاری تھیں وہ رافیل جو کبھی اس کا آئیڈیل
نا تھا اور جب وہ سفارت خانے کے ذریعے یہاں پہنچی اور عمران نے
سے سیکرٹ سروس میں داخل کرا دیا۔ اس سیکرٹ سروس میں جس
ں داخل ہو کر وہ اپنا ملک اپنے ماں باپ اور اپنے منگیتر کو بھی بھلا
ی تھی۔ آج دس سال بعد اچانک منگیتر کی آواز اس کے کانوں میں
ی تو اس کا دوران خون یقیناً بند ہونا چاہئے تھا۔

"ہیلو جولیانا۔ کیا تم مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دو گی یقین جانو
رے دس سال مجھے تمہیں تلاش کرتے ہوئے گزرے ہیں اور کیا
ج دس سال بعد جب میں تم تک پہنچا ہوں تو کیا تم مجھے پہچانو گی بھی
ں"۔۔۔۔ رافیل نے انتہائی رومانٹک لہجے میں کہا اور جولیانا جس
، جذباتی طور پر اپنے آپ کو برف کی سل بنا لیا تھا اس کے ان
دل سے پگھلنے لگ گئی اس کے جسم میں جذبات کی لہریں اٹھنے
ں۔

"ہیلو جولیانا۔ کیا تم میری بات سن رہی ہو"۔۔۔۔ رافیل نے اسے
موش پا کر دوبارہ کہا اور اسی لمحے جولیا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے
قطرے ٹپک پڑے وہ مکمل طور پر پگھل چکی تھی۔

"رافیل میرے پاس آجاؤ رافیل" ----- جولیا نے بھرائے ہو۔
لہجے میں کہا اور پھر رسیور زور سے کریڈل پر پٹخ کر وہ پھوٹ پھوٹ
رونے لگی۔ دس سال سے دبے ہوئے جذبات اپنی پوری شدت ۔
ابھر آئے تھے۔ اس وقت وہ کسی ایسی ننھی بچی کی طرح رو رہی تھ
جس نے دس سال بعد اپنوں کی آواز سنی ہو۔ وہ کافی دیر تک روتی رہ
اور جب وقتی جوش ختم ہوا تو اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا رو۔
کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں وہ اٹھی اور غسلخانے میں
کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی ابھی وہ تولیئے سے منہ پونچھ کر فار
ہوئی تھی کہ کال بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔ جولیا ایک لمحے کے ل
ٹھٹکی اور پھر تیر کی طرح دروازے کی طرف بڑھی اس نے دروازہ ایک
جھٹکے سے کھول دیا دروازے پر ایک غیر ملکی خوب صورت نوجوان کھ
تھا یہ رافیل تھا جولیانا کا آئیڈیل۔ جولیا نے بڑی گرمجوشی اور جذبا
انداز میں رافیل کا استقبال کیا پھر ان کے درمیان گلے شکوے شرو
ہو گئے۔ رافیل نے جولیانا کو گذشتہ دس سال کے حالات بتائے کہ ک
طرح وہ اسے شہر شہر ملک ملک تلاش کرتا رہا اور کس طرح اس۔
اسے آخر کا ڈھونڈ نکالا۔ جولیانا یہ سب کچھ سن کر بے حد متاثر ہو
ایک لمحے کے لئے اس کا جی چاہا کہ وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر رافی
کے ساتھ واپس اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائے اس رافیل کے سا
جو اب بھی اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا حالانکہ وہ خوبصورت ا
عقلمند تھا امیر تھا اسے جولیانا سے کہیں زیادہ خوبصورت کہیں زیا

نوجوان لڑکیاں مل سکتی تھیں مگر رافیل اب تک اپنی محبت کو ڈھونڈ رہا تھا وہ محبت جو اس سے بچھڑ گئی تھی مگر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کا ہیولہ ابھر آیا اور وہ دل ہی دل میں تڑپ کر رہ گئی۔ وہ چاہے بھی تو اب سیکرٹ سروس کو نہیں چھوڑ سکتی تھی اسے معلوم تھا کہ ایکسٹو اس معاملے میں کتنا سخت ہے۔

"تم یہاں کیا کر رہی کو جولیانا" ---- آخر تمام گلے شکوؤں کے بعد رافیل نے پوچھا۔

"میں یہاں ترجمے کا کام کرتی ہوں مختلف اخبارات و رسائل میں میرے مضامین اور کہانیاں چھپتی ہیں" ---- جولیانا نے جواب دیا۔

"ارے تم بھی کمال کرتی ہو تمہیں بھلا یہاں کیا مل رہا ہے چلو میرے ساتھ" ---- رافیل نے انتہائی التجائیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں رافیل میں یہاں سے نہیں جا سکتی" ---- جولیانا نے نظریں چراتے ہوئے کہا مگر رافیل نے اس کی منتیں کرنی شروع کر دیں اور جب جولیا بالکل زچ ہو گئی تو اسے اصل راز اگلنا پڑا اور پھر اس نے تفصیل سے سیکرٹ سروس کے متعلق اسے بتا دیا اور اپنے ساتھیوں کے متعلق بھی۔ رافیل حیرت زدہ بیٹھا سب کچھ سنتا رہا اور آخر اس نے یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ جولیانا نے آخر کار اسے چند ثبوت دکھائے سیکرٹ سروس کے ارکان کے خفیہ نمبر بتائے تب جا کر اسے یقین آیا مگر وہ خود مرجھا کر رہ گیا کیونکہ اسے یقین آگیا تھا کہ اب وہ جولیانا کو نہیں اپنا سکتا۔

"کاش جولیانا تم اس چکر میں نہ پڑتیں"۔۔۔۔۔ رافیل نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"بہرحال اب تو مجبوری ہے"۔۔۔۔ جولیانا نے جواب دیا۔

"نہیں مسلسل دس سال تک تمہیں تلاش کرنے کے بعد اب میں تمہارے بغیر واپس نہیں جا سکتا میں ہر قیمت پر تمہیں ساتھ لے جاؤں گا ہر قیمت پر چاہے اس کے لئے مجھے کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے"۔ رافیل نے انتہائی مضبوط اور پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"نہیں رافیل خدا کے لئے تم ایسا سوچو بھی مت میں نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے صرف اپنا سمجھ کر بتایا ہے۔ یہ ملکی مسائل ہیں اس سلسلے میں کوئی ہماری بات نہیں سنے گا۔ دوسری بات یہ کہ ہمارا باس انتہائی غیر جذباتی اور سرد مزاج آدمی ہے اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے تمہیں سیکرٹ سروس کے متعلق بتایا ہے تو یقین جانو ہم آئندہ لمحے زندہ نہیں ہوں گے"۔۔۔۔ جولیانا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں جولیانا خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو اور کوئی ایسا راستہ نکالو جس سے تم اس سیکرٹ سروس سے چھٹی کر کے میرے ساتھ چل سکو"۔۔۔۔ رافیل نے آگے بڑھ کر جولیانا کے ہاتھ پکڑ لئے۔

"ہاں صرف ایک آدمی ہے صرف ایک آدمی جو ہماری مدد کر سکتا ہے مگر وہ ایسا نہیں کرے گا"۔۔۔۔ جولیانا نے کہا۔

"مجھے بتاؤ وہ کون ہے میں اس کے پیر پکڑ لوں گا میں اسے مدد کرنے پر مجبور کر دوں گا"۔۔۔۔ رافیل نے انتہائی اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"وہ ہے علی عمران"۔۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"کیا وہ سیکرٹ سروس کا ممبر ہے"۔۔۔۔۔ رافیل نے پوچھا۔

"نہیں وہ سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہے وہ انتہائی معصوم انتہائی چالاک' انتہائی سادہ لوح اور انتہائی عیار' انتہائی بیوقوف اور انتہائی عقلمند شخص بذات خود ایک مجسم سیکرٹ سروس ہے۔ وہ تو صرف سیکرٹ سروس کی امداد کرتا ہے"۔۔۔۔ جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اس کی تصور میں عمران کی شبیہ ابھر آئی تھی جسے وہ گذشتہ دس سالوں سے دیکھ رہی تھی جس پر کبھی اسے اتنا پیار آتا کہ اس کا جی چاہتا کہ عمران کے قدموں میں اپنی زندگی نچھاور کر دے اور کبھی اس پر اتنا غصہ آتا کہ وہ اسے گولی مارنے کے لئے بے چین ہو جاتی۔

"ارے ارے کہیں تم خواب تو نہیں دیکھ رہی بھلا ایک شخص ایک وقت میں معصوم' سادہ لوح اور بیوقوف ہونے کے ساتھ ساتھ چالاک' عیار اور عقلمند کیسے ہو سکتا ہے"۔۔۔۔ رافیل نے یوں کہا جیسے اسے جولیا کی دماغی صحت پر شک ہونے لگ گیا ہو۔

"ہاں وہ ایسا ہی شخص ہے کہ اس کے ساتھ رہنے والا یا اس کے مقابلے میں آنے والا اپنے آپ کو اور دوسروں کو پاگل سمجھنے لگ جاتا ہے صرف وہی شخص ہے جو ایکسٹو سے کہہ کر مجھے رخصت دلا سکتا ہے"۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"ایکسٹو یہ کیا چیز ہے"۔۔۔۔۔ رافیل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایکسٹو سیکرٹ سروس کا باس ہے ایسا باس جسے کسی ممبر نے آج

تک نہیں دیکھا جس کی صرف آواز سنی جاتی ہے"۔۔۔۔ جولیا
اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے اگر تمہیں اچانک کوئی ضرورت پڑے تو تم اس
کیسے بات کرتی ہو گی"۔۔۔۔ رافیل نے یوں حیران ہو کر پوچھا
کوئی بچہ انتہائی تجسس بھرے انداز میں دادی اماں سے کہانی سنتے ہو
سوال کرتا ہے اور پھر جولیا نے نہ صرف اسے ایکسٹو کے ٹیلی فون
بتا دیئے بلکہ اس نے جوش میں آکر اپنے دیگر ساتھیوں کا تعارف ا
ان کے فون نمبر بھی اسے بتا دیئے۔

"خوب بہت خوب"۔۔۔۔ ویسے تو تم خوش قسمت ہو کہ تمہ
کسی ملک کی سیکرٹ سروس میں کام کرنے کا موقع مل گیا ہے مگر بہرحا
اب تمہیں یہ سب کچھ چھوڑ کر ایک گھریلو بیوی بننا پڑے گا"۔ رافی
نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا باقاعدہ طور پر شرما گئی گو جولیا مغ
تھی مگر طویل عرصے تک مشرق میں رہ کر اب اس میں بھی مشر
خواتین جیسی خصوصیات پیدا ہو گئی تھیں ظاہر ہے یہ شرمانا وغیرہ ا
سبب تھا۔

"رافیل میں نے سیکرٹ سروس کے بارے میں تمہیں تفصیل
اسے لئے بتا دیا ہے کہ تمہیں احساس ہو سکے کہ میں کتنی مجبور ہو
میں نہ ہی تم سے شادی کر سکتی ہوں اور نہ تمہارے ساتھ جا سکتی
ہوں"۔۔۔۔ جولیا نے اداس لہجے میں کہا۔

"مگر جولیا ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے"۔۔۔۔ رافیل

نے جواب دیا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو رافیل ہر مشکل کا ایک حل ضرور ہوتا ہے مگر
بعض اوقات یہ حل اس مشکل سے بھی زیادہ ناقابل حل ہوتا ہے"۔
جولیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو جولیا مشکل کا حل اور ناقابل حل تمہیں کیا ہو گیا
ہے"۔۔۔۔ رافیل نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں رافیل میں صحیح کہہ رہی ہوں مجھے عمران کا خیال آ گیا تھا
عمران وہ واحد شخصیت ہے جو چاہے تو مجھے ایکسٹو سے چھٹی دلا سکتا
ہے مگر"۔۔۔۔ جولیا اسے بتاتے بتاتے رک گئی۔

"اگر مگر کچھ نہیں مجھے بتاؤ یہ عمران کہاں مل سکے گا میں ہر قیمت پر
اسے منا لوں گا ہر قیمت پر"۔۔۔۔ رافیل نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہی تو مشکل ہے رافیل کہ میں تمہیں عمران سے مکمل طور پر
متعارف نہیں کرا سکتی یقین کرو مجھے دس برس ہو گئے ہیں اس کے
قریب رہتے ہوئے مگر میں آج تک اسے مکمل طور پر نہیں سمجھ
سکی"۔ جولیا نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں جولیا تم ایک بار مجھے بتا دو کہ عمران کہاں ملے
گا باقی میں خود سب کچھ کر لوں گا"۔۔۔۔ رافیل نے انتہائی مضبوط اور
پر اعتماد لہجے میں کہا تو جولیا نے اسے عمران کی نئی مصروفیت کے متعلق
تفصیل سے بتا دیا اور ساتھ ہی اس کے فلیٹ کا پتہ بھی اور رافیل نے
اس سے پروگرام بنا لیا کہ صبح وہ اکٹھے عمران کے پاس چلیں گے پہلے تو

جولیا راضی نہیں ہوئی مگر رافیل کی منت سماجت پر آخر کار وہ راضی ہو ہی گئی حالانکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ عمران نے ان دونوں کا دل بھر کر مذاق اڑاتا ہے اور مذاق اڑانے کے بعد نجانے اس کا ردعمل کیا ہو کیا وہ ایکسٹو سے اس کی سفارش کرنے کی بجائے اس کی شکایت کر دے گا کیا وہ ایکسٹو کے ہاتھوں اسے سزا دلائے گا۔

"اچھا جولیا اب تم سو جاؤ میں صبح کو تمہیں لے جاؤں گا"۔ رافیل نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو"——جولیا نے پوچھا۔

"ہوٹل انٹرنیشنل میں"——رافیل نے جواب دیا۔

"اوکے۔ ویسے رافیل میں ایک بار پھر تمہیں یہی کہوں گی کہ تم میرا خیال چھوڑ دو"——جولیا نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"نہیں جولیا میں ایسا نہیں کر سکتا میں مجبور ہوں اس معاملے میں تم مجھے مشرقی سمجھو اچھا بائی بائی"——رافیل نے خشک لہجے میں کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ جولیا نے ڈھیلے ہاتھوں سے دروازہ بند کیا اور پھر تھکے تھکے انداز میں صوفے پر گر گئی۔

یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک میز موجود تھی میز پر ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور اس کے سامنے کرسی پر ایک ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا ادھیڑ عمر کی آنکھوں میں تجسس اور اشتیاق کی جھلکیاں تھیں۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ ٹرانسمیٹر سے اچانک سیٹی کی آواز بلند ہونے لگی ادھیڑ عمر شخص نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبا دیا بٹن دبتے ہی سیٹی کی آواز آنی بند ہو گئی اس کی جگہ ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بھوکی بلیاں آپس میں لڑ رہی ہوں پھر یہ آوازیں مدھم ہوتی چلی گئیں اور ان پر ایک بھاری بھرکم آواز غالب آ گئی۔

"ہیلو ہیلو چیف باس سپیکنگ۔ اوور"——باوقار آواز میں کہا گیا۔

"یس چیف باس نمبر ٹو سپیکنگ فرام دس اینڈ۔ اوور"۔ ادھیڑ عمر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر ٹو کوڈ بتاؤ۔ اوور"۔۔۔۔۔ باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"کوڈ سپر آپریشن"۔۔۔۔۔ نمبر ٹو نے بدستور لہجے کو مودبانہ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"نمبر ٹو حالات کیسے ہیں۔ کیا اب آپریشن کیا جا سکتا ہے۔ اوور"۔۔۔۔۔ باس نے سوال کیا۔

"حالات بالکل ٹھیک ہیں ہماری تنظیم پوری طرح مستعد ہے آپریشن کامیاب رہے گا۔ اوور"۔۔۔۔۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"آپریشن کے سلسلے میں کیا رکاوٹیں پیش آ سکتی ہیں۔ کیا تم نے سروے کر لیا ہے۔ اوور"۔۔۔۔۔ چیف باس نے پوچھا۔

"یس باس یہاں کی سیکرٹ سروس انتہائی طاقت ور اور منظم ہے اور یہاں ایک پاگل اور بیوقوف سا نوجوان ہے علی عمران اس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اس ملک کا ہوا ہے۔ اوور"۔۔۔۔۔ نمبر ٹو نے بتایا۔

"ہونہہ ٹھیک ہے مجھے بھی یہی معلوم ہوا ہے اس لئے میں ایک ایسے ایجنٹ کو بھیج رہا ہوں جو ان سے بخوبی نپٹ لے گا۔ یہ ایجنٹ ایسا ہے جس نے آج تک شکست کا لفظ نہیں سنا۔ اوور"۔۔۔۔۔ چیف باس نے بتایا۔

"مم۔ مگر باس آپ کا ہونا بیحد ضروری ہے آپ خود آ جائیں تب آپریشن کی کامیابی یقینی ہے ورنہ اس ملک میں اور کوئی ایجنٹ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اوور"۔۔۔۔۔ نمبر ٹو نے کہا۔

"نہیں نمبر ٹو میں ایک انتہائی اہم مشن پر ایک اور ملک میں جا رہا ہوں میں جس ایجنٹ کو بھیج رہا ہوں وہ یقیناً کامیاب رہے گا یہاں سے کامیابی کے بعد وہ مجھے دوسرے ملک میں آ کر ملے گا۔ اوور"۔ چیف باس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا البتہ اس کے لہجے میں قدرے کرختگی کا عنصر زیادہ ہو گیا تھا۔

"بہتر جناب بہرحال آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ اوور"۔۔۔۔۔ نمبر ٹو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں چیف باس بگڑ ہی نہ جائے۔

"اوکے۔ ایجنٹ کل تمہارے پاس پہنچ جائے گا تم بمعہ اپنی ٹیم کے اس کی سرکردگی میں کام کرو گے کوڈ یہی رہے گا "سپر آپریشن" اوور اینڈ آل"۔۔۔۔۔ چیف باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی آواز آنی بند ہو گئی اور ٹرانسمیٹر سے دوبارہ بھوکی بلیوں کے لڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ نمبر ٹو نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا اور پھر ایک طویل سانس لے کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر تفکرات کی پرچھائیاں موجود تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا یہ ایک راہداری تھی۔ راہداری میں سے گزرتے ہوئے وہ ایک اور کمرے میں پہنچ گیا یہاں دو خوبصورت لڑکیاں صوفوں پر بیٹھی تھیں۔ نمبر ٹو جیسے ہی اندر داخل ہوا وہ مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ نمبر ٹو ان کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ وہ بدستور اس کے سامنے کھڑی رہیں۔

"کیا رپورٹ ہے"—— نمبر ٹو نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے باوقار لہجے میں پوچھا۔

"رپورٹ بیحد حوصلہ افزا ہے عمران کا ملازم سلیمان انتہائی حسن پرست ہے۔ عورت کو دیکھ کر اس کی رال بہنے لگتی ہے اس لئے آسانی سے ٹریپ کیا جا سکتا ہے"—— ایک لڑکی نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ پھر ٹھیک ہے آج رات اسے ٹریپ کر کے وہاں خفیہ مائیکرو فون فٹ کر دو اور دیکھو کوئی کمرہ خالی نہیں رہنا چاہئے حتیٰ کہ غسل خانے تک میں مائیکرو فون ہونا ضروی ہے۔ بی ٹو مائیکرو فون استعمال میں لانا وہ تمہیں سٹور سے مل جائیں گے اور دیکھو انتہائی چالاکی اور احتیاط کی ضرورت ہے"—— نمبر ٹو نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ہم اپنا کام سمجھتی ہیں"—— اسی لڑکی نے جواب دیا اور نمبر ٹو نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں جانے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ان کے جانے کے بعد نمبر ٹو خاموش بیٹھا آنے والے ایجنٹ کے متعلق سوچتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک پیدا ہوئی جیسے وہ کسی فیصلے پر پہنچ گیا ہو اس نے قریب پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو بیوٹی جنرل سٹور"—— دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز

سنائی دی لہجے میں کاروباری خوش اخلاقی موجود تھی۔

"پرنس زیرو سپیکنگ"—— نمبر ٹو نے جواب میں کہا۔

"سوری رانگ نمبر"—— دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نمبر ٹو نے مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی اور نمبر ٹو نے رسیور اٹھا لیا۔

"پرنس زیرو سپیکنگ"—— نمبر ٹو کے لہجے میں اس بار کرختگی تھی۔

"یس باس الیون زیرو سپیکنگ"—— دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جس نے بیوٹی جنرل سٹور کہا تھا۔

"الیون زیرو عمران کے متعلق تمہارے پاس کیا معلومات ہیں"۔ باس نے پوچھا۔

"سر وہ آج کل شہر سے دور پہاڑیوں میں یوگا کی مشقیں کر رہا ہے۔ تمام دن وہاں گزارتا ہے اور شام کو واپس فلیٹ میں آ جاتا ہے"—— الیون زیرو نے جواب دیا۔

"اسے اغوا کیا جا سکتا ہے"—— باس نے پوچھا۔

"اغوا بھی کیا جا سکتا ہے اور قتل بھی"—— الیون زیرو نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں قتل کرنے سے سیکرٹ سروس حرکت میں آجائے گی میں اسے اغوا کرنا چاہتا ہوں"—— باس نے کہا۔

"سر اس کا اغوا کرنا اس کے قتل سے زیادہ مشکل ہے وہ انتہائی چالاک اور عیار ذہن کا مالک ہے اسے تو اچانک ختم کر دیا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے اگر ذرا سا بھی وقت مل گیا تو وہ بازی پلٹ بھی سکتا ہے"۔۔۔۔ الیون زیرو نے جواب دیا۔

"مگر اس کا قتل ہمارے لئے بیحد مشکلات پیدا کر دے گا اور اگر وہ بچ گیا تو پھر سمجھو کہ تمام معاملہ چوپٹ ہو جائے گا"۔۔۔۔ نمبر ٹو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"آپ چاہتے کیا ہیں یہ بتائیں باقی کام مجھ پر چھوڑ دیں"۔ الیون زیرو نے بااعتماد لہجے میں پوچھا۔

"میں عمران کا قتل یا اغوا دونوں میں سے ایک یقینی طور پر چاہتا ہوں"۔۔۔۔ نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں آج ہی پلان بناتا ہوں پہلے میں اس پر قاتلانہ حملہ کراؤں گا اگر وہ مارا گیا تو ٹھیک ورنہ فوراً ہی دوسرا حملہ اغوا کے لئے ہو گا اور اس طرح وہ جلد قابو آجائے گا کیونکہ میں اس کی نفسیات جانتا ہوں پہلے حملے کے بعد وہ بغیر جدوجہد کے ہمارے ہاتھ آجائے گا تاکہ وہ ہمارا مقصد چیک کر سکے میں اس کی ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی سے فائدہ اٹھاؤں گا بہرحال آپ کو شام کو اطلاع مل جائے گی"۔ الیون زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ اگر وہ اغوا ہو جائے تو اسے پوائنٹ زیرو پر لے آنا میں وہاں موجود ہوں گا"۔۔۔۔ نمبر ٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس

نے رسیور رکھ دیا اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار تھے کیونکہ اسے الیون زیرو کی کارکردگی پر بیحد بھروسہ تھا آج تک الیون زیرو کبھی بھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہا تھا وہ نفسیاتی داؤ استعمال کرتا تھا اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گا۔

کیپٹن شکیل اور صفدر دونوں سہ پہر سے سپر مارکیٹ میں
گردی کرتے پھر رہے تھے آج کئی دنوں بعد انہوں نے گھومنے
کا پروگرام بنایا تھا۔ اس لئے کافی دیر تک سپر مارکیٹ میں گھو
بعد وہ ایک کیفے میں گھس گئے۔ جہاں کی کافی پورے دارالحکو
مشہور تھی۔ وہ ایک خالی میز پر بیٹھ گئے اور بیرے نے کافی کے دو
کران کے سامنے رکھ دیئے۔ ابھی انہوں نے کافی کے مگ اٹھا
سے لگائے ہی تھے کہ اچانک ایک سرگوشی سن کران کے کان کھڑ
گئے ان کے قریب کی میز پر بیٹھا غیر ملکی نوجوان اپنے ایک غ
ساتھی کو کہہ رہا تھا۔

"ٹونی کام بن گیا۔ میں نے جولیانا کو پوری طرح شیشے میں ا
ہے"۔۔۔۔ اصل میں وہ دونوں جولیانا کے نام پر چونکے تھے
جولیا تو عام نام تھا لیکن جولیانا خصوصی نام تھا اور سیکرٹ سر

نوص تربیت نے انہیں چوکنا کر دیا تھا انہوں نے آنکھوں ہی
نکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ان دونوں کے لبوں پر ایک
اسرار سی مسکراہٹ کھیلنے لگی اور پھر بظاہر انہوں نے انتہائی اطمینان
، کافی کے گھونٹ لینے شروع کر دیئے۔ مگر ان کی توجہ تمام تر اس
ں کی طرف مبذول ہو چکی تھی۔

"وہ کیسے رافیل"۔۔۔۔ وہ تو انتہائی چالاک اور سرد مزاج لڑکی
ی جاتی ہے"۔۔۔۔ دوسرے نے دبے لہجے میں پوچھا۔ اس کے
میں اشتیاق کی جھلکیاں موجود تھیں۔

"ہاں واقعی مگر خوش قسمتی سے سوئزرلینڈ میں میں اس کا منگیتر رہا
ہا اس لئے جیسے ہی باس نے مجھے اس کی تصویر دکھائی میں نے اسے
ن لیا۔ چنانچہ آج میں نے اسے شیشے میں اتار لیا"۔ غیر ملکی نوجوان
ل نے قدرے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔ ویری گڈ۔ یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے۔ پھر کچھ معلومات
"۔۔۔۔ ٹونی نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"معلومات۔ ارے میں نے اس سے سب کچھ اگلوا لیا ہے۔
ٹ سروس کے تمام ممبروں کے نام وپتے۔ ان کے ٹیلی فون نمبر۔
شو کا خفیہ نمبر"۔۔۔۔ رافیل نے جواب میں کہا اور یہ بات سن کر
ن شکیل اور صفدر دونوں کی آنکھوں میں تشویش کے گہرے سائے
آئے۔ ایک لمحے کے لئے تو انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ جولیا یہ
کچھ بتا سکتی ہے مگر اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے ہو سکتا ہے کہ

جولیا منگیتر کے چکر میں آ گئی ہو۔

"پھر باس کو اطلاع دے دی"۔۔۔۔ ٹونی نے پوچھا۔

"نہیں میں نے باس کو ٹیلی فون کیا ہے اس نے مجھے ہیڈ کوارٹر ہے میں اب وہیں جا رہا ہوں"۔۔۔۔ رافیل نے بتایا۔

"پھر دیر کیوں کر رہے ہو۔ اتنی اہم معلومات اپنے پاس کم۔ وقت تک رکھنی چاہئے"۔۔۔۔ ٹونی نے اسے مشورہ دیتے ہوئے

"ایسی بات نہیں۔ میں باس کی گاڑی کا انتظار کر رہا ہوں تمہیں ہے کہ ہیڈ کوارٹر میں صرف مخصوص گاڑی جا سکتی ہے"۔۔۔۔ ر نے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ ٹونی نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے رافیل کوئی جواب دیتا۔ ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی میز قریب آ کر رکا۔ اس نے سرگوشی میں رافیل سے کچھ کہا اور ر مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا ٹونی میں چلتا ہوں"۔۔۔۔ رافیل نے ٹونی سے کہا او نے اثبات میں سر ہلایا پھر وہ رافیل اور آنے والا دونوں تیز تیز اٹھاتے ہال سے باہر نکلتے چلے گئے۔ ان کے جاتے ہی کیپٹن شکیل صفدر بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ صفدر نے ایک نوٹ کافی پاٹ کے دبا دیا اور پھر وہ دونوں بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔ پھر جیسے ہی و سے باہر نکلے ٹونی بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا رخ بھی ،انہ کی طرف تھا۔ کیفے سے باہر نکل کر رافیل تو سیدھا ایک

رنگ کی گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور کیپٹن شکیل اور صفدر اپنی کار کی طرف۔

"اس نوجوان کو ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچنا چاہئے شکیل"۔۔۔۔ صفدر نے سٹیرنگ سنبھالتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"مگر ہیڈ کوارٹر دیکھنا بھی ضروری ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"نہیں۔ یہ رسک نہیں لیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم اسے ٹریپ کریں۔ یہ تمام معلومات اپنے باس کو منتقل کر دے"۔ صفدر نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر کسی سنسان جگہ پر اسے روک لیتے ہیں"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی کار بڑی تیزی سے رافیل کی گاڑی کا تعاقب کر رہی تھی۔ پھر جلد ہی رافیل کی گاڑی بارونق سڑک کو چھوڑ کر حجازی کالونی کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑنے لگی۔ یہ کالونی شہر سے خاصی دور تھی اور ابھی زیر تعمیر تھی اس لئے یہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ان کی گاڑی براہ راست رافیل کی گاڑی کے پیچھے جا رہی تھی پھر جیسے ہی وہ ایک موڑ مڑے اچانک صفدر کو پوری قوت سے بریک لگانے پڑے۔ موڑ مڑتے ہی انہوں نے سڑک پر ایک خاصے بڑے ٹرک کو سڑک پر ترچھا کھڑے پایا۔ جب کہ رافیل کی کار غائب تھی۔

"ہوشیار"۔۔۔۔ صفدر نے کہا مگر اسی لمحے ان کی کار پر دونوں

طرف فائرنگ شروع ہوئی اور کار کے دو ٹائر دھماکے سے برسٹ ہو گئے۔ صفدر نے دروازہ کھول کر بڑی پھرتی سے باہر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ دوسری طرف کیپٹن شکیل بھی تیزی سے باہر کی طرف نکلا۔ مگر جیسے ہی وہ سڑک پر گرے۔ وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"ہینڈز اپ"---- ایک گرجدار آواز سنائی دی اور ان کے چاروں طرف تقریباً دس مشین گنیں تنی ہوئی تھیں۔

"خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے"۔ ایک مشین گن بردار نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ان دونوں نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

"ان کی تلاشی لو مائیکل"---- اسی آواز نے ایک مشین گن بردار کو حکم دیا اور پھر بڑی احتیاط سے ان دونوں کی تلاشی لے کر ان کی جیبوں سے ریوالور نکال لئے گئے۔

"چلو اس ٹرک میں بیٹھو"---- ان کے باس نے مشین گن ان کی پشت سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر مشین گنوں کے سائے میں وہ ٹرک میں سوار ہو گئے۔ یہ بند ٹرک تھا ان کے اندر داخل ہوتے ہی ٹرک کا فولادی دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا اور ٹرک تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل ٹرک میں کھڑے سوچتے رہ گئے کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ اب انہیں احساس ہونے لگا کہ انہیں باقاعدہ ٹریپ کیا گیا ہے۔ رافیل اور ٹونی نے تمام باتیں خصوصی طور پر انہیں سنانے کے لئے کی تھیں۔ تاکہ انہیں اپنے پیچھے لگایا جا سکے۔ بہرحال اب صبر

کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا اس لئے وہ ٹرک کی سائیڈ سے پشت لگائے خاموش کھڑے رہے۔ تقریباً دس منٹ تک ٹرک چلتا رہا اور پھر وہ دائیں طرف مڑ گیا۔ یہ کوئی کچی سڑک تھی کیونکہ ٹرک بری طرح اچھل رہا تھا تھوڑی دیر بعد ٹرک رک گیا اور پھر ٹرک کا دروازہ کھل گیا۔

"باہر آجاؤ"---- اسی آواز نے کہا اور وہ دونوں خاموشی سے باہر نکل آئے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک کم پاور کا بلب جل رہا تھا۔ سامنے ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اس وقت کمرے میں چار مشین گن بردار موجود تھے۔ ان کی راہنمائی میں وہ دونوں کمرے سے نکل کر ایک راہداری میں آئے اور راہداری سے گزر کر وہ ایک اور کمرے میں لائے گئے۔ یہ کمرہ سازوسامان سے قطعاً عاری تھا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی باہر سے دروازہ بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی اس کمرے کی چھت سے ایک نلکی باہر نکل آئی اور پھر سفید رنگ کی گیس کے مرغولے کمرے میں پھیلنے لگ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں سنبھلتے تیز اثر والی گیس نے ان کے دماغ پر قبضہ کر لیا اور چند لمحوں میں وہ دونوں فرش پر لڑھک چکے تھے۔ ان کے بے ہوش ہونے کے تھوڑی دیر بعد گیس نلکی بند ہو گئی اور اس بار کمرے کا دروازہ کھل گیا اور گیس تیزی سے باہر نکلنے لگی۔ چند لمحوں بعد دو نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ بے حد چوکنا معلوم ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے پہلے کیپٹن

شکیل اور صفدر کو چیک کیا اور جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ وہ دونوں واقعی بے ہوش ہیں تو انہوں نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کو اٹھا کر اپنے کندھوں پر لادا اور تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ اب وہ دوبارہ پہلے والی راہداری میں آ گئے اور پھر واپس اسی کمرے میں جہاں ٹرک موجود تھا۔ اس بار وہ بڑا دروازہ کھلا ہوا تھا جہاں سے ٹرک اندر آیا تھا۔ وہ دونوں اس کھلے دروازے سے باہر نکلے اور گیٹ کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی سیاہ رنگ کی کار کے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کو کار کی دونوں نشستوں کے درمیان ایک دوسرے کے اوپر لٹا دیا اور کار کے دروازے بند کر کے ایک طرف ہٹ گئے۔ کار کے سٹیرنگ پر رافیل بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ڈیش بورڈ پر موجود ایک بٹن دبایا اور پھر کار کو تیزی سے ٹرن دے کر آگے بڑھا لے گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار دوبارہ اسی کچے راستے پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ جہاں سے ٹرک گزرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پختہ سڑک پر پہنچ گیا اس بار اس کا رخ شہر کی طرف تھا۔ کافی دیر تک کار چلانے کے بعد وہ ایک اور مضافاتی کالونی میں پہنچ گیا۔ ایک سرخ رنگ کی کوٹھی کے باہر اس نے کار روک دی اور پھر اس نے مخصوص انداز میں تین بار ہارن بجایا۔ دوسرے لمحے کوٹھی کا مین گیٹ خودبخود کھلتا چلا گیا۔ رافیل کار اندر لئے چلا گیا۔ اس نے کار کوٹھی کے پورچ میں روک دی۔ کار رکتے ہی اس نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا وہی پہلے والا بٹن دوبارہ دبایا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے باہر آتے

ہی برآمدے میں موجود دو نوجوان آگے بڑھے اور انہیں نے کار کے دروازے کھول کر بے ہوش کیپٹن شکیل اور صفدر کو باہر کھینچ لیا اور انہیں کندھوں پر اٹھا کر کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے۔ رافیل ان کے آگے آگے جا رہا تھا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ دروازے کے باہر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا اور سائیڈ پر ایک ٹیلی فون رسیور ہک سے لٹکا ہوا تھا۔ اس نے رسیور ہک سے نکال کر منہ سے لگایا۔

"میڈم۔ رافیل حاضر ہے"۔۔۔۔ اس کا لہجہ بے حد مودبانہ تھا۔

"یس کم ان"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مترنم نسوانی آواز سنائی دی اور رافیل نے دوبارہ رسیور ہک سے لٹکا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازے کے باہر جلتا ہوا بلب بجھ گیا اور دروازہ خودبخود کھلتا چلا گیا۔ رافیل نے اپنے پیچھے آنے والوں کو اشارہ کیا اور خود اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کے انتہائی دائیں طرف ایک خوبصورت بیڈ پر انتہائی حسین و جمیل لڑکی آرام کرنے کے انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔ جیسے ہی رافیل اندر داخل ہوا اس نے اپنا چہرہ اس کی طرف گھمایا اور رافیل نے بڑے مودبانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ اس کے پیچھے داخل ہونے والے نوجوانوں کے سر بھی جھکے ہوئے تھے۔ ان کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی مقدس جگہ میں داخل ہو رہے ہوں۔ انہوں نے کندھوں پر لادے ہوئے بے ہوش کیپٹن شکیل اور صفدر کو نیچے فرش پر لٹا دیا اور خود الٹے قدموں چلتے ہوئے بڑے

ادب سے دروازے سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی دروا
خودبخود بند ہو گیا۔ رافیل کا سر ابھی تک جھکا ہوا تھا۔ میڈم بڑ
اطمینان سے پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں رافیل اور فرش
بے ہوش پڑے ہوئے کیپٹن شکیل اور صفدر کا جائزہ لے رہی تھیں
ویسے تو لڑکی بے حد خوبصورت اور پرکشش تھی مگر اس کا تمام چ
سپاٹ سا لگتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی نوجوان او
خوبصورت لڑکی کا چہرہ نہ ہو بلکہ کسی سنگی چٹان سے تراشا ہوا چہرہ ایک
خوبصورت اور نوجوان جسم پر فٹ کر دیا گیا ہو۔ لڑکی کی نظریں انتہا
سرد تھیں۔

"رافیل"---- لڑکی نے سرد لہجے میں اسے پکارتے ہوئے کہا۔

"یس میڈم"---- رافیل نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔
اس کا سر بدستور جھکا ہوا تھا۔

"ہماری طرف دیکھو"---- میڈم کی سرد آواز دوبارہ گونجی او
رافیل نے سر اونچا کر لیا اب وہ براہ راست لڑکی کی آنکھوں میں دیک
رہا تھا مگر ایسا صرف ایک لمحے کے لئے کر سکا پھر اس نے نظریں چرا
لیں۔

"رافیل۔ کیا یہ دونوں سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں"---- لڑکی
نے اسی طرح سرد لہجے میں سوال کیا۔

"یس میڈم۔ یہ دونوں سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں۔ جولیانا نے ا
دونوں کی کارکردگی کی بے حد تعریف کی تھی۔ یہ اتفاقاً ہی ہمارے

آدمیوں کی نظروں میں چڑھ گئے۔ چنانچہ میں انہیں ٹریپ کر کے یہاں
لے آیا ہوں"---- رافیل نے سر جھکائے ہوئے انتہائی مودبانہ لہجے
میں جواب دیا۔

"سیکرٹ سروس میں کل کتنے ارکان ہیں"---- میڈم نے پوچھا۔

"جولیانا کی اطلاع کے مطابق اس کے علاوہ چھ"---- رافیل نے
جواب دیا۔

"تم نے جولیانا پر بہت اعتبار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہر بات میں
جولیانا ہر بات میں جولیانا"---- میڈم نے اچانک گرجدار لہجے میں
کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں میڈم۔ دراصل سیکرٹ سروس کے متعلق
میں نے اس سے تفصیلات حاصل کی تھیں اس لئے اس کا حوالہ آ گیا
ہے"۔ رافیل نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے مگر آئندہ بار بار کسی لڑکی کا ذکر میرے سامنے نہ
کرنا۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے عورتوں سے کتنی نفرت ہے"۔ میڈم
نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر میڈم۔ میں آئندہ خیال رکھوں گا"---- رافیل نے جواب
دیا۔

"ان دونوں کو تہہ خانے میں منتقل کر دو۔ ان کی مکمل تلاشی لی جانی
ضروری ہے اس کے بعد ایک آپریشن کر کے تمام ممبروں کو گرفتار کر
لو۔ میں اس ملک سے سیکرٹ سروس کی بنیاد ہی ختم کر دینا چاہتی

ہوں"۔ میڈم نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے پہلے ہی اپنے آدمی لگا دیئے ہیں۔ جلد ہی تمام گرفتار جائیں گے۔ مگر سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو تو خفیہ رہتا ہے" رافیل نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو میں خود اسے ٹریپ کروں گی اور دیکھوں کہ وہ میڈم باشوری کے مقابلے میں کب تک ٹھہر سکتا ہے"۔ میڈ کے لہجے میں تفاخر کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"اوکے میڈم۔ اب مجھے اجازت ہے"۔۔۔۔ رافیل نے پوچھا۔

"ہاں۔ تم جاؤ اور ان دونوں کو بھی لے جاؤ۔ جب سیکرٹ سرو کے تمام ارکان قید ہو جائیں تو مجھے اطلاع دے دینا۔ میں ایک ایک کر کے ان کی لاشیں ایکسٹو کو بطور تحفہ بھیجوں گی"۔۔۔۔ میڈم باشوری کا لہجہ پہلے سے زیادہ سرد ہو گیا۔

رافیل نے سر جھکا کر سلام کیا اور پھر اس نے جھک کر صفدر کو کندھے پر لادا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی ایک اور نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے کیپٹن شکیل کو اٹھایا اور پھر اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ خودبخود بند ہو گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی میڈم باشوری تیزی سے اٹھی اور الماری کھول کر اس میں سے وائرلیس نما ٹیلی فون نکالا۔ یہ ٹیلی فون جدید ترین سسٹم پر تیار کیا گیا تھا اس سے سو میل کے دائرے میں کسی بھی ٹیلی فون پر بات کی جا سکتی تھی مگر اسے ٹریس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میڈم باشوری نے وہ نمبر ڈائل کرنے شروع

کر دیئے جو رافیل نے جولیانا سے معلوم کر کے اسے دیئے تھے۔ نمبر گھماتے ہی رابطہ قائم ہو گیا اور میڈم باشوری نے انتہائی میٹھے لہجے میں کہا۔

"ہیلو"۔۔۔۔ مگر دوسری طرف سے اسے جو جواب ملا اس نے اس کی آنکھوں کو حیرت سے ابلنے پر مجبور کر دیا۔ اس کا چہرہ حیرت اور غصے سے سرخ پڑ گیا۔ اس نے پوری قوت سے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور پھر غصے کی شدت سے دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

عمران نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ آنکھیں حیرت سے طول وعرض میں پھیل گئیں۔ یہ حقیقت تھی کہ وہ زندگی میں اس سے زیادہ حیرت زدہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ حیرت کی شدت سے وہ چند لمحے بت بنا کھڑا رہا۔ اس کے پورے جسم میں خون کی بجائے بجلیاں دوڑنے لگیں۔

"رک کیوں گئے۔ آگے بڑھو" ----- اچانک کمرے میں ایک طنزیہ آواز گونجی اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا ہو۔ اس کے جسم نے ایک جھرجھری سی لی۔

"تم جو کوئی بھی ہو یہ سن لو کہ تم نے یہ حرکت کر کے اپنی نسلوں تک کو زندہ زمین میں دفن کرنے کا انتظام خود اپنے ہاتھوں سے کر لیا ہے" ----- عمران نے کہا۔ اس کے لہجے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی زخمی بھیڑیا غرا رہا ہو۔

"اوہ۔ اتنا غصہ اچھا نہیں ہوتا۔ ابھی تو ہم نے تمہیں پہلا شاک دیا ہے۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو گولیوں کی بوچھاڑ اسی کرسی پر پڑے گی اور تم ساری عمر سر پیٹتے رہ جاؤ گے" ----- بولنے والے کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ عمران کا مذاق اڑا رہا ہو۔ عمران نے شدید غصے سے دانت بھینچ لئے اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک کرسی پر اس کی بوڑھی والدہ بیہوش پڑی تھیں۔ ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ انہیں طویل بیہوشی کا انجکشن لگایا گیا ہے۔ اس نے کبھی زندگی میں نہیں سوچا تھا کہ کوئی ملزم اتنا ذلیل اور کمینہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے شاک پہنچانے کے لئے اس کی بوڑھی والدہ کو چارہ بنائے گا۔ ابھی عمران کرسی کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ اچانک شرڑ شرڑ کی تیز آوازوں سے کمرہ گونج اٹھا اور عمران ایک جھٹکا کھا کر رک گیا۔ چھت سے بلٹ پروف شیشے کی چادروں نے نیچے گر کر کرسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اب عمران کی والدہ اس شیشے کے کمرے میں قید تھیں اور عمران دانت بھینچے خاموش کھڑا تھا۔

"عمران۔ اگر تمہیں اپنی والدہ کی زندگی بچانی مقصود ہے تو تمہیں ہمارے کہنے پر چلنا ہو گا۔ ورنہ یقین رکھو تمہاری نظروں کے سامنے تمہاری والدہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی اور تم سوائے اپنے بال نوچنے کے کچھ نہیں کر سکو گے" ----- وہی بولنے والا دوبارہ عمران سے مخاطب تھا۔ عمران کا ایک لمحہ کے لئے جی چاہا کہ وہ ان مجرموں سے دیوانہ وار ٹکرا جائے مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے غصے اور جنون پر

قابو پا لیا۔ معاملہ اس کی والدہ کا تھا۔ جس کے جسم پر وہ ہلکی سی خراش بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کا فیصلہ کیا اور پھر حیرت انگیز طور پر وہ پر سکون ہو گیا اب اس کے چہرے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے زندگی بھر کبھی غصہ نہ آیا ہو۔

"دیکھو بھئی بات سنو۔ جہاں تک مسئلہ ہے ہمارا تمہارا۔ ہم اسے آپس میں نمٹتے ہی رہیں گے۔ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ یقیناً میرے مفاد کے خلاف ہو گا اور جو کچھ میں چاہوں گا اس پر ظاہر ہے کہ تم راضی نہیں ہو گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہ تمام کھیل ہمارے تمہارے درمیان رہے۔ اس میں سے تم میری والدہ کو باہر نکال دو"۔ عمران نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب۔ عمران بہت خوب۔ واقعی تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ جس طرح تم نے اپنے دماغ کو ٹھنڈا کر لیا ہے اس پر تمہیں داد دینے کو جی چاہتا ہے مگر تمہیں معلوم ہو گا کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے"۔۔۔۔ دوسری طرف سے داد بھرے انداز میں جواب ملا۔

"اچھا چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو"۔۔۔۔ عمران نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک فائل اور کچھ نہیں"۔۔۔۔ جواب ملا۔

"فائل۔ ارے میاں ایک فائل کے لئے اتنا کھڑاک کی پھیلانے

کیا ضرورت تھی۔ بازار سے خرید لیتے۔ پیسے نہیں ہیں تو ادھار کر لیتے۔ جب پیار ادھار ہو سکتا ہے تو فائل ادھار پر نہیں مل سکتی"۔ عمران کا ذہن واقعی نارمل ہو چکا تھا۔

"ہمیں ایم زیڈ فائل چاہئے جو سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کی تحویل میں ہے"۔۔۔۔ اس بار دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بےحد سخت ہو گیا تھا۔

"تو پھر جاؤ ایکسٹو سے لے لو۔ مجھ غریب پر یہ سختی کیوں ہو رہی ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ہم سے اڑنے کی کوشش نہ کرو عمران۔ ہم تمہارے بارے میں مکمل معلومات رکھتے ہیں۔ ایکسٹو کے جتنے قریب تم ہو اتنا اس ملک میں اور کوئی نہیں ہے اس لئے ہاں یا نہ میں جواب دو کہ آیا تم فائل دلا سکتے ہو یا نہیں۔ یہ سوچ لو کہ تمہارے منہ سے جس وقت نہیں کا لفظ نکلا وہ لمحہ تمہاری والدہ کی زندگی کا آخری لمحہ ہو گا"۔۔۔۔ اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

"مگر میں تو ایکسٹو کو جانتا تک نہیں۔ میرا اس سے کیا تعلق۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے"۔۔۔۔ عمران نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ اسے ایک بار پھر غصہ آنے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر ہم اس سے خود وصول کر لیں گے۔ تم فی الحال اپنی والدہ کی موت کا تماشا دیکھو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور پھر عمران نے دیکھا کہ شیشے والے کمرے میں

جس میں اس کی والدہ موجود تھیں سرخ رنگ کی گیس بھرنی شروع ہو گئی۔ سرخ رنگ کی گیس دیکھتے ہی عمران کا ذہن کھول اٹھا اور پھر دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور پوری قوت سے دوڑتا ہوا وہ اس دروازے سے جا ٹکرایا جس سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ جیسے ہی عمران پوری قوت سے دروازے سے ٹکرایا دروازے میں موجود بجلی کی زبردست رو نے اتنی ہی قوت سے اسے پیچھے کی طرف دھکیلا اور عمران زبردست دھکا کھا کر بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرف اڑتا ہوا شیشے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ یہ تصادم اتنا زبردست تھا کہ مضبوط شیشہ بھی اسے برداشت نہ کر سکا اور وہ ایک دھماکے سے کرچی کرچی ہو کر بکھر گیا۔ عمران سیدھا اس کرسی کے قریب جا گرا جس پر اس کی والدہ موجود تھیں۔ عمران نیچے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور اس نے پلک جھپکنے میں بیہوش والدہ کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا اور پھر اسی تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف دوڑا۔

"ٹھہرو رک جاؤ۔ دروازے کو ہاتھ مت لگانا۔ اب یہ موت کا دروازہ بن چکا ہے"۔۔۔۔ کمرے میں سخت آواز گونجی۔ مگر عمران کے چہرے پر اس وقت درندگی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے انتہائی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس کا ہاتھ دروازے سے چھو گیا۔ دوسرا لمحہ حیرت انگیز تھا جب دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتا چلا گیا۔ عمران کے ہاتھ میں دراصل وہی شاکر تھا جس سے نقاب پوش نے دروازہ کھولا تھا۔ اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر اندر داخل ہونے

سے پہلے جب نقاب پوش نے اسے دھکا دیا تھا وہ شاکر اس کی جیب سے اڑا لیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی عمران توپ کے گولے کی طرح باہر نکلا اور پھر راہداری میں دوڑتا ہوا سیدھا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر درندگی چھائی ہوئی تھی۔

عمران کی طرف سے کاشن ملتے ہی بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر پر کیپٹن شکیل اور صفدر کو کنکٹ کرنا شروع کیا مگر ان دونوں سے رابطہ قائم نہ ہو سکا پھر اس نے باقی ممبروں سے بات کرنے کی کوشش کی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جولیا سمیت تمام ممبر غائب تھے۔ نہ صرف غائب تھے بلکہ ٹرانسمیٹر پر بھی ان سے رابطہ قائم نہ ہو سکا تھا۔ بلیک زیرو یہ صورت حال دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ ابھی کوئی کیس بھی نہیں تھا اور تمام ٹیم غائب تھی ادھر عمران نجانے کس چکر میں تھا بہرحال عمران تک کسی کا پہنچنا ضروری تھا اس لئے اس نے فوراً رانا ہاؤس رنگ کیا اور پھر جوزف سے رابطہ مل گیا۔

"جوزف۔ میں طاہر بول رہا ہوں۔ تم فوراً دارالحکومت کے شمالی اطراف میں سبز جھیل کے کھنڈرات میں پہنچ جاؤ۔ عمران صاحب کو

وہاں اغوا کر کے لے جایا گیا ہے انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم چھپ کر نگرانی کرنا۔ جب تک ان کی طرف سے کاشن نہ ملے ہرگز مداخلت نہ کرنا"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پہلے ہی سانس میں تمام ہدایات پہنچا دیں۔

"مگر باس وہاں گیا کیوں۔ خوامخواہ اتنی دور۔ وہ اغوا کرنے والوں سے کہتا کہ کہیں نزدیک لے جائیں"۔۔۔۔ جوزف کی بڑبڑاہٹ سنائی دی اور بلیک زیر نے رابطہ ختم کر دیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اب جوزف وہاں یقیناً پہنچ جائے گا۔ وہ اب اس چکر میں پڑ گیا تھا کہ معلوم کرے کہ ممبر کہاں غائب ہیں۔ اس نے شہر میں موجود خفیہ ادارے کو جس کا کام صرف سیکرٹ سروس کو معلومات پہنچانا تھا رابطہ قائم کیا۔ وہاں وہ ریڈ باس کے نام سے مشہور تھا۔

"راجہ سپیکنگ فرام راجہ امپورٹس ایکسپورٹس کارپوریشن"۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"ریڈ باس سپیکنگ راجہ"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ یس باس"۔۔۔۔ راجہ کا لہجہ اچانک مودبانہ ہو گیا۔

"سیکرٹ سروس کے تمام ممبران غائب ہیں۔ اپنے ذرائع استعمال کرو اور مجھے آدھے گھنٹے کے اندر اندر اطلاع دو کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس ابھی پتہ کرتا ہوں"۔۔۔۔ راجہ نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے رابطہ ختم کر دیا۔ وہ خاموش بیٹھا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا ٹیلی فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ یہ وہ ٹیلی فون تھا جس کا نمبر صرف سیکرٹ سروس کے ممبران کے پاس تھا اور اس نمبر کا ٹیلی فون ایکسچینج سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نے رسیور اٹھا کر کان سے لگایا ہی تھا کہ ایک اجنبی میٹھی سی آواز اس کے کان میں پڑی۔ کوئی عورت بڑے دلربا انداز میں ہیلو کہہ رہی تھی۔ اس نمبر پر اجنبی آواز سن کر بلیک زیرو کا ذہن بھک سے اڑ گیا کیونکہ وہ اس نمبر پر کسی اجنبی آواز کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"مینز کلب۔ میڈم فرمایئے کس ٹائپ کا مرد ساتھی آپ کو چاہئے"۔۔۔ بلیک زیرو نے فوراً ہی آواز بدلتے ہوئے بڑے کاروباری انداز میں جواب دیا اور پھر اسے دوسری طرف سے رسیور کریڈل پر پٹخنے کی آواز سنائی دی۔ وقتی طور پر اس نے نمبر بچا لیا تھا کیونکہ دوسری طرف سے بولنے والی عورت جو بھی تھی اس نمبر سے مشکوک ضرور ہو چکی تھی۔ مگر رسیور کریڈل پر رکھنے سے پہلے اس نے فون پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا تھا۔ ڈائل کے درمیان ایک چوکور سی ڈبیا روشن ہو گئی اس میں قطب نما کی طرح سوئیاں تھرا رہی تھیں اور چاروں طرف سرخ اور نیلے رنگ کے نمبر موجود تھے۔ اس نے وہ نمبر جن پر سوئیاں تھرا رہی تھیں غور سے دیکھے اور پھر بٹن دوبارہ دبا کر

رسیور کریڈل پر رکھ دیا اس کی فراخ پیشانی پر غور و فکر کی لکیریں موجود تھیں۔ رسیور رکھتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے ملحقہ لائبریری میں گھستا چلا گیا۔ لائبریری کی ایک الماری سے اس نے رول کی طرح لپٹا ہوا ایک نقشہ نکالا اور اسے لا کر میز پر پھیلا دیا۔ یہ دارالحکومت کا تفصیلی نقشہ تھا مگر اس نقشے میں علاقوں کے ناموں کے ساتھ سرخ اور نیلے رنگ کے نمبر بھی درج تھے۔ بلیک زیرو بغور ان نمبروں کو دیکھتا رہا۔ ٹیلی فون ڈائل پر نظر آنے والے نمبر اس کے ذہن میں موجود تھے۔ اس لئے تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پنسل کی نوک ایک علاقے پر جم گئی اور پھر چند لمحے ذہن ہی ذہن میں حساب کرنے کے بعد اس نے ایک جگہ پنسل سے دائرہ بنا دیا۔ نقشے کے نیچے کچھ تفصیلات درج تھیں۔ وہ ان تفصیلات کو غور سے پڑھنے لگا اور پھر سامنے رکھے پیڈ پر اس نے ایک نمبر اور چند الفاظ لکھ لئے اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے نقشے کو رول کر دیا۔ وہ اس جگہ کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا جہاں سے اسے ٹیلی فون کیا گیا تھا۔ یہ ایک مضافاتی کالونی لالہ زار کالونی تھی اور اس کالونی کی کوٹھی نمبر تیرہ سے ٹیلی فون کیا گیا تھا۔ چیکنگ کا یہ سسٹم جدید انداز میں تیار کیا گیا تھا اور عمران نے اس سسٹم پر بے پناہ محنت کی تھی۔ اس سسٹم کے تحت کسی بھی کال کر سراغ با آسانی لگایا جا سکتا تھا چاہے وہ عام ٹیلی فون سے کی گئی ہو یا وائرلیس ٹیلی فون سے۔ چیکنگ کا یہ نظام مقناطیسی لہروں کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔ بلیک زیرو نے نقشہ لے جا کر

دوبارہ لائبریری کی الماری میں رکھا اور پھر ٹیلی فون کے قریب
گیا وہ اس کوٹھی کو چیک کرنا چاہتا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا
ٹیلی فون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی مگر اس بار ڈائل کے درمیان
رنگ کا ایک نقطہ سا چمک رہا تھا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ یہ کال ر
طرف سے ہے۔ جسے اس نے ممبروں کی گمشدگی کے بار
تفصیلات معلوم کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"راجہ سپیکنگ باس" ---- دوسری طرف سے کہا گیا۔

"رپورٹ" ---- بلیک زیرو نے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ مس جولیا کا منگیتر سوئ
سے آیا ہے۔ جس کا نام رافیل ہے وہ گزشتہ روز کافی دیر تک
جولیا کے ساتھ رہا ہے۔ پھر وہی منگیتر سپر مارکیٹ کے ایک کیفے م
آیا۔ کیپٹن شکیل اور صفدر بھی وہیں تھے وہ ساتھ ساتھ اٹھے۔
کے فوراً بعد سے یہ دونوں غائب ہیں۔ جولیا بھی رافیل کے ساتھ
سے نکل کر جاتی دیکھی گئی ہے" ---- راجہ نے تفصیل بتاتے ہو
کہا۔

"ہونہہ۔ باقی ممبروں کے متعلق کچھ معلوم ہوا" ---- بلیک ز
نے پوری سنجیدگی سے سوال کیا۔

"سر میرا شعبہ تیزی سے کام کر رہا ہے میں جلد ہی مکمل تفصیلا
حاصل کر کے آپ کو پہنچا دوں گا" ---- راجہ نے مودبانہ لہجے م
جواب دیا۔

"او کے۔ رافیل کے متعلق تفصیلات مجھے فوری چاہئیں"۔ بلیک
زیرو نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر
ڈال دیا۔ وہ جولیا کے منگیتر کے بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر اسے
خصوصی ٹیلی فون پر کال کا خیال آ گیا اور وہ اس کے درمیانی رابطے کی
کڑیاں ملانے لگا۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد وہ اٹھا اس نے لباس
تبدیل کیا اور پھر ریوالور جیب میں ڈال کر وہ دانش منزل سے باہر آ
گیا۔ وہ اس کوٹھی کو سب سے پہلے چیک کرنا چاہتا تھا جہاں سے اسے
کال کیا گیا تھا۔

کیپٹن شکیل کی آنکھیں کھلیں تو پہلے چند لمحے وہ نیم خوابی کے
میں خاموش پڑا رہا مگر پھر آہستہ آہستہ اس کے ذہن کی سکرین پر گ
حالات پوری طرح واضح ہوتے گئے کہ کس طرح وہ اور صفدر جولیا
منگیتر کے تعاقب میں گئے تھے اور پھر پکڑے جانے کے بعد بیہوش
گئے۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا تاکہ صفدر کے بار
مین معلوم کر سکے اور پھر اسے صفدر اپنے قریب ہی لیٹا ہوا نظر آ
اس نے بے اختیار صفدر کو جھنجھوڑ دیا اور چند لمحوں کی کوشش کے
صفدر نے بھی آنکھیں کھول دیں۔

"اٹھئے صفدر صاحب کافی آرام کر لیا اب کچھ کام بھی کری
ورنہ"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر ایک جھ
سے اٹھ بیٹھا اس نے ایک لمحے کے لئے حیرت سے ارد گرد کے ماحو
کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر کیپٹن شکیل کو دیکھنے لگا۔ بیہوش کر دی

ا تیز گیس کے اثرات ابھی تک اس کے ذہن پر چھائے ہوئے
ے۔

"ہم کہاں ہیں کیپٹن"۔۔۔۔ صفدر نے بغور اس کمرے کو دیکھا
ں میں وہ بند تھے۔

"دشمنوں کی قید میں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سنجیدگی سے جواب
۔

"یہ تجربہ بھی یاد رہے گا کیپٹن"۔۔۔۔ صفدر نے اچانک اٹھ کر
ڑے ہوتے ہوئے کہا اس کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی پھیلتی جا
ہی تھی اور کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ صفدر کا ذہن اب پوری طرح
یس کی گرفت سے آزاد ہو چکا ہے وہ خود بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ
ک خاصا بڑا کمرہ تھا جو ہر طرف سے بند تھا سوائے سامنے ایک
روازے کے باقی کسی طرف بھی نہ کوئی کھڑکی تھی اور نہ روشندان
مرے کی چھت کے عین درمیان میں ایک بلب جل رہا تھا جس کی
جہ سے کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی وہ دونوں کمرے کا
ور جائزہ لے رہے تھے کہ انہیں دروازے کے باہر قدموں کی
وازیں سنائی دینے لگیں وہ دونوں چیتے کی سی پھرتی سے دروازے کی
طرف بڑھے اور پھر دونوں دروازے کی دونوں سائیڈوں میں دیوار سے
شت لگا کر کھڑے ہو گئے۔ قدموں کی آوازیں تیزی سے نزدیک آتی جا
رہی تھیں یوں معلوم ہوتا تھا جیسے باہر ایک طویل راہداری ہو اور
آنے والے تین افراد ہوں۔ قدموں کی آوازیں قریب آتے آتے

عین اسی دروازے کے سامنے آ کر رک گئیں۔ باہر سے تالا کھلنے آہٹ محسوس ہوئی صفدر اور کیپٹن شکیل نے ایک دوسرے کو نظرو ہی نظروں میں تولا اور پھر دونوں کے اعصاب تن سے گئے وہ ہر کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ دوسرے لمحے دروا ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی قدم اٹھاتے کسی۔ ایک گٹھڑی تیزی سے اندر لڑھکا دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ با سے بند ہو گیا۔ وہ دونوں خاموش کھڑے رہ گئے۔ ان کی نظریں اس گٹھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ کسی عورت کو چادر میں گٹھڑی کی صورت میں باندھا گیا تھا اس کے دونوں ہاتھ اور پیر اس چادر سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ کیپٹن شکیل نے لپک کر چادر کی گانٹھ کھولی اور پھر دونوں ایک طویل سانس لے کر رہ گئے یہ جولیا تھی۔ صفدر نے دیکھ کہ جولیا کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار جیسے ثبت ہو کر رہ گئے تھ اس نے تیزی سے اس کی نبض پکڑ کر چیک کی جولیا بیہوش تھی اس کے گلے پر دباؤ کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے ظاہر تھا کہ کسی نے اس کی گردن دبا کر اسے بیہوش کیا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ صفدر"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

صفدر نے جولیا کی ناک دونوں انگلیوں کے درمیان دبا کر دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جما دیا ایک لمحے کے بعد جولیا کے جسم میں ہلچل سی ہوئی صفدر نے دونوں ہاتھ علیحدہ کر لئے جولیا کو ایک زبردست چھینک آئی اور دوسرے لمحے اس نے آنکھیں کھول دیں وہ لاشعوری

الت میں اپنے سامنے کھڑے صفدر اور شکیل کو دیکھتی رہی پھر اس کی نکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی آہستہ آہستہ وہ پوری طرح ہوش ل آ گئی دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"رافیل ایسا نہیں کر سکتا مگر"۔۔۔۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ور پھر وہ یک دم خاموش ہو گئی اور دانتوں سے ہونٹ کاٹنے لگی۔

"جولیا"۔۔۔۔ صفدر نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ جولیا نے مفدر کی آواز سن کر ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ دونوں یہاں یہ کون سی جگہ ہے"۔۔۔۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں آ گئی تھی۔

"ہم دشمنوں کی قید میں ہیں مگر یہ رافیل کون ہے"۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا۔

"رافیل کون رافیل"۔۔۔۔ جولیا نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ رافیل کے نام سے جولیا کی آنکھوں میں شعلے سے لپکے تھے۔

"جولیا تم نے رافیل یعنی اپنے منگیتر کو سیکرٹ سروس کے بارے میں کیا بتایا ہے"۔۔۔۔ صفدر کے لہجے میں اچانک سختی ابھر آئی۔

"منگیتر"۔۔۔۔ جولیا نے الجھتے ہوئے کہا ایک لمحے کے لئے وہ نروس ہو گئی مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔

"میرا کوئی منگیتر نہیں مسٹر صفدر آپ مجھ سے لہجہ ٹھیک کر کے بات

کریں"۔۔۔۔ جولیا کے لہجے میں تلخی عود کر آئی تھی۔

"معافی چاہتا ہوں مس جولیا مگر آپ نے اپنے منگیتر کو تمام تفصیلات بتا کر بھیانک غلطی کی ہے سیکرٹ سروس میں آنے کے بعد انسان کو پتھر دل بننا پڑتا ہے بہرحال اس سلسلے میں آپ سے پوچھ گچھ کا حق صرف ایکسٹو کو ہے"۔۔۔۔ صفدر نے بھی سرد لہجے میں جواب دیا۔

"ان باتوں کو چھوڑ صفدر یہ آپس میں الجھنے کا موقع نہیں ہے فی الحال ہمیں یہاں سے نکلنے کے متعلق سوچنا چاہئے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے ماحول خراب ہوتا دیکھ کر دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے"۔۔۔۔ صفدر نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا اس نے بغور دروازے کو دیکھا اس میں آٹومیٹک لاک نہیں تھا بلکہ لاک باہر سے لگایا گیا تھا دروازہ بے حد مضبوط تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ کھولنے کی کیا ترکیب کرے کہ اچانک کمرے میں ایک نسوانی آواز گونجنے لگی۔

"تم لوگ ابھی سے گھبرا رہے ہو یہاں سے رہائی کے متعلق سوچنا ہی بیکار ہے کیونکہ تم میڈم باشوری کے قیدی ہو۔ میڈم باشوری کے قیدیوں کے قریب تو اس کی اجازت کے بغیر موت بھی نہیں پھٹک سکتی تمہارے دوسرے ساتھی بھی جلد ہی تمہارے پاس پہنچ جائیں گے پھر میں ایک ایک کر کے تمہاری لاش کا تحفہ تمہارے چیف ایکسٹو کو بھیجوں گی"۔۔۔۔ نسوانی آواز جس کا لہجہ انتہائی طنزیہ تھا خاموش ہو

گئی وہ تینوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے ظاہر ہے کہ وہ اس کا جواب بھی کیا دے سکتے تھے البتہ صفدر کی نظریں بڑی تیزی سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر اس کی باریک بین نگاہوں نے مائیکرو سسٹم کی جگہ ڈھونڈ لی چھت میں جہاں بلب لگا ہوا تھا وہیں تار کے سرے پر ایک چابی سی لگی ہوئی تھی وہ سمجھ گیا کہ یہی ٹیلی مائیکرو سسٹم ہے یہاں سے نکلنے کے لئے اس سسٹم کو بیکار کرنا ضروری تھا اس لئے اس نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور پھر کیپٹن شکیل خاموشی سے اس بلب کے عین نیچے بیٹھ گیا۔ صفدر پھرتی سے اس کے کندھوں پر چڑھا اور کیپٹن شکیل کھڑا ہو گیا اب صفدر کا ہاتھ باآسانی چھت تک پہنچ سکتا تھا۔

"کیا کر رہے ہو تم۔ خبردار اگر کوئی غلط حرکت کی تو گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے"۔۔۔۔ نسوانی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجی اس بار اس کے لہجے میں غصیلے پن کے تاثرات نمایاں تھے۔ مگر صفدر نے پھرتی سے بلب کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور تار درمیان سے ٹوٹ گئی کمرے میں اندھیرا چھا گیا صفدر کو اطمینان ہو گیا کہ اب مادام باشوری انہیں دیکھ نہیں سکتی۔ گو یک دم اندھیرا ہوتے ہی اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا مگر اسے اچھی طرح سے اندازہ ہو گیا تھا کہ تار کا سرا کہاں ہے اس نے ہاتھ بڑھایا اور پھر تار کو پکڑ کر اس کا سرا اوپر جالی سے لگا دیا تار کا ننگا سرا جیسے ہی جالی سے لگا ایک شعلہ سا لپکا اور صفدر نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے نیچے چھلانگ لگا دی۔

"ٹیلی مائیکرو سسٹم بیکار ہو گیا ہے اس لئے ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے"۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"تو کیا دروازہ توڑا جائے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"دروازہ توڑنے کی کیا ضرورت ہے ابھی وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے"۔۔۔۔ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا راہداری قدموں کی دھمک سے گونجنے لگی تقریباً تین آدمی تھے وہ سب دروازے کے سامنے آ کر رک گئے۔ صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا دروازے کی اطراف میں دیواروں سے لگ گئے پھر تالہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا راہداری میں لگے ہوئے بلب کی روشنی اندر آنے سے کمرے میں ملگجا سا اندھیرا پھیل گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کے اعصاب تنے ہوئے تھے وہ اس انتظار میں تھے کہ یہ لوگ اندر داخل ہوں مگر آنے والے بھی ہوشیار نکلے ان میں سے کوئی بھی اندر داخل نہ ہوا۔

"تم تینوں ہاتھ اٹھائے باہر نکل آؤ ہمارے ہاتھوں میں مشین گنیں ہیں"۔۔۔۔ باہر سے ایک کرخت آواز گونجی اور جولیا نے دانت بھینچ لئے کیونکہ یہ رافیل کی آواز تھی وہی رافیل جو اسے محبت کا یقین دلاتا رہا تھا جولیا نے زندگی میں پہلی بار بھیانک غلطی کی تھی اور اسے معلوم تھا کہ یہ غلطی ناقابل معافی ہے اس گروہ سے جان چھوٹ جانے کے بعد ایکسٹو اسے کبھی معاف نہیں کرے گا اسے اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ اب ڈرنے سے کیا فائدہ چنانچہ وہ ہاتھ

اٹھا کر آگے بڑھی اور دروازے سے باہر نکل گئی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی اسے جاتا دیکھ کر خاموشی سے باہر آ گئے کیونکہ اب اس کے سوا اور چارہ بھی نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ تینوں باہر آئے تینوں مسلح اشخاص نے مشین گنوں کا رخ ان کی طرف کر دیا۔

"آگے بڑھو خبردار اگر غلط حرکت کی تو"۔۔۔۔ رافیل نے سخت لہجے میں کہا جولیا نے ایک نظر رافیل کو دیکھا اور پھر مڑ گئی۔ مگر دوسرے ہی لمحے جیسے بجلی سی کوند گئی ہو۔ جولیا مڑتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اپنی ایڑی پر گھومی اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا رافیل کی مشین گن جولیا کے ہاتھ میں پہنچ چکی تھی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل بھی ایک لمحہ ضائع کئے بغیر حرکت میں آ گئے اور باقی دو افراد بھی پلک جھپکتے ہی نہتے رہ گئے۔ پھر اس سے پہلے کہ صفدر اور کیپٹن شکیل کچھ کرتے جولیا کی مشین گن نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ اس کا نشانہ رافیل تھا مگر باقی دو بھی مشین گن کے برسٹ سے بچ نہ سکے ان کے جسموں میں بھی کئی گولیاں پیوست ہو گئیں مگر رافیل تو گولیوں کی بوچھاڑ میں جیسے نہا سا گیا اس کا جسم چھلنی ہو گیا۔ جولیا دانت بھینچے ٹریگر دبائے چلے جا رہی تھی۔

"بس کرو جولیا ہمیں یہاں سے نکلنا بھی ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جولیا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور جولیا نے ٹریگر سے انگلی ہٹا لی جولیا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا نچلے ہونٹ پر دانتوں کے دباؤ پڑنے سے خون رسنے لگا تھا۔ جولیا نے رافیل کی لاش پر زور سے

تھوک دیا اور پھر تیزی سے مڑ کر رہداری میں بھاگنے لگی اس ۔ کیپٹن شکیل اور صفدر کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ دونوں اس کی ذہنی حالت سمجھتے تھے اس لئے تیزی سے اس کے پیچھے دوڑنے لگے مگر جولیا کے جیسے پر لگ گئے تھے۔ وہ جلد ہی راہداری کے موڑ پر پہنچ گئی اور اسی لمحے موڑ سے گولیوں کی بوچھاڑ آنی شروع ہو گئی۔ جولیا ایک جھٹکے سے فرش پر گری اور جب تک صفدر اور کیپٹن شکیل وہاں پہنچتے جولیا کی مشین گن نے شعلے اگلے اور موڑ پر چیخیں سی بلند ہوئیں ۔ جولیا تیزی سے اٹھ کر آگے بڑھ گئی مگر اب وہ دونوں اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"مس جولیا ہوش میں رہ کر کام کریں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا مگر جولیا تو جیسے بہری ہو چکی تھی۔ یہاں سے چار سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں جولیا مشین گن سے گولیاں برساتی اوپر چڑھتی چلی گئی وہ ایک کافی بڑے کمرے میں پہنچ گئے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ کمرہ ہر قسم کے فرنیچر سے خالی تھا۔ جیسے ہی وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے اچانک کمرے کا فرش درمیان سے پھٹ گیا اور وہ تینوں سنبھلتے سنبھلتے فرش کے پھٹنے سے پیدا ہونے والے خلا میں گرتے چلے گئے ان کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں چیخوں کی بازگشت نجانے کتنی گہرائی تک سنائی دیتی رہی اور فرش ایک بار پھر برابر ہو چکا تھا۔

عمران بیہوش والدہ کو کاندھے پر اٹھائے وحشیانہ انداز میں راہداری میں بھاگتا چلا گیا۔ راہداری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا۔ جو اس وقت بند تھا۔ عمران نے ایک ہی نظر میں دروازے کی خستگی کو تاڑ لیا تھا کیونکہ یہ کھنڈرات تھے۔ چنانچہ وہ رکا نہیں بلکہ اس نے قریب جا کر پوری قوت سے دروازے پر لات ماری اور دروازے کے دونوں پٹ اکھڑ کر دور جا گرے۔

"خبردار رک جاؤ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک تحکمانہ آواز گونجی۔ مگر عمران ایسی حالت میں کہاں رکنے والا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر باہر نکل گیا۔ مگر دوسرے لمحے اسے رکنا پڑا کیونکہ سامنے پانچ افراد مشین گن تانے کھڑے تھے۔ عمران نے دانت بھینچ لئے اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور چہرے پر اتنا جلال تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ تمام دنیا کو بھسم کر دے گا۔

"تم نے میری والدہ پر ہاتھ ڈال کر اپنی موت کو آواز دی ہے۔ میری یہ بات یاد رکھنا"---- عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ہم یاد رکھیں گے۔ فی الحال تم خاموشی سے دروازے کی طرف چلو ورنہ"---- ایک شخص نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور عمران خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایک مشین گن بردار اس سے پہلے دروازے سے باہر نکل چکا تھا۔ یہ ٹوٹا پھوٹا سا برآمدہ تھا جس کی دوسری طرف اجاڑ سا باغ اور اس سے پرے جھیل تھی۔ وہ عمران کو لئے باغ میں آ گئے جہاں دو کاریں موجود تھیں۔

"اپنی والدہ کو نیچے لٹا دو اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ"---- اسی شخص نے دوبارہ حکم دیتے ہوئے کہا۔ عمران نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پھر بے ہوش والدہ کو نیچے زمین پر لٹا دیا۔

"نمبر الیون۔ عمران کی والدہ کو اٹھا کر کار میں ڈال دو"---- حکم دینے والے نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید ان سب کا انچارج تھا۔ انچارج کے کہنے پر اس شخص نے مشین گن کو کاندھے سے لٹکایا اور پھر عمران کی والدہ کی طرف بڑھنے لگا۔

"عمران تم دوسری کار کی طرف چلو دیکھو کوئی غلط حرکت نہ کرنا ورنہ نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے"---- انچارج نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ عمران ایک لمحے کے لئے وہاں یوں کھڑا رہا جیسے کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو اور پھر اس نے اپنے جسم کو موڑا اور یہ ٹھیک وہی لمحہ تھا جب مسلح شخص اس کی والدہ کو اٹھانے کے لئے اس کے قریب

پہنچ چکا تھا اور پھر جیسے بجلی چمکتی ہے اسی طرح محسوس ہوا اور وہ مسلح شخص عمران کے آگے موجود تھا۔ عمران کا ایک بازو اس شخص کی گردن کے گرد کسا ہوا تھا۔ جبکہ دوسرے سے اس نے مشین گن پکڑ لی تھی پھر اس سے پہلے کہ باقی افراد سنبھلتے عمران نے اسی حالت میں مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ اس نے مشین گن کا دستہ اس آدمی سے پہلو میں دبا رکھا تھا۔ مشین گن نے شعلے اگلے اور وہ چاروں فائرنگ کھلتے ہی چھپکلیوں کی طرح الٹ کر زمین پر گر گئے۔ ان کے نیچے گرتے ہی عمران نے اپنے بازو کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور اس کی گرفت سے نکلنے کی جدوجہد کرنے والے شخص کی گردن ٹوٹ چکی تھی۔ عمران نے دھکا دے کر اسے نیچے گرا دیا۔ پانچوں افراد ختم ہو چکے تھے۔ عمران نے یوں اطمینان سے ہاتھ جھاڑے جیسے اس نے پانچ مکھیاں مار دی ہوں اور پھر وہ نیچے جھک کر والدہ کو اٹھانے لگا اور یہی اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ عین اسی لمحے نیچے جھک گیا تھا کیونکہ کھنڈرات کی چھت سے آنے والی گولی عین اسی جگہ سے گزرتی چلی گئی جہاں ایک لمحے پہلے عمران کا سر تھا۔ عمران تڑپ کر سیدھا ہوا مگر اسی لمحے باغ کی دیوار سے ایک فائر ہوا اور ایک آدمی الٹ کر چھت سے نیچے فرش پر آ گرا۔ گولی اس کے سر کے پار ہو چکی تھی۔ عمران نے ادھر دیکھا جدھر سے فائر ہوا تھا اور پھر اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا کیونکہ جوزف ہاتھ میں ریوالور لئے تیزی سے عمران کی طرف لپکا چلا آ رہا تھا۔

"باس مجھے دیر ہو گئی"۔۔۔۔۔ جوزف نے قریب آ کر کہا۔

"نہیں تم صحیح وقت پر پہنچے ہو ورنہ چھت والا آدمی دوسرے فائر میں مجھے یقیناً گرا لیتا"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اسی لمحے جوزف کی نظریں فرش پر پڑی ہوئی عمران کی والدہ پر پڑیں اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"گریٹ فادر۔ بب۔ باس آپ کی مدر"۔۔۔۔ جوزف نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجرموں نے اوچھا وار کرنے کی کوشش کی تھی"۔ عمران نے اطمینان سے جواب دیا اور پھر اس نے جھک کر اپنی والدہ کو اٹھایا اور لے جا کر ایک کار کی پچھلی نشست پر لٹا دیا۔

"جوزف انہیں فوراً کوٹھی پہنچاؤ۔ میں ذرا ان لوگوں کو چیک کر لوں"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ جوزف نے مودب ہو کر کہا اور پھر وہ پھرتی سے سٹیرنگ پر بیٹھ گیا کار ایک جھٹکا کھا کر مڑی اور پھر تیزی سے سڑک کی طرف بڑھ گئی۔ کار کے جانے کے بعد اب عمران دوبارہ ان لوگوں کی طرف بڑھا۔ اس نے سب کو چیک کیا۔ کل چھ افراد میں سے پانچ ختم ہو چکے تھے جبکہ ایک میں ابھی زندگی کی سانسیں موجود تھیں اسے دو گولیاں لگی تھیں مگر دونوں خطرناک نہیں تھیں۔ البتہ وہ بیہوش ضرور ہو چکا تھا۔ عمران نے تمام افراد کی جیبوں کی تلاشی لی مگر کسی کے پاس سے کچھ نہیں نکلا ان سب کی جیبیں خالی تھیں۔ تلاشی لینے کے بعد

عمران نے پھرتی سے بیہوش شخص کو اٹھایا اور دوسری کار کی طرف بڑھ گیا اس نے اسے پچھلی دونوں سیٹوں کے درمیان لٹایا اور پھر سٹیرنگ پر بیٹھ کر کار آگے بڑھا لے گیا وہ جلد از جلد دانش منزل پہنچنا چاہتا تھا۔

بلیک زیرو نے دانش منزل سے نکلتے ہی کار کا رخ مضافات کی طرف جانے والی سڑک کی طرف کر دیا وہ جلد از جلد اس کالونی کی کوٹھی میں پہنچنا چاہتا تھا جہاں سے اسے فون کیا گیا تھا اس کی کار شہر سے گزر کر جلد ہی ایک مضافاتی کالونی کی طرف بڑھنے لگی۔ بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ اس عورت کو فون نمبر کہاں سے ملا ہو گا اور وہ کیا کہنا چاہتی تھی اس کے علاوہ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ کہیں اس سے حساب کتاب میں غلطی نہ ہو گئی ہو اور وہ کسی غلط کوٹھی پر پہنچ جائے چونکہ اس نے اس کوٹھی کو چیک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے وہ کار آگے بڑھائے چلا گیا۔ جلد ہی اس کی کار اس کالونی میں پہنچ گئی وہ کوٹھی تلاش کرتا رہا اس نے پوری کالونی کے دو چکر لگائے اور پھر اسے وہ کوٹھی نظر آ گئی کوٹھی کا پھاٹک بند تھا۔ بلیک زیرو نے کار ایک طرف آڑ میں روکی اور پھر خود کوٹھی کی پچھلی طرف نکل آیا یہاں ایک تنگ سی گلی تھی

اور ایک اور کوٹھی کی پشت بھی اس طرف تھی اس لئے درمیان میں گلی سی بن گئی تھی۔ چونکہ مضافاتی علاقہ تھا اس لئے ادھر آبادی بے حد کم تھی اس وقت بھی وہ گلی سنسان پڑی تھی۔ بلیک زیرو نے ادھر ادھر دیکھا کوٹھی کی دیوار کافی بلند تھی اس لئے اسے کراس کرنے کا خیال ہی اس نے ترک کر دیا۔ وہ کوٹھی کے اندر جانے کا کوئی اور راستہ ڈھونڈنا چاہتا تھا اور پھر تھوڑی سی تگ و دو کے بعد اسے گٹر نظر آ گیا جو کوٹھی کے اندر سے آ رہا تھا اس نے گٹر کا ڈھکنا دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور ایک زور دار جھٹکا دیا لوہے کا ڈھکنا اوپر اٹھتا چلا آیا نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ بلیک زیرو نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ گٹر میں پانی کی مقدار بے حد تھوڑی تھی اس لئے سائیڈیں خشک پڑی تھی۔ بلیک زیرو نے کوٹ کی جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اس کی لکیر نما روشنی کے سہارے وہ آگے بڑھنے لگا۔ جب دوسرے گٹر کا دہانہ آیا تو وہ وہاں رک گیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی ادھر ادھر ڈالی اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانے لگا۔ ابھی اس نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں دور سے بے تحاشہ گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ ٹھٹک گیا۔ اس نے اندازہ لگا لیا کہ گولیاں اس کوٹھی کی حدود میں ہی چلائی جا رہی ہیں۔ وہ تیزی سے اوپر چڑھنے لگا اور جب وہ آخری سیڑھی کے قریب پہنچا تو ایک بار پھر گولیاں چلنے کی آوازیں اس نے سنیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ وہ صحیح جگہ پر آ گیا ہے مگر یہ گولیاں کون چلا رہا ہے اور

کس پر چلا رہا ہے۔ اس کے متعلق اسے کوئی علم نہیں تھا۔ بہرحال و ان پارٹیوں کو چیک کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہیں سے اس کے خصوصی فون پر کال کی گئی تھی۔ اس نے گٹر کے دہانے پر موجود ڈھکن کو زور لگا کر اوپر اٹھایا اور پھر آہستگی سے ایک طرف رکھ دیا چند لمحے انتظار کرنے کے بعد اس نے آہستہ سے سر باہر نکالا۔ یہ کوٹھی کا پائیں باغ تھا اس کے قریب ہی باغ کی اونچی سی باڑ موجود تھی۔ بلیک زیرو پھرتی سے باہر نکل آیا۔ اس نے ڈھکن احتیاط سے دوبارہ اپنی جگہ جما دیا اور پھر وہ باڑ کی آڑ لیتا ہوا کوٹھی کے فرنٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ برآمدے کے قریب پہنچ گیا اور پھر اسے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ کیونکہ اسی لمحے کوٹھی کا پھاٹک کھلا اور دو کاریں تیز رفتاری سے اندر داخل ہوئیں وہ برآمدے کے قریب پورچ میں آ کر رک گئیں۔ برآمدے میں پانچ مسلح اشخاص پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے بڑھ کر کاروں کے دروازے کھولے۔ پہلے سٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے نوجوان باہر نکلے اور پھر ان کے اشارے پر پہلے سے موجود مسلح اشخاص نے کار کے پچھلے دروازے کھول کر چند بیہوش افراد کو باہر کھینچ لیا۔ انہیں کاندھے پر لادا اور دوبارہ برآمدے کی طرف بڑھ گئے۔ جیسے ہی بیہوش اشخاص کے چہروں کا رخ بلیک زیرو کی طرف ہوا اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔ وہ حیرت سے بت بن کر رہ گیا۔ بیہوش افراد سیکرٹ سروس کے ممبر تھے اس نے تنویر، نعمانی اور صدیقی کے چہرے دیکھ لئے تھے جبکہ چوتھا فرد جس کا چہرہ اس کی طرف نہیں تھا یقیناً چوہان

تھا کیونکہ اس کا ڈیل ڈول بلیک زیرو پہچانتا تھا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں واقعی صحیح جگہ پر آ پہنچا ہوں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے سوچا۔ جب سب لوگ برآمدہ کراس کر کے اندر چلے گئے تو بلیک زیرو اچھل کر آگے بڑھا اور پھر برآمدے میں آگیا۔ برآمدہ اس وقت خالی تھا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا درمیانی دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر جیسے ہی اس نے دروازے کو چیک کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا دروازہ کھلا اور اس کے عین سامنے ایک شخص کھڑا تھا وہ حیرت سے بلیک زیرو کو دیکھنے لگا۔ بلیک زیرو کا ہاتھ بجلی کے کوندے کی طرف لپکا اور اس کا مکہ ٹھیک اس آدمی کی کنپٹی پر پڑا اور وہ آدمی بغیر آواز نکالے ہی ڈھیر ہونے لگا۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے اسے گھسیٹ لیا پھر اس نے اسے کاندھے پر لادا اور تیزی سے پنجوں کے بل دوڑتا ہوا دوبارہ پائیں باغ کی طرف آگیا۔ اس نے سب سے پہلے بیہوش شخص کے کپڑے اتارے اور اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیئے اور خود اس کے کپڑے پہن لئے۔ اس نے جیب سے تیز دھار چاقو نکالا اور اسے کھول کر دانتوں میں دبا لیا۔ پھر بیہوش شخص کی ناک چٹکی میں دبائی اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد بیہوش شخص تڑپنے لگا۔ بلیک زیرو نے دونوں ہاتھ ہٹا کر چاقو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس کی نوک اس کی گردن سے لگا دی۔

"خاموش پڑے رہو ورنہ"۔۔۔۔ بلیک زیرو کے لہجے میں درندوں کی سی غراہٹ ابھر آئی تھی۔ وہ شخص ساکت ہو گیا۔

"جن آدمیوں کو ابھی لے آگیا گیا ہے انہیں کہاں رکھ ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے چاقو کی نوک زور سے اس کی گرد دباتے ہوئے کہا۔

"نچلے تہہ خانے میں وہاں پہلے بھی ان کے تین ساتھی قید ہ جن میں ایک عورت ہے"۔۔۔ اس شخص نے بھینچے بھینچے لہجے کہا۔

"ان تہہ خانوں کا راستہ کہاں سے جاتا ہے"۔۔۔ بلیک زیرو سوال کیا۔

"درمیانی کمرے سے۔ لائٹ بٹن کے ساتھ سرخ رنگ کا بٹ موجود ہے"۔۔۔ اس نے جواب دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے جلدی بتاؤ"۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"میرا نمبر سکس ہے۔ مم۔ مگر تم بچ نہیں سکتے۔ میڈم باشور تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی"۔۔۔ اس نے بدستور بھینچے بھینچے لہ میں جواب دیا مگر بلیک زیرو نے جواب دینے کی بجائے پوری قوت سے چاقو کا وار کیا اور ساتھ ہی پھرتی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ شخص چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ بلیک زیرو نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چپٹا سا بکس نکال لیا اس کے دونوں ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ تقریباً دس منٹ بعد جب اس نے بکس بند کیا تو وہ مکمل طور پر مرنے والے کا روپ دھار چکا تھا۔ جب وہ دوبارہ برآمدے کے درمیانی دروازے کے قریب پہنچا تو دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک

شخص باہر نکلا۔

"نمبر سکس۔ جلدی آؤ میڈم نے تمہیں بلایا ہے"۔۔۔ اس نے ک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے مگر کیوں"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ ہوبہو ر سکس کی طرح تھا۔

"معلوم نہیں"۔۔۔ اس نے کہا اور پھر کمرے کی طرف مڑ گیا۔ ب زیرو اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ دل ہی دل میں اس اتفاق پر خدا کا ر بجالا رہا تھا کہ بغیر کسی تردد کے میڈم باشوری تک پہنچ جائے گا۔ میانی کمرے میں پہنچ کر آگے والے نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا سرخ ک کا بٹن دبایا۔ کمرے کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی اور وہ دونوں ں خلا میں گھس گئے۔ یہاں سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ تیزی ے چلتے ہوئے نیچے آئے۔ یہاں ایک طویل راہداری تھی۔ راہداری ے آخری سرے پر لوہے کا مضبوط دروازہ تھا جس کے باہر دو مسلح ناص پہرہ دے رہے تھے۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے پہرہ دینے والوں ے دروازے کے قریب لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دروازہ کھلتا چلا ۔

"جاؤ اندر"۔۔۔ بلیک زیرو کو لے آنے والے نے بلیک زیرو ے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو خاموشی سے اندر بڑھ گیا۔ اس کے ر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ یہ ایک کافی بڑا سا کمرہ تھا۔ ں میں مختلف مشینیں دیواروں کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ مشینوں

کے اوپر چھوٹی چھوٹی سکرینیں فٹ تھیں۔ درمیان میں ایک بڑی سی میز موجود تھی جس کے پیچھے ایک خوبصورت عورت موجود تھی۔ بلیک زیرو نے اندر داخل ہو کر جھک کر عورت کو سلام کیا وہ سمجھ گیا کہ یہ میڈم باشوری ہے۔

"نمبر سکس"۔۔۔۔ عورت کی سرد آواز گونجی۔

"یس میڈم"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے نمبر سکس کے لہجے میں جواب دیا۔

"روم نمبر الیون میں سیکرٹ سروس کا ایک ممبر بند ہے اس کا سر کاٹ کر ایک تھیلے میں ڈالو اور جا کر وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کی کوٹھی میں پھینک آؤ"۔۔۔۔ میڈم باشوری نے سرد لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی میڈم۔ مگر"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر کیا"۔۔۔۔ میڈم باشوری نے یوں تڑپ کر کہا جیسے بلیک زیرو نے مگر کا لفظ استعمال کر کے اسے کوڑا مار دیا ہو۔

"میڈم میرا خیال ہے کہ تمام ممبروں کے سر اکٹھے کوٹھی میں پھینک دیئے جائیں تو زیادہ بہتر ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے خیال ظاہر کیا وہ میڈم کے پہلے فقرے سے یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ نمبر سکس میڈم کے نزدیک خاص اہمیت کا مالک ہے۔

"نہیں میں روزانہ ایک سر انہیں تحفہ کے طور پر بھیجوں گی"۔

میڈم نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جو آپ کا حکم"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے زیادہ بحث مناسب نہ سمجھی اور پھر سلام کر کے واپس مڑ گیا۔ مگر ابھی وہ دروازے کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ میڈم کی آواز سنائی دی۔

"نمبر سکس"۔۔۔۔ بلیک زیرو فوراً موڑا۔

"تم نے خیال کس بنا پر ظاہر کیا ہے"۔۔۔۔ میڈم کے لہجے میں الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

"میڈم ایک تحفہ کے بعد یہاں کی پوری مشینری حرکت میں آجائے گی اور ہمارے مشن کے لئے کافی رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں اگر ہم ان سب کو اکٹھے قتل کر دیں تو کم سے کم ایک ادارے سے تو جان چھوٹ جائے گی دوسری بات یہ کہ ہو سکتا ہے کہ باقی لوگ کوئی شرارت کرنے کی کوشش کریں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ میڈم کی پیشانی پر سوچ کی سلوٹیں پڑنے لگیں چند لمحے وہ خاموش رہی پھر اس نے ایک طویل سانس لیا۔

تمہارا خیال درست ہے نمبر سکس تم واقعی ذہین اور جرات مند آدمی ہو رافیل چونکہ مر چکا ہے اس لئے اب سے تمہارا نمبر ٹو ہو گا"۔۔۔۔ میڈم باشوری نے کہا۔

"آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں لگے گی میڈم"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مودبانہ انداز میں سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ اور ان سب کو قتل کر کے ان کی لاشیں وزارت خارجہ کی عمارت میں پھینکوا دو"۔۔۔۔ میڈم باشوری نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر مڑ گیا اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

"میڈم نے مجھے رافیل کی جگہ نمبر ٹو مقرر کر دیا ہے"۔۔۔۔ اس نے باہر نکل کر مسلح افراد سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ سب نے اس کے سامنے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تم میرے ساتھ قید خانے میں آؤ میں ان کے قتل سے پہلے ان سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا جو اسے برآمدے سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

"یس باس"۔۔۔۔ اس نے مودبانہ انداز میں جواب دیا اور پھر وہ بلیک زیرو کو اپنے ہمراہ لئے راہداری کے دوسرے کونے کی طرف بڑھ گیا وہاں اس نے دیوار کے مخصوص حصے پر ہاتھ پھیرا دیوار درمیان سے ہٹتی چلی گئی یہاں سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے یہ دروازہ فولاد کا بنا ہوا تھا اور اس کے باہر بھی دو مسلح اشخاص پہرہ دے رہے تھے۔

"تمام قیدی اسی میں بند ہیں ناں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہاں صرف ایک لڑکی روم نمبر الیون میں بند ہے"۔۔۔۔ ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسے فوراً وہاں سے لے آؤ ہم نے ان سب کو ایک ہی وقت میں قتل کرنا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ تیزی سے اوپر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ جب سیڑھیاں کراس کر کے وہ بلیک زیرو کی نظروں سے غائب ہو گیا تو بلیک زیرو نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو اچانک بجلی کی سی تیزی سے حرکت دی اور دوسرے لمحے ایک ہلکے سے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی تربوز پھٹا ہو اور ایک پہرے دار کی کھوپڑی ریزہ ریزہ ہو گئی۔ مشین گن کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر پڑا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ دوسرا سنبھلتا وہی حرکت اس کی ساتھ ہوئی اور وہ بھی بغیر آواز نکالے فرش پر گر چکا تھا بلیک زیرو نے ان دونوں کو گھسیٹ کر ایک طرف کیا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر والے دروازے کے قریب پہنچ گیا ابھی وہ وہاں پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور دوسرے لمحے جولیا ہاتھ اٹھائے سیڑھیاں اترنے لگی اس کے پیچھے وہی شخص تھا جو اسے لینے گیا تھا۔ بلیک زیرو دروازے کی آڑ میں چھپا ہوا تھا جیسے ہی مسلح شخص نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا بلیک زیرو کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور وہ شخص قلابازیاں کھاتا ہوا سیڑھیوں پر لڑھکتا چلا گیا۔ جولیا جو اس سے آگے آگے جا رہی تھی وحشی ہرنی کی طرح بھڑک کر ایک طرف ہوئی اور پھر اس نے قلابازیاں کھاتے ہوئے شخص کے ہاتھ سے مشین گن یوں جھپٹ لی جیسے وہ پہلے سے اس کام کے لئے تیار ہو۔

"جولیا تم ادھر دروازے کے قریب پہرہ دو جو اندر آئے اسے فو
ختم کر دو"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اس بار ایکسٹو کے لہجے میں کہا ا
جولیا ایکسٹو کی آواز سن کر یوں اچھلی جیسے اس کے پیروں تلے بم آ
ہو اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلتی چلی گئی تھیں۔

"ایکسٹو"۔۔۔۔ جولیا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ مگر بلیک ز
اس کی بات کی پرواہ کئے بغیر دو دو سیڑھیاں پھلانگتا نیچے اتر گیا جلد
وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا وہ پہلے ہی دروازے کی ساخت اور ا
میں موجود آٹومیٹک لاک دیکھ چکا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنی گھڑ
کا ونڈ بٹن کھینچا ونڈ بٹن علیحدہ ہو گیا اس کے اندر سے ایک باریک گ
مضبوط سی تار نکل آئی۔ بلیک زیرو نے تار کا سرا آٹومیٹک لاک کے
اندر کیا اور پھر ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دبایا تو تار کے سرے سے
کسی سیال کے چند قطرے نکلے اور تالے کے لیور یوں پگھل گئے جیسے
انہیں کسی بھٹی میں ڈال دیا گیا ہو۔ بلیک زیرو نے پیر سے دروازے کو
دبایا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتا چلا گیا۔

"تنویر"۔۔۔۔ بلیک زیرو کو سامنے دیوار کے ساتھ کھڑا تنویر نظر آ
گیا تھا۔ ایکسٹو کی آواز جیسے ہی کمرے میں گونجی کمرے میں موجود
سیکرٹ سروس کے ممبران حیرت سے اچھل پڑے۔

"چلو باہر نکلو جلدی"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ایک طرف ہٹتے ہوئے
تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر سیکرٹ سروس کے ممبران تیزی سے باہر
نکلتے چلے آئے بلیک زیرو کے کہنے پر صفدر اور کیپٹن شکیل نے

ڑھیاں چڑھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگے جہاں جولیا مشین
لن تھامے بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہی تھی۔ ابھی وہ سب
روازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک ایک سرسراہٹ کی آواز
ائی دی اور یوں محسوس ہوا جیسے دروازے کے باہر فولاد کی چادر اتر
ئی ہو اور اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں میڈم باشوری کے قہقہوں سے
ونج اٹھیں۔

"آخر تم بھی پھنس ہی گئے سیکرٹ سروس کے چیف۔ بڑے
اسرار بنتے تھے"۔۔۔۔ میڈم باشوری کی آواز گونجی۔ وہ سب حیرت
ے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ آواز دیوار کے ہر حصے سے بلند ہوتی محسوس
رہی تھی۔

"اب یہی سیڑھیاں سیکرٹ سروس کا مقبرہ بنیں گی سمجھے۔ مرنے
ے لئے تیار ہو جاؤ"۔۔۔۔ میڈم باشوری کی آواز سنائی دی اور پھر
یلری میں سفید رنگ کا گاڑھا دھواں پھیلنے لگا۔ سفید دھوئیں کو دیکھ
ر سب کے چہرے فق ہو گئے کیونکہ وہ پوٹاشیم سائنائیڈ کا دھواں تھا جو
ب لمحے میں انسان کا خاتمہ کر دیتا تھا انہیں اب اپنی موت یقینی نظر
نے لگی تھی۔ اس آخری وقت وہ سب اپنے چیف ایکسٹو کو دیکھنے
لے جیسے ایکسٹو کوئی معجزہ دکھائے گا مگر بلیک زیرو کا اپنا دماغ اس
ہانک صورت حال نے ماؤف کر دیا تھا اسے یہی بات سمجھ میں نہیں آ
ی تھی کہ میڈم باشوری نے اسے کیسے پہچانا۔ اب دھواں پوری
یلری میں پھیل چکا تھا۔ قاتل دھواں۔

ایئرپورٹ پر خاصی چہل پہل تھی غیر ملکی فلائٹ آنے میں چند لـ باقی تھے ایئرپورٹ سے باہر کاروں کی طویل قطاریں موجود تھیں پبلک گیلری عورتوں اور مردوں سے بھری ہوئی تھی۔ کچھ لوگ اپنے عزیزوں اور احباب کو جہاز پر چڑھانے آئے تھے اور کچھ کسی کو لینے۔ سب کے چہروں پر انجانی سی خوشی تھی جبکہ ایئرپورٹ کے مین گیٹ کے قریب نوادرات کی ایک دکان کے کاؤنٹر پر ایک نوجوان کھڑا بڑے غور سے نودرات کو دیکھ رہا تھا یہ پرنس زیرو تھا جو اس وقت اس ایجنٹ کو لینے آیا تھا جسے چیف باس نے ایک زیرو فائل کے حصول کے لئے خصوصی طور پر بھیجا تھا تھوڑی دیر بعد فلائٹ کے آنے کا اعلان لاؤڈ سپیکر پر ہوا اور پرنس زیرو آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پبلک گیلری کی طرف بڑھ گیا جب وہ گیلری میں پہنچا تو جہاز رن وے پر اپنے مخصوص سپاٹ پر رک چکا تھا اور دروازے کے ساتھ سیڑھی لگائی جا رہی تھی۔ دروازہ

کھلا اور مسافر نیچے اترنے لگے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ زیادہ تعداد غیر ملکیوں کی تھی۔ چند مسافروں کے بعد ایک لمبا تڑنگا اور خوبصورت جسم کا مالک نوجوان سیاہ سوٹ میں نیچے اترا اس کے ہاتھ میں بریف کیس تھا اور اس کے کالر پر لگا ہوا سرخ رنگ کا گلاب دور سے چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہی وہ ایجنٹ تھا جس کی تعریف چیف باس نے کی تھی۔ پرنس زیرو پبلک گیلری میں کھڑا بڑے اطمینان سے اسے دیکھتا رہا۔ نوجوان بڑے اطمینان سے چلتا ہوا پاسپورٹ چیکنگ کاؤنٹر پر آیا اور پھر جلد ہی وہ وہاں سے فارغ ہو کر مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ پرنس زیرو اس وقت تیزی سے سیڑھیاں اترتا ہوا دوبارہ اسی سٹال کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اسی وقت سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اسی سٹال پر آ کر رک گیا ان کے علاوہ بھی کافی غیر ملکی اس سٹال پر کھڑے نوادرات کو دیکھ اور خرید رہے تھے۔

"معاف کیجئے گا یہ گلاب کا پھول کون سے ملک کا ہے"۔ پرنس زیرو نے اچانک سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان سے سوال کیا۔ نوجوان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"افریقی گلاب ہے"---- اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ تبھی اتنا خوبصورت ہے"---- پرنس زیرو نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو پسند ہے تو لے لیجئے"---- آنے والے نے گلاب کی

طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں ایسی بات نہیں"۔۔۔۔ پرنس نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ نوجوان بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چلتا رہا جب اس نے مین گیٹ کراس کیا تو پرنس زیرو کو وہیں کھڑا پایا۔

"سپر"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے دبے لہجے میں کہا۔

"آپریشن"۔۔۔۔ نوجوان نے باوقار لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے پرنس زیرو کہتے ہیں"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ڈاگ ٹیلر"۔۔۔۔ جواب میں نوجوان نے اپنا نام بتایا۔

"آیئے مسٹر ڈاگ میں آپ کا ہی منتظر تھا"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے کہا اور پھر وہ دونوں خاموشی سے اس طرف بڑھنے لگے جدھر کاریں موجود تھیں۔ پرنس زیرو ایک سیاہ رنگ کی کار کے قریب رکا اس نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر ڈاگ کو اندر بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور کار تیزی سے کاروں کے ہجوم سے نکلتی ہوئے جلد ہی سڑک پر آ گئی۔ ڈاگ بڑے مطمئن انداز میں خاموش بیٹھا تھا پرنس زیرو نے بھی کوئی بات نہیں کی وہ خاموشی سے کار چلا رہا تھا۔

"ہمارا تعاقب ہو رہا ہے"۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد ڈاگ نے اچانک کہا۔ اس کے لہجے میں سختی تھی۔

"مجھے معلوم ہے ہمارے ہی آدمی ہیں"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے جواب دیا اور ڈاگ اطمینان کا سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار ایک چھوٹی سی کوٹھی کے گیٹ پر آ کر رک گئی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے دربان نے پرنس زیرو کو دیکھ کر پھرتی سے گیٹ کھول دیا اور وہ کار اندر لئے چلا گیا۔ کار کو پورچ میں روک کر وہ نیچے اترا ڈاگ بھی خاموشی سے نیچے اتر آیا تھا۔

"آیئے اندر"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے کہا اور پھر اسے لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ ڈاگ نے بریف کیس ایک طرف رکھا اور پھر اطمینان سے ٹانگیں پھیلا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ پرنس زیرو نے ایک الماری کھول کر اس میں سے شراب کی ایک بوتل اور دو گلاس نکال کر سنٹرل ٹیبل پر رکھے اور فریزر سے برف کی پلیٹ نکال کر ساتھ رکھ دی۔ ڈاگ نے خود ہی بوتل کا ڈھکن کھولا چند ڈلیاں برف کی گلاس میں ڈال کر اس نے شراب سے گلاس کو بھر لیا۔ پرنس زیرو نے بھی اپنا گلاس بھرا اور پھر دونوں نے اپنے گلاس اٹھا لئے۔

"ہاں تو پرنس زیرو اب مجھے تفصیل سے تمام باتیں بتا دو کیونکہ میں انتہائی تیزی سے کام کرنے کے موڈ میں ہوں چیف باس نے حکم دیا ہے کہ میں جلد از جلد یہاں کا کام نپٹا کر اس کے پاس پہنچ جاؤں"۔۔۔۔ ڈاگ نے شراب کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہو گا ہم نے ایک فائل اڑائی ہے۔ ریڈ یڈو یہ فائل کہاں ہے اس کا کسی کو علم نہیں ہے۔ طویل تحقیقات

کے بعد اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ فائل یہاں کے ایک شخص علی عمران کی تحویل میں ہے۔ اس نے اسے کہاں رکھا ہوا ہے اس کے متعلق وہی کچھ بتا سکتا ہے"—— پرنس زیرو نے شراب کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص علی عمران کون ہے کیا کرتا ہے"—— ڈاگ نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

"یہ بظاہر تو ایک احمق سا نوجوان ہے یہاں کی سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن اکلوتا لڑکا ہے۔ علیحدہ فلیٹ میں رہتا ہے جہاں ایک ملازم سلیمان اس کے ساتھ رہتا ہے مگر درحقیقت وہ انتہائی ذہین عیار اور چالاک شخص ہے۔ سیکرٹ سروس کی امداد کرتا ہے مگر سیکرٹ سروس میں شامل نہیں ہے"—— پرنس زیرو نے عمران کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ تمام بکھیڑا صرف ایک آدمی کا ہے"۔ ڈاگ نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بظاہر عمران صرف ایک آدمی ہے بے ضرر سا احمق سا مگر درحقیقت وہ ایک بہت بڑی اور طاقت ور تنظیم سے بھی زیادہ مضبوط ہے اس ملک میں بڑے بڑے جغادری مجرم آئے اور اس کے ہاتھوں اپنی گردن تڑوا بیٹھے ہیں"—— پرنس زیرو نے قدرے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"تم مجھے نہیں جانتے مسٹر پرنس۔ چیف باس مجھے اچھی طرح جانتا

ہے میں نے اکیلے رہ کر بھی بڑی بڑی تنظیموں کا خاتمہ کر دیا ہے ایک آدمی تو میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا چاہے وہ کتنا چالاک اور عیار ہی کیوں نہ ہو"—— ڈاگ نے بڑے فاخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ درست کہتے ہیں"—— پرنس زیرو بھلا اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

"تم نے علی عمران کو گھیرنے کی کوشش کی"—— ڈاگ نے شراب کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں باس کے بعد میں نے ایسا کرنے کی کوشش کی پہلے ہم نے اسے قتل کرنا چاہا مگر وہ بچ گیا۔ پھر ہم نے اسے اغوکرلیا اور اسے ذہنی طور پر مفلوج کرنے کے لئے اس کی بوڑھی والدہ کو اغوا کر کے اس کے سامنے ڈال دیا تاکہ وہ والدہ کی جان بچانے کے لئے ریڈ زیرو فائل ہمارے حوالے کر دے"—— پرنس زیرو نے جواب دیا۔

"ویری گڈ اچھا شاک دیا تم نے پھر کیا ہوا"—— ڈاگ نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ہونا کیا تھا عمران اپنی والدہ کو صحیح سلامت لے کر نکل گیا اور میرے پانچ آدمی ہلاک ہو گئے۔ ایک کی لاش کو وہ اپنے ساتھ لے گیا"۔ پرنس زیرو نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے خاصا جی دار آدمی ہو گا بہرحال ٹھیک ہے تم مجھے اس کا پتہ بتاؤ میں خود اسے دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے بچ کر کیسے جاتا

ہے"——— ڈاگ نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"اس کے فلیٹ کی نگرانی ہو رہی ہے جیسے ہی اس کے بارے میں کوئی اطلاع ملی میں آپ کو اطلاع کر دوں گا"——— پرنس زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میرا کسی اچھے سے ہوٹل میں رہائش کا انتظام کرو میں آزاد رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں تم صرف مجھ سے فون پر بات کر سکتے ہو"——— ڈاگ نے بریف کیس اٹھا کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میرے ساتھ آئیے میں آپ کو ہوٹل چھوڑ آتا ہوں"۔ پرنس زیرو نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد ان کی کار کوٹھی سے نکل کر شہر کی طرف دوڑنے لگی۔

عمران زخمی مجرم کو کار میں ڈالے سیدھا رانا ہاؤس پہنچا اس نے کار کوٹھی سے تھوڑی دور ایک سنسان جگہ پر چھوڑ دی تھی۔ کار کی نمبر پلیٹ نہیں تھی اس لئے اس کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرنا بیکار تھا۔ زخمی کی حالت خاصی خراب تھی اس لئے عمران اسے آپریشن تھیٹر میں لے گیا۔ یہ نجی آپریشن تھیٹر اس نے رانا ہاؤس کے تہہ خانوں میں بنایا ہوا تھا۔ جوزف ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اس لئے وہ دربان کو کہہ آیا تھا کہ جیسے ہی جوزف واپس آئے اسے آپریشن تھیٹر میں بھیج دے۔ عمران تقریباً ایک گھنٹے تک آپریشن تھیٹر میں مصروف رہا اور پھر وہ باہر بڑے کمرے میں آ گیا۔ زخمی کی حالت اب سنبھل گئی تھی اور عمران نے اسے بیہوشی کا انجکشن لگا دیا تھا۔ اسے علم تھا کہ دو گھنٹے بعد جب زخمی کو ہوش آئے گا تو وہ خاصا ٹھیک ہو چکا ہو گا اس وقت اس سے پوچھ گچھ باآسانی ہو سکے گی۔ جیسے ہی عمران

بڑے کمرے میں داخل ہوا جوزف بھی وہاں پہنچ گیا۔

"پہنچا آئے والدہ کو"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"یس باس۔ اب وہ ٹھیک ہیں جب تک انہیں ہوش نہیں آ گیا میں وہیں رکا رہا"۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

"والد صاحب کیا کہتے تھے انہیں کب اغوا کیا گیا تھا"۔۔۔۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"انہیں تو علم ہی نہیں تھا گرینڈ مدر کسی شادی پر گئی ہوئی تھیں وہاں سے واپسی پر مجرموں نے اغوا کیا تھا سر عبدالرحمٰن نے یہ سمجھا تھا کہ وہ وہیں رک گئی ہوں گی"۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے دوسری طرف گھنٹی بجی اور پھر منسلکہ ٹیپ میں بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"پیغام نوٹ کرا دیجئے"۔۔۔۔ عمران کی آنکھوں میں تشویش کی جھلکیاں ابھر آئیں اس نے کریڈل دبا کر دوسرا نمبر ڈائل کیا مگر دوسری طرف گھنٹی جاتی رہی مگر کسی نے رسیور نہیں اٹھایا۔ وہ کافی دیر تک مختلف نمبر گھماتا رہا مگر ہر طرف خاموشی تھی۔ اب عمران کی فراخ پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں تھیں۔

"تمام لوگ غائب ہیں بلیک زیرو سمیت کمال ہے"۔۔۔۔ وہ بڑبڑایا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ایک اور نمبر گھمایا فوراً ہی رابطہ مل

گیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"عمران سپیکنگ"۔۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس"۔۔۔۔ ٹائیگر کا لہجہ مودبانہ ہو گیا۔

"ٹائیگر سیکرٹ سروس کے تمام ممبر غائب ہیں فوری طور پر چیک کر کے مجھے رپورٹ دو"۔۔۔۔ عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب میں ابھی چیک کرتا ہوں"۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"جوزف آپریشن تھیٹر میں ایک آدمی موجود ہے اسے میں نے بیہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے کم سے کم دو گھنٹے بعد اسے ہوش آئے گا اس کا خیال رکھنا میں نے اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے"۔۔۔۔ عمران نے جوزف سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ گیراج سے کار نکال کر وہ رانا ہاؤس سے باہر آیا اور پھر اس کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی دانش منزل کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ عمران کے نوٹس میں آئے بغیر سیکرٹ سروس کے تمام ممبر اور بلیک زیرو غائب تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممبر پہلے سے ہی غائب ہوں گے تبھی بلیک زیرو نے سبز جھیل پر جوزف کو بھیجا تھا مگر یہ لوگ کہاں گئے اور بلیک زیرو خود کہاں چلا گیا یہی معلوم کرنے وہ دانش منزل کی طرف جا رہا تھا اسے یقین تھا کہ بلیک زیرو جانے سے پہلے اس کے لئے پیغام ٹیپ کر گیا ہو

گا۔ یہی سوچتا ہوا وہ کار اڑائے چلا جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظریں قریب سے گزرتی ہوئی ایک سیاہ رنگ کی کار پر پڑیں اور جیسے اس کے ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا کار میں موجود سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کا چہرہ اس کے لاشعور میں چیک گیا اور اور پھر اس نے کار اس نوجوان کی کار کے پیچھے ڈال دی۔ یہ شہر کا بارونق علاقہ تھا پھر وہ سیاہ رنگ کی کار ہوٹل پیراڈائز کے گیٹ میں مڑ گئی اور عمران کار آگے بڑھا لے گیا۔ ایک طویل چکر کاٹ کر وہ دوبارہ ہوٹل کے گیٹ پر پہنچا اور پھر وہ کار اندر لئے چلا گیا سیاہ رنگ کی کار پارکنگ میں موجود تھی۔ عمران نے کار اس کے قریب روکی جیب سے ریڈی میڈ میک اپ نکال کر چہرے پر فٹ کیا مصنوعی مونچھوں اور سیاہ مسے نے اس کی شکل کافی حد تک بدل دی تھی۔ کار لاک کر کے وہ سیدھا ہوٹل کے مین گیٹ کی طرف بڑھا جب وہ ہال میں داخل ہوا تو اس نے اس سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کو ایک اور آدمی کے ساتھ کاؤنٹر پر کھڑے دیکھا وہ سیدھا ایک خالی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا جو لفٹ کے بالکل قریب موجود تھی۔ وہ دونوں کاؤنٹر سے فارغ ہو کر لفٹ کی طرف بڑھے۔ لفٹ بوائے نے جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھولا عمران بھی خاموشی سے اٹھ کر ان کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ لفٹ کے چھوٹے سے کمرے میں عمران وہ دو آدمی اور لفٹ بوائے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے تھے۔

"دسویں منزل" ـــــ سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کے ساتھی نے ایک لمحے کے لئے بغور عمران کو دیکھتے ہوئے لفٹ بوائے سے کہا۔

"آپ" ـــــ لفٹ بوائے نے عمران نے پوچھا۔

"گیارہویں منزل" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیا اور لفٹ بوائے نے سر ہلاتے ہوئے دسویں منزل کا بٹن دبا دیا لفٹ اوپر چڑھنے لگی۔ عمران دیوار سے پشت لگائے بڑے اطمینان سے کھڑا تھا جبکہ ان دونوں کے چہروں پر قدرے الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ دسویں منزل پر پہنچ کر لفٹ رک گئی لفٹ بوائے نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں خاموشی سے باہر چلے گئے۔ لفٹ بوائے نے ان کے باہر نکلتے ہی پھرتی سے دروازہ بند کیا اور پھر گیارہویں منزل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد عمران گیارہویں منزل پر اتر گیا اور پھر وہ راہداری کراس کرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اب وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کو اچھی طرح پہچان گیا تھا یہ کارمن کا مشہور مجرم ڈاگ ٹیلر تھا جسے کارمن شیطان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ عمران کی ذاتی لائبریری میں اس کی پوری فائل موجود تھی انتہائی سفاک اور بے رحم قاتل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی ذہین اور عیار بھی تھا اس لئے آج تک پکڑا نہیں گیا تھا۔ عمران کی یادداشت غضب کی تھی وہ فارغ اوقات میں بین الاقوامی مجرموں کی فائلوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا اس لئے اس کے ذہن میں ہر بڑے مجرم کے چہرے اور ان کے کردار کی خصوصیات ہر وقت تازہ رہتی تھیں اور آج بھی یہی ہوا تھا جیسے ہی اس نے سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کے چہرے پر نظر ڈالی وہ ٹھٹک گیا اس کے چہرے پر زخموں کے مخصوص نشانات نے

اسے مزید چیکنگ پر مجبور کر دیا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ سیکرٹ سروس کے ممبران اور بلیک زیرو کو بھول کر اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔ لفٹ میں سوار ہونے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اپنی تسلی کرنا چاہتا تھا اور لفٹ میں اتنے قریب سے دیکھنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ یہ کارمن کا شیطان ڈاگ ہے۔ سیڑھیاں اتر کر وہ جب دسویں منزل پر پہنچا تو وہ سیدھا اس منزل کے ہیڈ ویٹر کی طرف بڑھا اس نے اس کے ہاتھ میں ایک بڑا نوٹ تھمایا اور اس سے ڈاگ کے کمرے کا نمبر پوچھا۔

"سیاہ سوٹ میں ملبوس نوجوان کا کمرہ نمبر بارہ ہے جناب"۔ ہیڈ ویٹر نے دبے لفظوں میں جواب دیا۔

"اوکے۔ اس بات کو بھول جاؤ اس میں تمہارا فائدہ ہے"۔ عمران نے قدرے سرد لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اب اس کا رخ ہوٹل سے باہر پارکنگ کی طرف تھا وہ اپنی گاڑی کے قریب موجود ڈاگ کی سیاہ رنگ کی گاڑی کے قریب پہنچا اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور کار کا دروازہ کھول کر ایک نظر پھر ارد گرد کا جائزہ لے کر جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر جس کے ساتھ ٹیپ چسپاں تھا کار کا گدا اٹھا کر اس نے وہ آلہ سیٹ کے نیچے چپکا دیا اور پھر دروازہ بند کر کے وہ اپنی کار میں سوار ہوا اور کار کو ہوٹل سے باہر نکال لے گیا۔ اب اس کا رخ دوبارہ دانش منزل کی طرف تھا مگر اس بار اس کی سوچ کا محور ڈاگ کی اس کے ملک میں آمد تھی اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ڈاگ جیسے مجرم کبھی

چھوٹے موٹے کاموں کے لئے کسی جگہ نہیں جاتے یقیناً اس کے ذہن میں کوئی بڑا پلان ہو گا جلد ہی وہ دانش منزل کے گیٹ پر پہنچ گیا اس نے ماسٹر کی سے دروازہ کھولا اور پھر کار کو پورچ میں لیتا چلا گیا کار سے اتر کر وہ سیدھا آپریشن روم میں گیا اس نے جاتے ہی وہ ٹیپ چلا دیا جس میں بلیک زیرو اس کے لئے پیغام ٹیپ کر دیا کرتا تھا ٹیپ آن کر کے وہ اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ بلیک زیرو نے اس کے فون اور پھر ممبران کی گمشدگی جوزف کو سبز جھیل پر بھیجنے کے ساتھ ساتھ ریڈ باس تنظیم سے متعلقہ رپورٹ جس میں جولیا کے منگیتر اور ہوٹل میں صفدر اور شکیل کی موجودگی اور پھر ان سب کی گمشدگی اس کے ساتھ ساتھ کسی عورت کے فون اپنا جواب اور پھر اس کوٹھی کو ٹریس کرنے کے متعلق تمام تفصیل ٹیپ کر رکھی تھی۔ پوری تفصیل سننے کے بعد عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹیپ کا بٹن آف کر دیا اس کے چہرے پر گہری پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ بڑی شدت سے جولیا کے منگیتر اور ممبران کی گمشدگی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ کافی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر وہ اٹھ کر لائبریری میں گیا اس نے وہاں سے ڈاگ کی فائل نکالی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ ابھی وہ اس کا مطالعہ کر ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر ضربیں لگنے لگیں۔ اس نے چونک کر گھڑی کا ونڈ بٹن مخصوص انداز میں دبا دیا اور ڈائل پر سبز نقطہ چمکنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ ٹائیگر کی کال ہے۔

"ہیلو عمران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹائیگر فرام دس اینڈ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ۔ اوور"۔۔۔۔ عمران کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

"باس سیکرٹ سروس کے تمام ممبر غائب ہیں جولیا کو اس کے فلیٹ سے ایک نوجوان اپنے ساتھ لے گیا ہے وہ اپنی رضامندی سے گئی ہے صفدر اور کیپٹن شکیل ایک ہوٹل سے نکلے اور پھر غائب ہیں۔ تنویر کو ایک کیفے سے لے جایا گیا ہے آثار یہی تھے کہ اسے ریوالوروں کی زد میں لے جایا گیا ہے نعمانی' چوہان اور صدیقی پکنک پیراڈائز پر مچھلیوں کا شکار کھیلنے گئے تھے وہ وہاں سے غائب ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ ٹائیگر نے ان سب کے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب تم ایسا کرو کہ ہوٹل پیراڈائز میں دسویں منزل روم نمبر بارہ میں ایک نوجوان ٹھہرا ہوا ہے بین الاقوامی مجرم ہے اس کے چہرے پر زخموں کے نشان ہیں اس کی نگرانی کرو اور انتہائی احتیاط سے۔ کسی بھی اہم واقعہ پر مجھے رپورٹ کرنا۔ اوور اینڈ آل"۔ عمران نے اسے ہدایت دی اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے فائل دوبارہ لائبریری میں رکھی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر آگیا اب وہ اس کوٹھی کو چیک کرنا چاہتا تھا جہاں بلیک زیرو گیا تھا کیونکہ بلیک زیرو نے جاتے وقت ٹائم بھی ٹیپ کیا تھا اسے کافی دیر ہو چکی تھی اور بلیک زیرو کی ابھی تک واپسی نہیں ہوئی تھی اس سے ظاہر تھا کہ وہاں کچھ خاص معاملات پیش آ چکے ہیں۔ اس نے کار دانش

منزل سے باہر نکالی اور پھر اس کا رخ اس کالونی کی طرف کر دیا جس کی نشاندہی بلیک زیرو نے ٹیپ میں کی تھی۔

اچانک نیچے گرنے سے جولیا' صفدر اور کیپٹن شکیل کے چند لمحوں کے لئے ہوش جاتے رہے مگر جب ان کے جسم نیچے جاگرے تو یہ کچی زمین تھی اور خاصی نرم تھی اس لئے انہیں کچھ زیادہ چوٹیں نہ آئیں۔ یہاں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ نیچے گرتے ہی وہ چند لمحے نیم بیہوشی کے عالم میں پڑے رہے پھر تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے آہستہ آہستہ ان کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہونے لگ گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ ایک چھوٹا سا سیلن زدہ کمرہ تھا جہاں دونوں طرف دیواروں میں نل کے سوراخ تھے ان سوراخوں کے باہر لوہے کی مضبوط جالی لگی ہوئی تھی زمین گیلی تھی اس بنا پر وہ سمجھ گئے کہ یہاں سے گٹڑ کا پانی گزرتا ہو گا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ مزید کیا اقدام کیا جائے کہ اچانک گٹڑ کے دونوں سوراخوں سے دھواں سا اندر آنے لگا۔ اندھیرے میں وہ دھوئیں کو فوراً نہ دیکھ سکے اور جب اس کا

احساس ہوا تو اس چھوٹی سی کوٹھڑی میں کافی مقدار میں دھواں بھر چکا تھا انہوں نے دھوئیں کا احساس ہوتے ہی اپنے آپ کو بچانے کے لئے سانس روکنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ دھواں کافی مقدار میں ان کے سانس کے ساتھ اندر جا چکا تھا چنانچہ چند لمحوں بعد ان کے ذہنوں پر تاریکی کے بادل چھاتے چلے گے اور زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد وہ تینوں بیہوش ہو کر وہیں فرش پر گر گئے پھر جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک خاصے بڑے کمرے میں پایا جولیا یہاں موجود نہیں تھی۔ صفدر اور شکیل اٹھ کر بیٹھ گئے اور ابھی وہ اپنے حواس درست کر رہے تھے کہ انہوں نے کمرے کا اکلوتا دروازہ کھلنے کی آواز سنی دروازہ کھلتے ہی پانچ چھ مسلح افراد اندر داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے کاندھوں پر لادے ہوئے بیہوش اشخاص کو فرش پر پھینک دیا۔ صفدر اور شکیل نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ابھی ان کے جسم ان کے ذہن کا ساتھ دینے سے قاصر تھے بیہوش افراد کو لے آنے والے اشخاص انہیں فرش پر ڈال کر تیزی سے واپس چلے گئے اور دروازہ دوبارہ بند ہو گیا چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل اٹھا اور پھر بیہوش افراد کے قریب آیا دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا یہ تنویر تھا اتنے میں صفدر بھی قریب آگیا۔

"ارے یہ تو تنویر ہے"۔۔۔۔۔ صفدر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہاں کیپٹن شکیل نے دانت بھینچتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے باقی افراد کو چیک کیا وہ سب سیکرٹ سروس کے ممبر تھے تنویر کے ساتھ

نعمانی' چوہان اور صدیقی تھے۔

"یہ سب جولیا کے منگیتر کا چکر ہے ان سب کے پیچھے جولیا نے جذبات میں آکر رافیل کو بتا دیئے ہوں گے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پوری سیکرٹ سروس اس وقت مجرموں کے قبضے میں ہے"۔ صفدر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہاں جذبات واقعی اندھے ہوتے ہیں۔ صفدر جولیا کا اس میں اتنا قصور نہیں ہے بس عورت تھی جذباتی ہو گئی ہو گی اسے کیا معلوم کہ اس کا منگیتر مجرموں کے کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو گا"۔ کیپٹن شکیل نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے کہا۔

"کچھ بھی ہو جولیا کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے تھا"۔ صفدر نے بدستور اسی طرح سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا چھوڑو پہلے ان لوگوں کو ہوش میں لایا جائے تاکہ یہاں سے نکلنے کے لئے کوئی مشترکہ کوشش کی جا سکے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر وہ دونوں انہیں ہوش میں لے آنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھوڑی دیر بعد ان کی کوششیں بار آور ہو گئیں اور سب لوگ ہوش میں آ گئے جیسے ہی سب کو صورت حال کا علم ہوا ان سب کے چہروں پر تشویش کے آثار چھاتے چلے گئے۔ جولیا کے منگیتر کی کہانی صفدر نے سب کو بتا دی باقی تو خاموش ہو گئے البتہ تنویر غصے میں بڑبڑانے لگا اسے جولیا کے منگیتر کے متعلق سن کر جذباتی دھچکہ پہنچا تھا۔

"جولیا اس وقت کہاں ہے"۔۔۔ تنویر نے پوچھا۔

"وہ ہمارے ساتھ ہی بیہوش ہوئی تھی مگر اب یہاں موجود نہیں مجرموں نے اسے یا تو علیحدہ کر رکھا ہو گا یا پھر وہ اس پر مزید معلومات کے لئے تشدد کر رہے ہوں گے"۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اس کا لہجہ بے حد سرد تھا جیسے اسے جولیا پر تشدد کی کوئی پرواہ نہ ہو حقیقت میں جب سے اسے جولیا کی جذباتی غلطی کا علم ہوا اس کا ذہن غصے اور جھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ ان سب کے ہاتھوں سے گھڑیاں اتار لی گئی تھیں اور ان کی جیبیں بھی خالی کر دی گئی تھیں اس لئے وہ عمران یا ایکسٹو سے رابطہ بھی قائم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سب گہری سوچوں میں غرق تھے کہ اچانک وہ چونک پڑے انہیں دروازے سے باہر آوازیں سنائی دیں۔ صفدر اور شکیل تیزی سے دروازے کی طرف لپکے اور پھر انہوں نے وہاں کان لگا دیئے۔ باہر کوئی شخص جولیا کو لے آنے کی ہدایت کر رہا تھا پھر قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی گئیں چند لمحوں کے سکوت کے بعد اچانک باہر ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر دوسرا انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے دو جسم فرش پر گرے ہوں۔ وہاں ایک بار پھر سکوت طاری ہو گیا۔ دس منٹ بعد ذرا دور ایک اور دھماکہ سا سنائی دیا ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی کے سر پر لوہے کی چیز ماری گئی ہو پھر کسی کے گرنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک فرد دروازے کے قریب آ گیا وہ ایک طرف ہٹ گئے اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا۔ تنویر اس وقت سامنے دیوار سے لگا کھڑا تھا اس سے پہلے کہ

وہ کوئی حرکت کرتے ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔ تنویر اور سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے پیروں میں بم پھٹ پڑے ہوں۔ ایکسٹو کے یوں اچانک اور خلاف توقع ٹپک پڑنے سے ان کے چہرے کھل اٹھے اور پھر ایکسٹو کی ہدایت پر وہ سب تیزی سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے مشین گن اٹھے جولیا کو سیڑھیوں کے اوپر دروازے کے قریب کھڑے دیکھا۔ دروازے کے قریب دو افراد کی لاشیں پڑی تھیں جن کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ صفدر اور کیپٹن شکیل نے یہ مشین گنیں جھپٹ لیں اور پھر وہ سب سیڑھیوں کے اوپر بنے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے اسی لمحے سر سر سر کی تیز آوازیں سنائی دیں جیسے دروازے کے باہر کوئی فولادی چادر گرا دی گئی ہو اور پھر میڈم باشوری کے قہقہوں سے وہ گیلری گونج اٹھی۔ ابھی وہ حیران ہو رہے تھے کہ سفید رنگ کے گاڑھے دھوئیں سے وہ جگہ بھرنے لگی۔ یہ دھواں پوٹاشیم سائنائیڈ کا تھا قاتل زہر جس کی معمولی سی مقدار کسی کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی چونکہ اس وقت ایکسٹو ان کے ساتھ تھا اس لئے ذہنی طور پر وہ سب مفلوج ہو کر رہ گئے تھے۔ سب کا خیال تھا کہ ایکسٹو کوئی معجزہ دکھائے گا اور وہ سب رہا ہو جائیں گے مگر بلیک زیرو کا اپنا ذہن اس قاتل دھوئیں کو دیکھ کر ایک لمحے کے لئے مفلوج ہو کر رہ گیا۔ اسے پوری سیکرٹ سروس کی موت یقینی نظر آنے لگی۔ اس وقت جہاں جانوں کا خطرہ تھا وہاں ایکسٹو کا وقار بھی داؤ پر لگ گیا تھا۔ بلیک زیرو پر دوہری ذمہ

داری عائد ہو گئی تھی اس نے سیکرٹ سروس کے افراد کو بھی بچانا تھا اور وقار کو بھی۔ فیصلے کے لئے شاید چند لمحوں سے زیادہ وقت نہیں تھا قاتل دھواں گیلری میں چکراتا پھر رہا تھا اس کی مقدار لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہوتی جا رہی تھی اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ بلیک زیرو کا دماغ تیزی سے قلابازیاں کھا رہا تھا مگر کوئی ترکیب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اس لمحے اس نے سوچا کہ اگر اس کی جگہ عمران ہوتا تو کیا کرتا کیا وہ اسی طرح بے بسی کی موت مرجاتا اور پوری سیکرٹ سروس کو بھی بھینٹ چڑھا دیتا یقیناً نہیں تو پھر آخر وہ کیا کرتا اور پھر اچانک بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال اس کے ذہن میں کوندا اور اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کا رخ دروازے کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ بند دروازے پر پڑی اور گولیاں اسے چھلنی کر کے دوسری طرف فولادی چادر میں بھی سوراخ کرتی ہوئیں دوسری طرف نکل گئیں۔

"دروازے پر فائرنگ کرو مسلسل"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جولیا صفدر اور شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر چار مشین گنوں کے دہانے شعلے اگلنے لگے اور دروازہ اور وہ چادر چند ہی لمحوں میں چھلنی ہو کر رہ گئے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہاں چادر کی بجائے بڑے بڑے سوراخوں والی جالی فٹ ہو۔

"دروازہ توڑ دو"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے ایک اور حکم دیا اور پھر پوری سیکرٹ سروس نے بیک وقت دروازے پر ہلہ بول دیا۔ جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے ہی دھکے سے دروازہ اور چھلنی فولادی چادر ٹوٹ کر دوسری طرف جا گری اور وہ سب بے تحاشہ بھاگتے ہوئے اس چوہے دان سے باہر نکل گئے گو اس وقت بھی ان کے ذہنوں پر قاتل دھوئیں کی وجہ سے ہلکی سی غنودگی چھانے لگ گئی تھی مگر تازہ ہوا فوری طور پر میسر ہونے سے انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے اچانک ان پر گولیاں برسنے لگیں مگر سیکرٹ سروس کے ممبر بھلا ان باتوں سے کہاں گھبراتے تھے وہ سب بجلی کی سی تیزی سے مختلف آڑوں میں ہو گئے اور پھر مسلح افراد کے بھی جواب میں گولیاں برسانی شروع کر دیں۔

"کوٹھی سے باہر نکلنے کی کوشش کرو"---- اچانک ایکسٹو کی آواز ان کے کانوں میں سنائی دی اور وہ بس تیزی سے بیرونی طرف سمٹنے لگے جلد ہی وہ برآمدے میں پہنچ گئے فائرنگ مسلسل جاری تھی مگر کہیں سے بھی کوئی چیخ سنائی نہیں دی تھی دونوں پارٹیاں پوزیشن سنبھالے ہوئے تھیں۔

"پشت کی طرف چلو"---- ایکسٹو کی آواز ایک بار پھر گونجی اور پھر صفدر کیپٹن شکیل اور جولیا نے فائرنگ سے باقی ساتھوں کو کور دیا اور باقی لوگ تیزی سے بیرونی دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔ یہ تینوں بھی آہستہ آہستہ پیچھے سمٹ رہے تھے۔ بلک زیرو نے بڑی پھرتی سے باڑ کی آڑ میں موجود گٹر کا ڈھکن اتارا اور ممبروں کو گٹر میں اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ سب پھرتی سے گٹر میں اترتے چلے گئے۔ ایکسٹو باہر رہا اور

جولیا' صفدر اور کیپٹن شکیل بھی گٹر میں اتر گئے۔ بلیک زیرو ابھی تک مسلسل تین اطراف میں فائرنگ کر رہا تھا۔ اب مجرم برآمدے کی آڑ سے ان پر گولیاں برسا رہے تھے مگر باڑ کی وجہ سے وہ ان کی نظروں سے چھپا ہوا تھا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ ممبر باہر نکل گئے ہوں گئے تو بلیک زیرو بڑی پھرتی سے گٹر میں اتر گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ دوسری طرف بھاگتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد وہ کوٹھی کے بیرونی دہانے سے باہر نکل آیا سیکرٹ سروس کے تمام ممبر غائب ہو چکے تھے پھر دوسرے اس کے کانوں میں پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے وہ سمجھ گیا کہ بے تحاشہ فائرنگ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے شاید کسی ہمسائے نے پولیس کو اطلاع کر دی تھی وہ تیزی سے گلی میں بھاگتا ہوا ایک اور کوٹھی کی پشت سے ہوتا ہوا مین روڈ پر آ گیا۔ اس نے مشین گن اپنے لبادے کے اندر چھپا لی اور پھر وہ بڑے اطمینان سے درختوں کی آڑ لیتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ پولیس کی گاڑیاں اس کے قریب سے گزرتی چلی گئیں جلد ہی وہ اپنی کار تک پہنچ گیا۔ اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک گیا کیونکہ پچھلی سیٹ پر عمران بڑے اطمینان سے بیٹھا چیونگم چبا رہا تھا۔

"ہاں تو بی جمالو بارود میں چنگاری ڈال کر خود بھاگ آئی ہے"۔ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا گو بلیک زیرو میک اپ میں تھا مگر ظاہر ہے عمران کی نظروں سے وہ کیسے چھپ سکتا تھا۔

"آپ یہاں"---- بلیک زیرو نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے

کہا۔

"ہاں میں تمہارے دیئے ہوئے پتے پر یہاں پہنچا تھا مگر اندر سے بے تحاشہ فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اس لئے سوائے چیونگم چبانے کے اور کیا کر سکتا تھا"۔۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیا اور پھر بلیک زیرو نے سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کی گرفتاری اور پھر رہائی کا تمام حال تفصیل سے سنا دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے اب تم بالغ ہو چکے ہو"۔۔۔۔ عمران نے منہ چلاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے جھینپ کر کار چلانے کے لئے چابی اگنیشن میں لگائی۔

"کار مت چلانا پولیس کے جانے کے بعد ہمیں میڈم باشوری سے نمٹنا ہے۔ میں اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو نے ہاتھ روک دیا۔

"یہ میڈم باشوری آخر چاہتی کیا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور بلیک زیرو ایک بار پھر جھینپ کر رہ گیا پھر اس سے پہلے کہ مزید بات ہوتی پولیس کی گاڑیاں واپس جاتی ہوئی دکھائی دیں۔ میڈم باشوری نے شاید انہیں مطمئن کر دیا تھا۔

"تم اپنا میک اپ صاف کر لو"۔۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت دی اور بلیک زیرو نے جیب سے میک اپ باکس نکال کر چہرے

پر ایک لوشن ملنا شروع کر دیا پھر جب اس نے دستی رومال سے چہرہ صاف کیا تو میک اپ صاف ہو گیا اب بلیک زیرو اپنی اصل شکل میں تھا اس نے قریب والی سیٹ کا گدا اٹھایا اور پھر ایک اور باکس سے کپڑوں کا جوڑا نکالا اور پھر وہ جوڑا ہاتھ میں لئے کار سے باہر نکلتا چلا گیا۔ مشین گن وہ پہلے ہی کار کے فرش پر رکھ چکا تھا۔ عمران خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ میڈم باشوری کے متعلق وہ اپنی یاداشت کرید رہا تھا مگر اسے قطعاً یاد نہیں آ رہا تھا کہ میڈم باشوری نام کی کسی مجرمہ سے وہ واقف ہے۔ اس کی البم میں اس نام کی کوئی مجرمہ موجود نہیں تھی۔ جب بلیک زیرو واپس آیا تو وہ نئے لباس میں تھا پولیس کی گاڑیاں جا چکی تھیں اور کوٹھی میں اب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"آؤ طاہر"۔۔۔۔ عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں کار سے اتر کر ایک کوٹھی کی طرف بڑھنے لگے۔ کوٹھی کی پشت سے ہوتے ہوئے وہ میڈم باشوری کی کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف نکل آئے۔ شام کا اندھیرا چھا چکا تھا مگر گلی بدستور سنسان پڑی تھی۔

"ہم اس گٹر کے ذریعے باہر نکلے تھے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے گٹر کے دہانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"گٹر ایجنٹ جو ہوئے۔ ارے بھائی جب سیدھا راستہ موجود ہو تو ضروری ہے کہ گٹر میں گھسا جائے"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا اس نے جیب سے رسی کا گچھا نکالا جس کے ایک سرے پر مضبوط سا ہک لگا ہوا تھا اور پھر ایک ہی جھٹکے

میں وہ ہک کو دیوار کی دوسری طرف پھنسا چکا تھا۔ رسی کی مضبوطی کا اندازہ کرتے ہی عمران کسی بندر کی طرح اس کے سہارے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ دیوار پر پہنچ گیا اس نے دیوار پر لیٹ کر ایک نظر ڈالی اور پھر اس نے دیوار کا سرا پکڑ کر جسم نیچے لٹکایا اور دوسرے لمحے وہ نیچے چھلانگ لگا چکا تھا اور پھر وہ وہاں دبک گیا۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو کا سر دیوار پر ابھرا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی اندر کود چکا تھا وہ رسی بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے رسی کا گچھا لپیٹا اور پھر اسے جیب میں ڈالتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ بلیک زیرو اس کے پیچھے تھا عمارت میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے ہی وہ دونوں برآمدے کے قریب پہنچے اچانک ایک کھٹکا سا ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے دو مشین گنوں نے ان دونوں کا احاطہ کر لیا یہ لوگ برآمدے کے قریب بڑی جھاڑیوں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی عمران نے ہاتھ اٹھا دیئے اور اسے دیکھتے ہوئے بلیک زیرو نے بھی اس کی پیروی کی۔

"ان کی تلاشی لو"---- ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اور اس نے ان کی پشت سے آکر ان کی جیبیں ٹٹولیں اور پھر اس نے عمران اور بلیک زیرو دونوں کی جیبوں سے ریوالور نکال لئے۔

"چلو آگے خبردار اگر حرکت کی"---- تلاشی کا حکم دینے والے نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"تمہارے ہاں بر دکھاوے کے لئے آنے والوں کے ساتھ یہی

سلوک کیا جاتا ہے"---- عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب"---- وہ شاید بر دکھاوے کا مطلب نہ سمجھ سکا تھا۔

"بھئی میں رانا طاہر احمد خان ہوں۔ بیگم صاحب کی صاجزادی کو پسند کرنے آیا ہوں بس فرق یہ ہے کہ پھاٹک سے آنے کی بجائے دیوار کود کر آیا ہوں"---- عمران نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ۔ زیادہ باتیں کیں تو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیئے جاؤ گے۔ میڈم کا حکم نہ ہوتا تو میں تمہیں یہیں گولی مار دینا پسند کرتا"۔ اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"ہمیشہ کے لئے خاموش تو شادی کے بعد ہی آدمی ہوتا ہے تم بیگم صاحبہ کی صاجزادی سے میرے شادی کرا دو تمہاری یہ حسرت بھی پوری ہو جائے گی"---- عمران کی زبان بھلا کہاں رکنے والی تھی اس بار کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا وہ انہیں اپنے ہمراہ لئے ہوئے برآمدے سے ہوتے ہوئے ایک کمرے میں لے آئے اور پھر مختلف دروازوں سے گزار کر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں دو مسلح اشخاص پہلے سے موجود تھے اور میڈم باشوری سیاہ رنگ کے چست لباس میں بڑی بے قراری کے عالم میں کمرے کے درمیان ٹہل رہی تھی۔ اس کے خوبصورت چہرے پر اس وقت شدید غصے اور آنکھوں میں جھلاہٹ کے تاثرات چھائے ہوئے تھے اس وقت اس کی حالت بھوکی شیرنی کی طرف تھی جس کے ہاتھ سے شکار چھین لیا گیا ہو۔ چنانچہ جیسے ہی عمران اور بلیک زیرو اس کمرے کے

اندر پہنچے میڈم باشوری نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک نظر ان پر ڈالی اور وہ دوسرے لمحے اس کے منہ سے غراہٹ سی نکلی۔

"انہیں گولی مار دو۔ اتنی گولیاں مارو کہ ان کے جسم چھلنی ہو جائیں"۔ میڈم باشوری نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور اس کا حکم سنتے ہی کمرے میں پہلے سے موجود دو اشخاص نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گنیں سیدھی کیں اور پھر ٹریگر دبتے چلے گئے۔

ہوٹل پیرا ڈائز کی دسویں منزل کے کمرہ نمبر بارہ میں پرنس زیرو ڈاگ کو چھوڑ کر واپس آیا اس کا رخ پارکنگ کی طرف تھا اس کا ذہن ایک غیر معمولی سی خلش کا شکار ہو چکا تھا گو اس نے ڈاگ کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا تھا مگر اب وہ بڑی شدت سے اس بارے میں سوچ رہا تھا۔ لفٹ میں اس کے ساتھ سوار ہونے والے نوجوان کے بارے میں وہ کھٹک گیا تھا اسے نوجوان میک اپ مین معلوم ہوا مگر وہ ڈاگ کے سامنے اس لئے شک کا اظہار نہ کر سکا کہ اگر شبہ غلط ثابت ہوا تو چیف باس کے سامنے اس کی بے عزتی ہو گی اور ڈاگ کی نظروں میں بھی وہ گر جائے گا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈاگ نے تو مشن پورا کر کے واپس چلا جانا ہے جبکہ اس نے یہیں رہنا ہے اس لئے مکمل ثبوت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا یہی سوچتا ہوا وہ اپنی کار کے پاس پہنچا اس نے جیب سے چابی نکال کر کار کا دروازہ کھولا تو وہ چونک

پڑا کیونکہ کار کی سیٹ کا گدا اسے اپنی جگہ سے کچھ کھسکا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے پھرتی سے گدا اٹھایا تو گدے کے نیچے ٹیپ سے چسپاں وائرلیس ٹرانسمیٹر صاف نظر آ گیا۔ اس نے وہ آلہ اکھاڑ کر اسے بغور دیکھا اور پھر اس نے ایک بٹن دبا کر اسے بند کر دیا اور پھر کار کا دروازہ بند کر کے آلہ جیب میں ڈالا اور دوبارہ ہوٹل کی طرف چل دیا۔ اسے اپنے شک کا ثبوت مل گیا تھا مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا اسی لفٹ کی طرف بڑھا جس کے ذریعے وہ ڈاگ کو دسویں منزل پر لے گیا تھا اس نے لفٹ بوائے سے معلومات کیں تو لفٹ بوائے نے بتایا کہ وہ شخص گیارہویں منزل پر اترا تھا۔ پرنس زیرو دسویں منزل پر اتر کر سیدھا ہیڈ ویٹر کی طرف بڑھا وہ ہیڈ ویٹر کو ایک طرف لے گیا اور پھر جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے اسے اس آدمی کا حلیہ بتا کر پوچھا کہ اس نے ان کے کمرے کے متعلق پوچھا تھا۔ ہیڈ ویٹر نے نوٹ خاموشی سے جیب میں ڈالا اور پھر اثبات میں جواب دیا۔

"اس کے بعد اس نے کیا کیا تھا"—— پرنس زیرو نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں وہ پوچھ کر چلا گیا البتہ اس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں کسی کو نہ بتاؤں مگر آپ میرے ہوٹل کے گاہک ہیں اس لئے میں نے بتا دیا ہے"—— ہیڈ ویٹر نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے"—— پرنس زیرو نے کہا اور پھر وہ سیدھا ڈاگ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اس نے مخصوص انداز میں دستک دی۔ چند

لمحوں بعد دروازہ کھل گیا ڈاگ غسل خانے سے نہا کر نکلا تھا۔

"کیا ہوا"—— ڈاگ نے اسے اتنی جلدی واپس آتے دیکھ کر پوچھا۔

"ہمیں چیک کر لیا گیا ہے"—— پرنس زیرو نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"کیسے"—— ڈاگ نے قدرے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ نوجوان جو ہمارے ساتھ لفٹ میں سوار ہوا تھا مجھے مشکوک معلوم ہوا تھا مگر اس وقت میں نے توجہ نہ دی تھی اب میں نے کار کا دروازہ کھولا تو مجھے کار کی سیٹ کا گدا اپنی جگہ سے ہٹا ہوا محسوس ہوا میں نے گدا اٹھایا تو اس پر وائرلیس ٹرانسمیٹر چسپاں دیکھا"—— پرنس زیرو نے عجیب سا وائرلیس ٹرانسمیٹر نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا۔

"اسے بند کر دیا ہے"—— ڈاگ نے ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں نے اسے فوراً بند کر دیا تھا میں نے ہیڈ ویٹر سے معلوم کیا ہے اس نے بھی بتایا ہے کہ وہ نوجوان کمرہ نمبر پوچھ کر چلا گیا ہے"۔ پرنس زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہمیں فوراً یہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہئے"—— ڈاگ نے کہا اور پھر اس نے پھرتی سے لباس بدلنا شروع کر دیا۔

"میں حیران ہوں کہ آپ کے متعلق انہیں علم کیسے ہو گیا"۔ پرنس زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”یہ باتیں بعد میں سوچیں گے پہلے ہمیں ان کے دائرہ علم سے نکلنا چاہئے۔ تم جاؤ میں خود ہی نکل جاؤں گا اور نئے ہوٹل میں پہنچ کر تم سے رابطہ قائم کروں گا ہمارا اکٹھے باہر نکلنا غلط ہو گا“۔۔۔۔ ڈاگ نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں چلتا ہوں“۔۔۔۔ پرنس زیرو نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ڈاگ نے لباس بدلا پھر اس نے میک اپ باکس نکال کر چہرے کو بدلا گھنی داڑھی مونچھیں اور سیاہ چشمہ لگا کر اس نے بیگ اٹھا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس نے ہیڈ ویٹر کو تلاش کیا مگر ہیڈ ویٹر اس وقت وہاں موجود نہیں تھا اس کا رخ سیڑھیوں کی طرف تھا وہ لفٹ کی طرف جان بوجھ کر نہیں گیا سیڑھیاں اترتا ہوا وہ ہال میں آیا اور پھر ہال کے مین گیٹ کی طرف سے نکلنے کی بجائے وہ بیک ڈور کی طرف بڑھ گیا جو ایک تنگ گلی میں نکلتا تھا۔ گلی سے نکل کر وہ سڑک پر پہنچ گیا اس نے ایک نظر اپنی پشت پر گلی میں دیکھا مگر وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ چنانچہ وہ اطمینان سے دائیں طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے ٹیکسی روکی اور اسے سپر روڈ چلنے کو کہا۔ وہ اب فوری طور پر حرکت میں آ جانا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اس کا طریقہ کار انتہائی سادہ تھا۔ وہ براہ راست وار کرنے کا عادی تھا۔ پرنس زیرو سے اسے عمران کے فلیٹ کا پتہ معلوم ہو گیا تھا اس لئے اس نے اب سیدھا فلیٹ پر جانے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ وہ براہ راست کام کر کے اپنا مشن پورا کر سکے۔ اس کی اب تک کامیابی کا

راز بھی یہی تھا کہ وہ براہ راست اور تیز کام کرنے کا عادی تھا۔ وہ بے دھڑک دشمن تک پہنچ جاتا تھا۔ کنگ روڈ پر وہ اتر گیا اور پھر نمبر دیکھتا ہوا وہ عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا۔ سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ دروازے پر پہنچا اور اس نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سلیمان کی شکل نظر آئی۔

”فرمایئے“۔۔۔۔ سلیمان نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”علی عمران سے ملنا ہے“۔۔۔۔ ڈاگ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”صاحب موجود نہیں ہیں“۔۔۔۔ سلیمان نے بے رخی سے جواب دیا اور پھر دروازہ بند کرنے لگا تھا کہ ڈاگ کا ہاتھ اچانک حرکت میں آیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا بریف کیس پوری قوت سے سلیمان کے چہرے پر پڑا اور سلیمان ایک چیخ مار کر پیچھے الٹ گیا۔ ڈاگ پھرتی سے اندر داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اب اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔ سلیمان ناک پکڑے لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ اس کی ناک سے خون نکل رہا تھا۔

”جلدی بتاؤ عمران کہاں ہے“۔۔۔۔ ڈاگ نے غراتے ہوئے کہا۔

”م۔ مجھے معلوم نہیں“۔۔۔۔ سلیمان نے بھینچی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ڈاگ نے بیگ ایک بار پھر سلیمان کے سر پر دے مارا اور سلیمان اچھل کر دو فٹ دور جا پڑا۔

"جو میں پوچھ رہا ہوں فوراً بتا دو۔ ورنہ میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا"۔۔۔ ڈاگ نے بیگ ایک صوفے کی طرف اچھال کر خود سلیمان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ صاحب مجھے بتا کر نہیں جاتے"۔۔۔ سلیمان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ تم چھٹی کرو میں خود اس کا یہیں بیٹھ کر انتظار کروں گا"۔۔۔ ڈاگ نے جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور کی نال پر چڑھاتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ ڈاگ کو سائلنسر چڑھاتے دیکھ کر سلیمان کے ہوش اڑ گئے۔ اسے ڈاگ کے لہجے سے محسوس ہو گیا تھا کہ وہ بغیر کسی جھجک کے اسے گولی مار دے گا۔ اس نے سوچا کہ ایسے مجرم کو کسی طریقے سے قابو کرنا چاہئے۔ اب تک وہ جوش میں آ کر مار کھا گیا تھا مگر عمران کے ساتھ رہتے رہتے اسے ایسے موقعوں پر ہوش سے کام لینے کی سمجھ آ گئی تھی چنانچہ وہ اٹھا اور پھر اس نے کھکھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یقین کریں جناب مجھے قطعاً علم نہیں کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گے ورنہ میں ضرور آپ کو بتا دیتا"۔۔۔ سلیمان نے باقاعدہ ڈاگ کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ عمران کہاں ہے اور کس وقت واپس آئے گا"۔۔۔ ڈاگ نے اسی طرح اطمینان سے سائلنسر کی چوڑیاں کستے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مگر۔۔۔" سلیمان کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"اگر مگر کچھ نہیں۔ میں تمہیں صرف دس سیکنڈ دیتا ہوں۔ اگر تم نے سچ بول دیا تو ٹھیک ورنہ گولی تمہارا قصہ پاک کر دے گی"۔ ڈاگ نے ریوالور کا رخ سلیمان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"جج۔ جناب"۔۔۔ سلیمان نے کچھ کہنا چاہا۔

"ایک۔ دو۔ تین۔ چار"۔۔۔ ڈاگ نے باقاعدہ گنتی شروع کر دی۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ رک جائیے"۔۔۔ سلیمان نے خوف کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"جلدی بتاؤ اور سنو میرے ساتھ دھوکا کرنے کا تصور بھی نہ کرنا۔ میں ایسے معاملے میں بڑا ظالم واقع ہوا ہوں"۔۔۔ ڈاگ نے لہجے کو تلخ بناتے ہوئے کہا۔

"جج۔ جناب۔ صاحب ایک آدمی کو لے کر آئے تھے اور نچلے تہہ خانے میں اس سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ ایک گھنٹے تک انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے اور نہ کسی کو یہاں آنے کے متعلق بتایا جائے"۔۔۔ سلیمان نے یوں جواب دیا جیسے وہ انتہائی مجبوری اور جان کے خوف کی بنا پر سب کچھ بتا رہا ہو۔

"ہونہہ۔ کہاں ہے وہ تہہ خانہ"۔۔۔ ڈاگ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم"۔۔۔ سلیمان ایک بار پھر جھجکنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ مت بتاؤ میں خود تلاش کر لوں گا۔ مگر تم چھٹی کرو"۔۔۔۔ ڈاگ نے ریوالور کے ٹریگر پر انگلی رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں جناب"۔۔۔۔ سلیمان نے پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"میرے پیچھے آیئے"۔۔۔۔ سلیمان نے کہا اور پھر وہ مڑ کر ڈرائنگ روم سے ہوتا ہوا کچن کے ساتھ گیلری میں جانے لگا۔

"گیلری کے آخر میں بند جگہ پر پہنچ کر اس نے دیوار پر لگی ہوئی ایک کھونٹی کو ہاتھ سے نیچے کیا تو دیوار اپنی جگہ سے کسی تختے کی طرح ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ اب وہاں سیڑھیاں نیچے صاف جاتی نظر آرہی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے اختتام پر تہہ خانے کا دروازہ ہے جناب"۔۔۔۔ سلیمان نے سرگوشانہ لہجے میں ڈاگ سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈاگ نے جواب میں ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔ سلیمان ہلکی سی چیخ مار کر دھڑام سے فرش پر گرا اور بیہوش ہو گیا۔ ڈاگ نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ جب وہ کافی نیچے چلا گیا تو اچانک سلیمان نے آنکھ کھولی اور پھر وہ یوں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا جیسے اسے سر پر چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ اس نے اٹھ کر پوری قوت سے کھونٹی کو اوپر کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کھونٹی کے درمیان میں لگے ہوئے کیل کو تین چار بار زور سے اندر کی طرف دبایا اور پھر دونوں ہاتھوں سے

اپنا سر پکڑ کر لڑکھڑاتا ہوا کچن کی طرف آیا۔ اس نے واش بیسن میں اپنا سر دے کر ٹونٹی کھول دی۔ پانی کی دھار مسلسل اس کے سر پر پڑنے لگی۔ چند لمحوں بعد اس نے سر اٹھایا۔ اس کی ناک سے بہنے والا خون بند ہو گیا تھا البتہ سر پر جہاں ریوالور کا دستہ پڑا تھا ایک اور سر ضرور نمودار ہو گیا تھا۔ گو درد کے مارے اس کا سر پھٹا جا رہا تھا مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اس نے مجرم کو آخر کار زیر کر ہی لیا۔ سر کو دو چار جھٹکے دینے کے بعد جب درد میں قدرے افاقہ محسوس ہوا تو وہ دوبارہ اس گیلری کی طرف بڑھا۔ اس نے کھونٹی کو زور سے نیچے کی طرف دبایا۔ دیوار دوبارہ ایک طرف ہٹ گئی اور پھر سفید رنگ کا دھواں سا باہر نکلنے لگا۔ یہ بیہوش کرنے والی گیس تھی جس کا تعلق کھونٹی کے درمیان میں لگے ہوئے کیل سے تھا۔ کیل دبانے سے گیس کافی مقدار میں سیڑھیوں اور نچلے کمرے میں جو سٹور تھا پھیل جاتی تھی۔ گیس اتنی زود اثر تھی کہ چند لمحوں میں سیڑھیوں اور سٹور میں موجود جاندار کو بیہوش کر دیتی تھی۔ یہ تمام انتظام عمران نے کیا تھا تاکہ اگر اس کی عدم موجودگی میں کسی کو قابو کرنا ہو تو سلیمان اسے سٹور میں لا کر بیہوش کر سکے۔ گیس نکل جانے کے بعد سلیمان آگے بڑھا اور پھر اس نے جھانک کر نیچے دیکھا۔ ڈاگ دروازے کے قریب بے ہوش پڑا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک طرف گر گیا تھا۔ اس کی بیہوشی کا اطمینان کر لینے کے بعد سلیمان نیچے اترا۔ اس نے سب سے پہلے ریوالور کو اپنے قبضے میں کیا اور پھر ڈاگ

کو بازو سے پکڑ کر اوپر گھسیٹنے لگا۔ ڈاگ خاصے بھاری جسم کا مالک تھا اس لئے سلیمان کو اسے کھینچنے میں دانتوں پسینہ آ گیا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ اسے اوپر گھسیٹ لایا۔ ڈرائنگ روم کے پچھلے کمرے میں لا کر اس نے اسے لٹا دیا اور پھر الماری سے نائیلون کی مضبوط رسی لا کر اس نے اس کے ہاتھ پاؤں اور باقی جسم بڑی مضبوطی سے باندھ دیا۔ اس نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی اور پھر جیب سے بٹوا نکال کر اس نے اس میں موجود نوٹ نکال کر اپنی جیب میں ڈالے اور بٹوا ایک طرف رکھ دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے یہ سب کام کر رہا تھا۔ اس نے کچن سے پانی کا جگ بھرا اور لا کر اس نے ڈاگ کے جبڑے بھینچ کر اس کا منہ کھولا اور پانی اس کے حلق میں ڈالنا شروع کر دیا۔ جب کچھ پانی حلق سے نیچے اتر گیا تو باقی پانی اس نے ڈاگ کے سر پر ڈال دیا۔ جس گیس سے ڈاگ بے ہوش ہوا تھا اس کا تریاق پانی ہی تھا۔ پانی پڑتے ہی ڈاگ نے کسمسا کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر اس نے حرکت کرنے کی کوشش کی مگر سلیمان نے اسے اس طرح باندھا تھا کہ وہ حرکت بھی نہ کر سکا۔

"تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ میں تمہیں ایسی موت ماروں گا کہ تمہاری روح بھی کانپ اٹھے گی"۔۔۔۔ ڈاگ کے لہجے میں نفرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی شامل تھا۔

"میری روح تو اس وقت کانپ اٹھی تھی جب تم نے میرے ناک پر بیگ اور سر پر ریوالور کا دستہ مارا تھا مسٹر۔ مگر اب جو کچھ میں

تمہارے ساتھ کرنے والا ہوں اس سے تمہاری ہی کیا تمہارے آباؤ اجداد کی روحیں بھی کانپ اٹھیں گی"۔۔۔۔ سلیمان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اور پھر وہ کچن کی طرف مڑ گیا۔ آج پہلی بار اس نے ایک ایسے مجرم کو قابو کیا تھا جس نے اس پر بے تحاشہ تشدد کیا تھا اور وہ عمران کے آنے سے قبل اپنا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔ اس نے کچن میں آ کر چھری اٹھائی۔ اسے ایک پتھر پر بڑے اطمینان سے تیز کیا اور پھر چھری ہاتھ میں لے کر دوبارہ اس کمرے میں آ گیا جہاں ڈاگ بندھا ہوا تھا۔ ڈاگ آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب اس کے ہاتھ میں چھری دیکھی تو اس کے چہرے کے رنگ بدلنے لگے۔

"تم کیا کرنا چاہتے ہو"۔۔۔۔ ڈاگ کے لہجے میں خوف کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔

"کچھ نہیں۔ بس پہلے میں تمہارے ناک کو درمیان سے چیروں گا پھر تمہارے دونوں کان آدھے آدھے کاٹ دوں گا پھر دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں کاٹوں گا اور پھر تمہارے پیر کے انگوٹھوں کا بھی یہی حشر کروں گا۔ اس کے بعد تمہارے سینے پر تین انچ گہرا زخم ڈال کر اس میں سرخ مرچیں بھر دوں گا اور بس"۔۔۔۔ سلیمان نے یوں اطمینان سے جواب دیا جیسے وہ ڈاگ کے جسم کی مالش کرنا چاہتا ہو۔

"نہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ ظلم ہے"۔۔۔۔ ڈاگ اس کا اطمینان اور بے حس دیکھ کر چیخ پڑا۔

"ارے تم ابھی سے گھبرا گئے۔ ابھی تو میں نے کیا ہی کچھ

نہیں"۔۔۔۔ سلیمان نے ہنستے ہوئے چھری اس کی ناک کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں زور سے چیخوں گا اور باہر کے لوگ اندر آ جائیں گے"۔ ڈاگ نے خوف کے مارے کانپتے ہوئے کہا۔

"پھر پہلے میں تمہاری زبان کاٹ دیتا ہوں۔ ویسے تم گھبراؤ مت۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ میرا صاحب کچھ کام نہیں کیا کرتا۔ وہ اس کمرے کو مجرموں سے پوچھ کچھ کے لئے استعمال کرتا ہے"۔ سلیمان نے اسی طرح مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیز چھری کی نوک ڈاگ کی ناک پر رکھی اور ایک تیز جھٹکا دیا اور ڈاگ کے منہ سے بے اختیار کربیہ چیخیں نکلنے لگیں۔ اس کی ناک کی ہڈی درمیان سے چرتی چلی گئی تھی اور خون تیزی سے باہر نکلنے لگا۔ وہ بری طرح سر مار رہا تھا۔ مگر سلیمان بڑے اطمینان سے خون آلود چھری ہاتھ میں لئے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اپنی فنکاری کی داد وصول کرنا چاہتا ہو۔ اس وقت وہ ایک بے رحم قصائی معلوم ہو رہا تھا۔

"تت۔ تم کیا چاہتے ہو"۔۔۔۔ ڈاگ نے بے بسی سے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں۔ صرف صاحب سے اپنی فنکاری کی داد وصول کروں گا"۔۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا اور اس کی چھری ایک بار پھر حرکت میں آئی اور ڈاگ کے دائیں کان کی لو کٹتی چلی گئی۔ ڈاگ ایک بار پھر پھڑکنے لگا۔ اس بار وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ ایک شخص بغیر کسی

مد کے اس پر تشدد کر رہا تھا۔ چند لمحے پھڑکنے کے بعد وہ بیہوش ہو یا۔ سلیمان کا ہاتھ ایک بار پھر حرکت میں آنے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ ل بیل بجنے کی آواز سنائی اور سلیمان چونک پڑا۔

"یہ کون ٹپک پڑا اس وقت۔ ابھی تو میں نے بہت سا کام کرنا ہے"۔۔۔۔ سلیمان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کال بیل کی آواز ایک بار ہر سنائی دی اور اس بار وہ مسلسل بج رہی تھی۔ سلیمان کو اب مجبوراً ہانا پڑا۔ اس نے چھری ایک طرف رکھی اور پھر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا ایک زور دار دھماکہ سے دروازہ اندر کی طرف کھلا اور دوسرے لمحے اس کے سر پر زوردار ضرب لگی اور وہ الٹ کر پیچھے جا گرا۔ اس بار واقعی وہ بیہوش ہو چکا تھا۔ اس کے گرتے ہی دو آدمی بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے بیہوش ڈاگ کے جسم کو رسیوں سے آزاد کیا اور اسے اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔

"یہ تو کافی زخمی ہے"۔۔۔۔ ایک نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ زخموں کی وجہ سے بیہوش ہو چکا ہے۔ جلدی سے باہر نکلو کوئی آ نہ جائے"۔۔۔۔ دوسرے نے کہا اور پھر اس نے ڈاگ کا بریف کیس اور ریوالور بھی اٹھا لیا اور ڈاگ کو کاندھے پر لادے دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ سلیمان بدستور دروازے کے قریب بیہوش پڑا رہ گیا۔

ٹائیگر عمران سے ہدایت ملتے ہی تیزی سے ہوٹل پیراڈائز کی طرف کار دوڑانے لگا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار پارکنگ میں روکی اور اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتا مین گیٹ کی طرف چل پڑا۔ مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ مجھے دسویں منزل روم نمبر بارہ میں مسٹر جارج سے بات کرنی ہے۔ ذرا انہیں فون پر کنکٹ کریں''۔۔۔۔ ٹائیگر نے کاؤنٹر پر موجود لڑکی سے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

''روم نمبر بارہ میں مسٹر جارج نہیں بلکہ مسٹر آسٹن رہائش پذیر ہیں''۔۔۔۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ ہاں۔ مسٹر آسٹن نجانے میرا دماغ کیسا ہے ہمیشہ مجھے نام بھول جاتے ہیں''۔۔۔۔ ٹائیگر نے اداکاری کرتے ہوئے پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں جناب۔ مسٹر آسٹن کو آپ کا کیا نام بتاؤں''۔ لڑکی نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

''جاگور''۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

''لڑکی نے ٹیلی فون سیٹ اپنی طرف گھسیٹا اور پھر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ کافی دیر تک وہ رسیور اٹھائے کھڑی رہی پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ کر ایک اور سیٹ اپنی طرف کھسکایا اور ایک نمبر دبایا۔

''یس دسویں منزل''۔۔۔۔ دوسری طرف سے آواز ابھری۔

''روم نمبر بارہ کو چیک کرو۔ وہاں سے کوئی رسیور نہیں اٹھا رہا جب کہ میرے پاس چابی نہیں پہنچی۔ اس کا مطلب ہے کہ مسٹر آسٹن کمرے میں موجود ہیں''۔۔۔۔ لڑکی نے کہا۔

''میں ابھی معلوم کرتا ہوں''۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور لڑکی نے بٹن آف کر دیا۔

''شاید مسٹر آسٹن سوئے ہوئے ہیں''۔۔۔۔ لڑکی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا بزر بجنے کی آواز سنائی دی اور لڑکی نے بٹن دبا دیا۔

''مس۔ روم نمبر بارہ خالی پڑا ہے۔ مسٹر آسٹن جا چکے ہیں کمرے میں ان کا بیگ بھی موجود نہیں ہے''۔۔۔۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا اور لڑکی نے بٹن آف کر دیا۔ اب اس کے چہرے پر پریشانی کے

آثار مکمل طور پر نمایاں ہو گئے تھے۔

"کمال ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے تو مسٹر آسٹن آئے ہیں۔ پھر وہ کہاں چلے گئے۔ انہوں نے ایک ہفتے کے لئے کرایہ بھی ایڈوانس جمع کرا دیا تھا"۔۔۔ لڑکی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ آجائے گا۔ اچھا وہ آئے تو اسے کہنا کہ تمہارا دوست جاگور آیا تھا وہ مجھے خود ہی فون کر لے گا"۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے مڑ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مجرم ہوٹل سے جا چکا ہے۔ اب یہاں ٹھہرنا فضول تھا چنانچہ وہ ہوٹل سے باہر نکلا اور پھر سیدھا اپنی کار کی طرف بڑھا وہ اب سب سے پہلے عمران کو رپورٹ دینا چاہتا تھا چنانچہ وہ سیدھا کار دوڑائے اپنے فلیٹ کی طرف جانے لگا۔ ون وے کی وجہ سے اسے عمران کے فلیٹ کی طرف سے ہو کر جانا تھا۔ ابھی اس کی کار عمران کے فلیٹ سے کافی دور تھی کہ اس نے ایک ٹیکسی کو فلیٹ کے سامنے رکتے دیکھا اور ایک لحیم شحیم نوجوان ہاتھ میں بریف کیس اٹھائے اترا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔ ٹائیگر نے کار ایک طرف روک دی وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ٹیکسی سے اتر کر عمران کے فلیٹ میں جانے والا کون ہے۔ ہاتھ میں بریف کیس کی وجہ سے اسے کچھ شک گزرا تھا۔ ٹائیگر وہاں کافی دیر تک رکا رہا مگر وہ نوجوان نیچے نہ اترا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ٹائیگر نے سوچا کہ وہ خود جا کر صورت حال معلوم کرے کہ اچانک ایک کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی عمران کے فلیٹ کے سامنے رکی اور

ں میں سے دو نوجوان پھرتی سے نیچے اترے۔ ٹائیگر ان کی شکلیں یکھ کر چونک پڑا کیونکہ وہ چہرے مہرے سے زیر زمین دنیا کے افراد نظر رہے تھے۔ دونوں کار سے اتر کر اوپر چڑھتے چلے گئے اور تقریباً دس ٹ بعد جب وہ نیچے اترے تو ٹائیگر نے دیکھا کہ انہوں نے کاندھے پر ی نوجوان کو اٹھایا ہوا تھا جو ان سے پہلے اوپر گیا تھا اس نوجوان کا چہرہ ن سے تر تھا اور ایک کان بھی کٹا ہوا تھا جس سے لہو گرتا ہوا صاف سوس ہو رہا تھا۔ انہوں نے بیہوش آدمی کو انتہائی پھرتی سے کار ں ڈالا اور دوسرے لمحے ان کی کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ ئیگر نے خاموشی سے کار ان کے پیچھے لگا دی۔ وہ حیران تھا کہ اگر ان فلیٹ میں موجود تھا تو یہ دونوں انتہائی آسانی سے پہلے جانے لے آدمی کو لے آنے میں کیسے کامیاب ہوئے اور اگر وہ فلیٹ میں ود نہیں تھا تو پھر اس نوجوان کی یہ حالت کس نے کی۔ سلیمان کو و اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ وہ اتنے لحیم شحیم آدمی کا یہ حشر کر سکتا ۔ بہرحال وہ بڑے محتاط انداز میں کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ مجرموں کار جلد ہی ایک مضافاتی کالونی زیڈ ٹاؤن میں داخل ہو گئی اور ڑی دیر بعد ایک سرخ رنگ کی کوٹھی میں داخل ہو کر اس کی ں سے اوجھل ہو گئی۔ ٹائیگر نے کار ایک طرف آڑ میں روکی اور ہ اتر کر اس کوٹھی کی پشت کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ان لوگوں کو ی طرف چیک کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ تمام چکر عمران کے فلیٹ میں ھا اس لئے وہ سمجھتا تھا کہ عمران کو اس سے پوری دلچسپی ہو

گی۔ کوٹھی کی پشت پر پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر کوٹھی کی چھوٹی سی دیوار اس نے ایک ہی جمپ میں کراس کر لی۔ اندر پائیں باغ کی آڑ میں وہ کچھ دیر چھپا رہا پھر بڑے محتاط انداز میں رینگتا ہوا وہ آگے بڑھنے لگا۔ کوٹھی کی پشت پر ایک کھڑکی موجود تھی۔ اس نے کھڑکی کے پٹ پر ہاتھ کا دباؤ ڈالا تو کھڑکی کھلتی چلی گئی۔ اندر اندھیرا تھا۔ ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا اور پھر اچھل کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ یہ ٹوائلٹ تھا۔ وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تو دوسری طرف اسے آوازیں سنائی دیں۔ اس نے دروازے کو ذرا سا دبایا اور جھری سے آنکھ لگا دی۔ دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا جہاں اس وقت چار آدمی موجود تھے۔ زخمی نوجوان بھی اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا اور ایک آدمی اس کے زخموں پر مرہم پٹی کر رہا تھا۔

"بہت خوفناک ملازم تھا عمران کا۔ پرنس زیرو"۔۔۔۔ زخمی نوجوان نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے سے میک اپ ہٹ چکا تھا اور ٹائیگر پہچان چکا تھا کہ وہ ڈاگ تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔

"مسٹر ڈاگ۔ شکر ہے ہمیں بروقت علم ہو گیا تھا۔ ہم نے عمران کے فلیٹ میں ٹرانسمیٹر نصب کر رکھے ہیں۔ انہوں نے کام دے دیا۔ پہلے تو ہم سلیمان پر آپ کے تشدد کی آواز سنتے رہے مگر پھر خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد آپ کی آواز سنائی دی۔ ہم شش و پنج میں پڑ گئے۔

مگر جب مجھے صورت حال کی نزاکت کا احساس ہوا تو میں نے فوراً دو آدمی بھیجے۔ بس ان کے پہنچنے تک سلیمان کا وار چل چکا تھا"۔ پرنس زیرو بتا رہا تھا۔

"ہاں۔ واقعی اگر وہاں ٹرانسمیٹر نہ ہوتے تو وہ وحشی آدمی آج مجھے یقیناً ذبح کر دیتا"۔۔۔۔ ڈاگ نے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر ڈاگ"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے پوچھا۔

"میں عمران کو ہر قیمت پر ٹریس کرنا چاہتا ہوں تاکہ ریڈ زیرو فائل حاصل کر سکوں۔ میں جلد از جلد ہر کام کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے چیف اس شلماک کے پاس پہنچنا ہے"۔۔۔۔ ڈاگ نے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈاگ۔ ایک نیا سلسلہ سامنے آیا ہے۔ چیف باس کا پیغام تھا کہ اس کی ایک اور ایجنٹ میڈم باشوری بھی اس ملک میں کام کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کو بتا دوں کہ آپ نے اسے اسسٹ کرنا ہے"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے یوں کندھے جھٹک کر کہا جیسے اسے یہ بات اچانک یاد آ گئی ہو۔

"میڈم باشوری۔ وہ یہاں ہے"۔۔۔۔ ڈاگ یہ بات سن کر بری طرح چونک پڑا۔

"اس سے رابطہ قائم کرنے کے لئے کوڈ نمبر بھی دیا گیا ہے ابھی تک میں نے رابطہ قائم نہیں کیا"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے کہا۔

"ٹرانسمیٹر لاؤ۔ جلدی یہ معاملہ کچھ زیادہ ہی اہم نظر آتا ہے۔ چیف

باس دو ایجنٹ صرف ایک فائل کے لئے نہیں بھیج سکتا"۔۔۔۔ڈاگ نے کہا اور پرنس زیرو نے اپنے ساتھی کو ٹرانسمیٹر لانے کے لئے کہا۔

"چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر پہنچ گیا۔ پرنس زیرو نے کوڈ نمبر ملایا اور پھر بٹن دبا دیا۔ مگر رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ دوسری طرف سے صرف سائیں سائیں کی آوازیں ہی سنائی دیتی رہیں۔

"کوئی گڑ بڑ ہے۔ میڈم باشوری اتنی لاپرواہ نہیں ہو سکتی"۔ڈاگ نے کہا۔

"پھر اب کیا کیا جائے"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے ٹرانسمیٹر بند کر ہوئے کہا۔

"ہمیں میڈم باشوری کے پاس چلنا چاہئے۔ اس کا پتہ بتایا ہے چیف باس نے"۔۔۔۔ ڈاگ نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کا ہیڈ کوارٹر لالہ زار کالونی میں کوٹھی نمبر ایک سو ت میں ہے"۔۔۔۔ پرنس زیرو نے جواب دیا۔

"چلو چلیں"۔۔۔۔ ڈاگ نے اٹھتے ہوئے کہا اور پرنس زیرو خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹائیگر تیزی سے واپس مڑا اور پھر پائیں باغ سے ہوتا ہوا دیوار گیا۔ گلی سے ہوتا ہوا وہ سڑک پر آ گیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھنے لگا۔

عمران تو جان بوجھ کر میڈم باشوری تک پہنچا تھا تاکہ وہ اس کا مقصد جان سکے مگر یہاں تو معاملات یک دم اس کی توقع کے برعکس نکلے۔ میڈم باشوری سیکرٹ سروس کے ممبران کے فرار سے بری طرف مشتعل ہو چکی تھی اس لئے اس نے بغیر سوچے سمجھے عمران اور بلیک زیرو کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ میڈم باشوری کا حکم سنتے ہی مشین گن برداروں نے مشین گنوں کے رخ ان دونوں کی طرف کئے اور پھر ٹریگر دبا دیئے۔ چار مشین گنیں بیک وقت شعلے اگلنے لگیں بظاہر تو عمران اور بلیک زیرو کے بچنے کا ایک فیصد بھی چانس باقی نہیں رہا تھا مگر وہ عمران ہی کیا جو اتنی جلدی مار کھا جائے۔ اس نے میڈم باشوری کا حکم سنتے ہی اچانک چھلانگ لگائی اور وہ اڑتا ہوا میڈم باشوری کی پشت پر جا پہنچا۔ ادھر بلیک زیرو نے اس کے الٹ حرکت کی۔ اس نے قلابازی لگائی اور سائیڈ میں کھڑے ہوئے مسلح شخص کو

بجلی کی سی تیزی سے گھسیٹ کر آگے کر دیا دوسرے ہاتھ سے اس نے مشین گن سنبھال لی تھی وہ شخص دھکا کھا کر اچانک عین اس جگہ پہنچ گیا جہاں پہلے بلیک زیرو موجود تھا اور گولیوں نے اسے اپنا ہدف بنا لیا۔ بلیک زیرو نے بغیر وقت ضائع کئے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا اور وہ دونوں جو اب اپنی مشین گنوں کا رخ اس کی طرف کر ہی رہے تھے گولیوں کی زد میں آ گئے ادھر عمران نے بجلی کی سی تیزی سے میڈم باشوری کے گلے میں بازو ڈالا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اسے کس لیا اب وہ بے بس ہو چکی تھی۔ عمران کی گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ پھڑپھڑا بھی نہ سکی۔ بلیک زیرو نے گولیاں چلاتے ہی اچانک چھلانگ لگائی اور گولیوں کی اس بوچھاڑ سے بچ گیا جو تیسرے آدمی نے چلائی تھیں بلیک زیرو نے سائیڈ میں ہوتے ہی ایک اور قلابازی لگائی اور اس بار اس کی مشین گن سے نکلی ہوئی گولیاں تیسرے آدمی کو بھی چاٹ گئیں۔ اب میدان صاف تھا چنانچہ بلیک زیرو نے مشین گن کا رخ میڈم باشوری کی طرف کر دیا۔

"اور کتنے آدمی ہیں یہاں" ---- عمران نے گردن میں پڑے ہوئے بازو کو سخت جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"اور یہاں کوئی آدمی نہیں ہے" ---- میڈم باشوری نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا۔

"طاہر تم دروازے کے باہر مورچہ سنبھال لو جو آئے گولی سے اڑا دینا میں ذرا محترمہ کا مزاج پوچھ لوں" ---- عمران نے بڑے سنجیدہ

لہجے میں کہا اس کے لہجے میں نجانے کیا بات تھی کہ بلیک زیرو کے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی وہ پھرتی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ عمران نے اچانک جھٹکا دے کر میڈم باشوری کو ایک طرف کیا اور پھر جھک کر جراب کے ساتھ بندھا ہوا خنجر کھینچ لیا۔ میڈم باشوری دھکا کھاتے ہی تیزی سے اچھلی اور دوسرے لمحے اس نے بھی پھرتی سے ریوالور نکال لیا۔ یہ چھوٹا سا ریوالور تھا مگر عمران جانتا تھا کہ کتنا خطرناک ہے اس سے واقعی غلطی ہوئی تھی کہ اس نے میڈم باشوری کی تلاشی نہیں لی تھی۔ میڈم باشوری نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر عمران پر گولی چلا دی۔ عمران کے پاس اب سنگ آرٹ دکھانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا اس نے اچھل کود شروع کر دی۔ میڈم باشوری کی ایک گولی بھی اسے نہ چھو سکی اور چند لمحے بعد ریوالور سے ٹھس کی آواز سنائی دی اور میڈم باشوری کی آنکھیں حیرت اور خوف کے مارے پھیلتی چلی گئیں۔ اس نے آج تک ایسا انسان نہیں دیکھا تھا جو گولیوں سے اس طرح بچ جاتا ہو وہ ذہنی طور پر بری طرح خوف زدہ ہو چکی تھی۔ جب اس کا ریوالور خالی ہو گیا تو اس نے ڈھیلے ہاتھوں سے ریوالور پھینک دیا اور بت بنی کھڑی رہی۔

"ہاں تو محترمہ اب کیا خیال ہے میں آپریشن شروع کروں"۔ عمران نے اس کے قریب آتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"کک۔ کیسا آپریشن" ---- میڈم باشوری ذہنی طور پر مکمل طور پر ماؤف ہو چکی تھی۔ عمران نے اچانک اپنے خنجر والے ہاتھ کو حرکت

دی اور میڈم باشوری کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کے خنجر نے میڈم باشوری کی گردن پر ایک لکیر سی ڈال دی تھی۔

"معمولی سے دباؤ سے تمہاری گردن اس طرح کٹ جاتی جس طرح تار صابن کو کاٹ ڈالتی ہے"۔۔۔ عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"تت۔ تم کیا چاہتے ہو"۔۔۔ میڈم باشوری نے گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام"۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"باشوری"۔۔۔ میڈم باشوری نے جواب دیا اور عمران کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔ میڈم باشوری کے متعلق وہ اچھی طرح جانتا تھا اب اسے احساس ہوا کہ معاملات بہت گہرے ہیں۔ میڈم باشوری وقتی طور پر ماؤف ہے مگر ہوش میں آتے ہی وہ لوہے کا چنا ثابت ہو گی اس لئے اس نے دوسرا لفظ کہنے کی بجائے اپنے دوسرے ہاتھ کو بجلی کی سی تیزی سے حرکت دی اور اس کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے میڈم باشوری کی کنپٹی پر پڑی اور میڈم باشوری لہراتی ہوئی نیچے گرنے لگی۔ عمران نے فوری طور پر اسے سنبھال لیا اور پھر اسے نیچے لٹا دیا اور خود بلیک زیرو کو بلانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھنے لگا ہی تھا کہ اچانک کلائی پر ضربیں لگنے لگیں عمران نے چونک کر گھڑی کا ونڈ بٹن دبایا ڈائل پر سبز رنگ کا نقطہ چمکنے لگا وہ سمجھ گیا کہ ٹائیگر کی کال ہے اس نے بٹن کو مخصوص انداز میں مزید دبایا۔

"یس عمران سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔ عمران نے گھڑی کو منہ سے لگا

کر کہا۔

"ٹائیگر فرام دس اینڈ"۔۔۔ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ۔ اوور"۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور ٹائیگر نے پوری تفصیل بتا دی۔

"ٹھیک ہے میں ان کے استقبال کے لئے تیار ہوں"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس نے دروازہ کھولا اور دروازے کے باہر کھڑے بلیک زیرو کو بلایا اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور بلیک زیرو خاموشی سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ عمران خود کمرے کے اندر ایک صوفے کی آڑ میں بیٹھ گیا اس نے ایک مشین گن اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے باہر پورچ میں کار رکنے کی آواز سنائی دی اور قدموں کی آوازیں دروازے کی طرف بڑھتی نظر آئیں۔

"یہاں معاملہ کچھ گڑ بڑ نظر آتا ہے ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے"۔۔۔ ایک آواز سنائی دی۔

"ہاں"۔۔۔ دوسری آواز ابھری اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دو آدمی اچھل کر اندر آ گئے ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ یہ پرنس زیرو اور ڈاگ تھے۔ جب کمرے میں بکھری ہوئی لاشیں انہیں نظر آئیں تو حیرت کے مارے وہ سن ہو کر رہ گئے۔ عمران اچانک صوفے کے پیچھے سے نکلا اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں سنبھلتے اس کی

مشین گن نے شعلے اگلے اور ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور نکل کر دور جا گرے اسی لمحے بلیک زیرو بھی ان کی پشت پر آگیا۔ عمران نے آنکھ کا مخصوص اشارہ کیا اور بلیک زیرو اور عمران کے ہاتھ بیک وقت حرکت میں آئے اور ان دونوں کے سروں پر پہاڑ ٹوٹ پڑے مشین گنوں کے دستوں کے ایک ہی وار نے انہیں ہوش کی سرحدوں سے دور پھینک دیا تھا۔

"چلو ان تینوں کو اٹھا کر کار میں ڈالو ہمیں فوراً دانش منزل پہنچا ہے میں آج ہی ان سے سب کچھ اگلوا لینا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور پھر اس نے ڈاگ کا اٹھا کر کاندھے پر لادا اور تیزی سے باہر موجود کار کی پچھلی نشست پر لٹا دیا بلیک زیرو نے بھی پرنس زیرو کو اٹھا کر ڈالا اور پھر وہ میڈم باشوری کو بھی اٹھا لایا عمران کار کو لئے کوٹھی سے باہر نکل آیا اس نے بلیک زیرو کی کار کے قریب کار روکی اور پھر اسے کار لے کر دانش منزل آنے کے لئے کہا۔

دانش منزل کے میٹنگ روم میں اس وقت کیپٹن شکیل اور عمران موجود تھے۔ کیپٹن شکیل کے چہرے پر ڈاگ کا میک اپ کیا جا چکا تھا اور عمران بھی میک اپ میں تھا۔

"تمہیں تمام تفصیلات یاد ہیں ناں"۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔ میں اپنا کردار بخوبی سرانجام دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اب غور سے سنو۔ میں شلماک کے میک اپ میں دارالحکومت میں موجود رہوں گا۔ تم نے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر مجھے وہاں کی سچوئیشن بتانی ہے تاکہ میں وہاں پہنچ جاؤں پھر میں شلماک کو خود قابو کر لوں گا"۔ عمران نے اسے مزید سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر ہیں ایسا ہی ہوگا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور

عمران نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

"کیپٹن شکیل پر اعتماد انداز میں چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد عمران آپریشن روم پہنچا۔ وہاں بلیک زیرو موجود تھا۔

"طاہر۔ تم ٹیم کو لے کر کرنل فریدی کے ملک پہنچ جانا میں خود تم سے کنکٹ کروں گا"۔۔۔۔۔ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔ میں نے انتظام مکمل کر لیا ہے"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے سنجیدگی سے جواب دیا اور عمران واپسی کے لئے مڑ گیا۔ عمران کے جانے کے بعد بلیک زیرو نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ڈاگ اور میڈم باشوری نے حیرت انگیز انکشافات کئے تھے اور عمران نے ٹیم سمیت کرنل فریدی کے ملک جانے کا پروگرام بنا لیا تھا تاکہ مجرموں کی صحیح معنوں میں بیخ کنی کی جا سکے۔

کیپٹن شکیل ڈاگ کے روپ میں شلماک کے پاس پہنچ چکا تھا اور
ماک کو اس پر ذرا بھی شک نہیں ہوا تھا کیونکہ کیپٹن شکیل نے
ے ریڈ زیرو فائل دے دی تھی۔ گو یہ فائل جعلی تھی مگر اتنی
سورتی سے تیار کی گئی تھی کہ اسے آسانی سے چیک نہیں کیا جا سکتا
۔کیپٹن شکیل اور شلماک نے میٹنگ کی جہاں اس پر یہ انکشاف ہوا
کرنل فریدی کو ختم کیا جا چکا ہے اور کیپٹن حمید نچلے تہہ خانوں میں
چکا ہے۔ کیپٹن شکیل ٹرانسمیٹر پر عمران کو کال کر چکا تھا اور عمران
اک کے روپ میں ہیڈکوارٹر میں گھسنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ جس
۔میٹنگ ہو رہی تھی عمران شلماک کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا
شلماک کے روپ میں اسے کسی نے وہاں جانے سے نہیں روکا
میٹنگ ختم ہوتے ہی شلماک کیپٹن شکیل کو لئے جیسے ہی اس
ے میں پہنچا عمران نے جو ایک الماری کے پیچھے چھپا ہوا تھا اچانک

اس پر حملہ کر دیا اور پھر اس سے پہلے کہ شلماک سنبھلتا اس کی کھڑی ہتھیلی اسے فرش بوس کر چکی تھی۔

"اب یہ دو گھنٹے تک ہوش میں نہیں آ سکتا۔ اس وقت تک میں اس کی تمام تنظیم کو کور کر لوں گا"۔۔۔ عمران نے جو شلماک کے میک اپ میں تھا کہا۔

"یہ کہہ رہا تھا کہ کرنل فریدی ختم کیا جا چکا ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہونہہ۔ کرنل فریدی اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ تمام تنظیم کا خاتمہ کر کے پکی پکائی کرنل فریدی کے آگے ڈالوں۔ ابھی میں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیپٹن حمید نچلے تہہ خانوں میں قید ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اچھا۔ چلو پہلے اس سے نمٹ لیں ایسا نہ ہو کہ وہ نکل بھاگے اور کرنل فریدی وقت سے پہلے ہم پر آ پڑے"۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو لئے باہر نکل آیا۔ محافظوں نے اسے شلماک سمجھ کر باقاعدہ سلام کیا۔

"کیپٹن حمید کون سے کمرے میں ہے۔ چلو ہمارے ساتھ۔ آج میں اس کا خاتمہ کرتا ہوں"۔۔۔ عمران نے ایک محافظ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ وہ بہت خطرناک ہے"۔۔۔ محافظ نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے چل پڑا۔ وہ دونوں مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے کے سامنے جا کر رک گئے۔ عمران نے تالا کھولنے کا اشارہ کیا۔ محافظ نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھولا اور عمران نے کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور وہ دونوں اچھل کر اندر پہنچ گئے۔ مگر دوسرے لمحے کیپٹن حمید نے اچانک جھپٹا مارا اور کیپٹن شکیل کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن اچک لی مگر عمران نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری اور عمران نے مشین گن اس کے سینے سے لگا دی۔ مگر کیپٹن حمید کے ذہن پر تو چھپکلی سوار تھی۔ اس نے مشین گن کی پرواہ کئے بغیر اچھل کر پوری قوت سے عمران کے پیٹ میں لات مارنے کی کوشش کی مگر عمران نے بڑی پھرتی سے وار بچا لیا۔ کیپٹن شکیل نے کیپٹن حمید پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر عمران نے کہا ڈاگ تم ایک طرف ہٹ جاؤ کیپٹن حمید سے میری پرانی یاد اللہ ہے میں اس سے خود نمٹ لوں گا اور کیپٹن شکیل خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر کیپٹن حمید اور عمران کے درمیان آنکھ مچولی شروع ہو گئی۔ پھر ایک موقع پر مشین گن کیپٹن حمید کے ہاتھ میں پہنچ گئی اور اس نے اس پر فائر کھول دیا مگر کمرہ عمران کے زور دار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ مشین گن میں میگزین ہی موجود نہیں تھا۔ ابھی ان دونوں کے درمیان چونچیں جاری تھیں اور عمران اپنے مخصوص انداز میں کیپٹن حمید کو

چڑا رہا تھا کہ اچانک راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر ایک آدمی ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"چیف باس۔ کوٹھی پر حملہ ہو گیا ہے۔ نامعلوم حملہ آوروں نے پوری کوٹھی پر قبضہ کر لیا ہے"۔۔۔۔۔۔ اور پھر اس آدمی سے حلیہ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی ٹیم کا انچارج کرنل فریدی ہے اور تھوڑی دیر بعد راہداری ایک بار پھر قدموں کی آوازوں سے گونج اٹھی اور کرنل فریدی اپنے ساتھیوں سمیت اندر آ گیا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار اگر حرکت کی تو بھون ڈالوں گا"۔۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے گرجدار لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہاں مجھے کوئی آگ وغیرہ نظر نہیں آ رہی جس پر بھونو گے اور پھر کرنل فریدی آدم خور کب سے ہو گیا ہے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

"تم شلماک ہو"۔۔۔۔۔۔ کرنل فریدی اس کی آواز سنتے ہی چونک پڑا۔ ظاہر ہے عمران کرنل فریدی کو تو دھوکا نہیں دے سکتا تھا۔

"جناب۔ آپ کا خادم۔ شلماک عرف علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کنپٹی کے قریب چٹکی بھری اور ایک پتلی سی جھلی اس کے چہرے سے اترتی چلی گئی اور اب وہاں شلماک کی بجائے علی عمران کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی نظروں میں انتہائی شوخی تھی اور کیپٹن حمید اور کرنل فریدی دونوں احمق بنے اسے دیکھ رہے تھے۔

اچانک کیپٹن حمید کو نجانے کیا سوجھی کہ اس نے جھپٹ کر قریب کھڑے زیرو فورس کے آدمی سے ریوالور جھپٹا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس نے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ عمران کو شائد خواب میں بھی کیپٹن حمید سے اس اقدام کی توقع نہیں تھی۔ اس لئے نتیجہ ظاہر تھا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولیاں سیدھی عمران کی طرف بڑھتی چلی گئیں۔

آپریشن فائنل کراس

سیاہ رنگ کی کار انتہائی تیز رفتاری سے فاصلے سمیٹتی ہوئی افشار کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار میں اس وقت تین افراد موجود تھے اور وہ سب یوں خاموش بیٹھے تھے جیسے انسان کی بجائے بت ہوں۔ کار چلانے والا دانت بھینچے سٹیرنگ گھماتا چلا جا رہا تھا۔ اتنی تیز رفتاری کے باوجود اس کے چہرے پر پریشانی یا اعصابی تناؤ کے کوئی آثار نہیں تھے۔ کار نے ایک تنگ موڑ کاٹا اور پھر وہ ایک تنگ سی گلی میں گھستی چلی گئی۔ تھوڑی دور آگے جا کر کار آہستہ ہوتے ہوتے ایک دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔ کار رکتے ہی ڈرائیور کے علاوہ کار میں سوار تینوں افراد باہر نکل آئے اور ان کے باہر آتے ہی ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ وہ تینوں چند سیڑھیاں چڑھ کر ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص انداز میں تین بار دستک دی۔ تیسری دستک پر دروازہ کھل

گیا۔ دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا جس کے چہرے پر زخموں کے بے شمار نشانات تھے۔ اس نے بغل میں ریوالور لٹکایا ہوا تھا۔

"سپر"---- دروازہ کھولنے والے نوجوان نے قدرے سخت لہجے میں ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپریشن"---- ان میں سے ایک نوجوان نے جواب دیا اور دروازہ کھولنے والا ایک طرف ہٹ گیا۔

"سیکنڈ باس اندر ہیں"---- ان تینوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں"---- نوجوان نے مختصر سا جواب دیا۔ وہ تینوں دروازے میں داخل ہوتے ہی ایک راہداری میں آ گئے اور پھر راہداری کے اختتام پر موجود دروازے کے سامنے جا کر رک گئے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"اندر آ جاؤ"---- ایک گھمبیر آواز سنائی دی اور وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی ان کا انداز مودبانہ ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے آخری سرے پر ایک میز کے پیچھے ایک قوی الجثہ مگر بھاری بھرکم ادھیڑ عمر شخص بیٹھا ہوا تھا میز کے سامنے چار کرسیاں موجود تھیں۔

"بیٹھو"---- ادھیڑ عمر آدمی نے ان تینوں کو کرسیوں پر بیٹھنے کے لئے کہا اور وہ تینوں اس کے سامنے کرسیوں پر مودبانہ انداز میں بیٹھ گئے۔

"رپورٹ دو نمبرون"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے بائیں طرف بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہیڈ کوارٹر پر کرنل فریدی کا قبضہ ہو چکا ہے نمبر الیون گرفتار ہو گیا ڈاگ کے روپ میں آنے والا آدمی جعلی تھا ڈاگ کے روپ میں آنے والے کے ساتھی نے نمبر الیون کو بے ہوش کر کے اس کا روپ دھار لیا تھا کہ کرنل فریدی نے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیا اور پورے ہیڈ کوارٹر پر اس کے آدمیوں کا قبضہ ہو گیا"۔۔۔۔ نمبرون نے جواب دیا۔

"تفصیل بتاؤ"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے قدرے پریشان لہجے میں آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"چیف باس نے نمبر الیون کو شلماک کے روپ میں آگے کیا ہوا تھا اور عارضی ہیڈ کوارٹر بنایا تھا تاکہ اگر کبھی کرنل فریدی راہ پر لگ جائے تو نمبر الیون شلماک کے روپ میں اسے الجھا سکے دوسری طرف پاکیشیا سے مشن مکمل کر کے مسٹر ڈاگ نے یہاں پہنچنا تھا مگر وہاں کی سیکرٹ سروس اور علی عمران نے ڈاگ کو اغوا کر لیا اور اس کی جگہ اپنا آدمی بھیج دیا۔ علی عمران بھی یہاں ساتھ آیا چنانچہ علی عمران نے شلماک کو قید کر کے خود اس کا روپ دھار لیا۔ کیپٹن حمید تہہ خانے میں قید تھا جعلی ڈاگ اور علی عمران شلماک کے روپ میں اس سے ملنے گئے کہ کرنل فریدی نے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیا اور اس کی فورس نے پورے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا"۔۔۔۔ نمبرون نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اب کیا پوزیشن ہے"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے اس بار قدرے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے آدمی نے ہیڈ کوارٹر کو تباہ کر دیا ہے نمبر الیون نے زہریلا کیپسول کھا کر خود کشی کر لی ہے۔ گروپ کے بیس آدمی ہلاک ہو گئے ہیں"۔۔۔۔ نمبرون نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کرنل فریدی اور عمران کا کیا ہوا۔ کیا وہ بھی ساتھ ہی ختم ہو گئے"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"جس وقت ہیڈ کوارٹر تباہ ہوا یہ سب تہہ خانوں میں تھے بعد میں انہیں نہیں دیکھا گیا ہمارے آدمی کرنل فریدی کی کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں جیسے ہی کوئی رپورٹ ملی آپ کو پہنچا دی جائے گی"۔ نمبرون نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ کرنل فریدی اور علی عمران دونوں کے نظریئے کے مطابق شلماک اور اس کا ہیڈ کوارٹر ختم ہو چکا ہے بشرطیکہ وہ خود زندہ ہوں"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ فی الحال تو ہمیں یہی رپورٹ ملی ہے"۔۔۔۔ نمبرون نے جواب دیا۔

"اوکے بہرحال اچھا ہوا اب چیف باس اطمینان سے اپنا مشن مکمل کر لے گا"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے کہا اور اس کے بعد وہ دوسرے نوجوان سے مخاطب ہوا۔

"نمبر ٹو۔ اب تم رپورٹ دو"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے کہا۔

"باس تمام ٹارگٹس پر سپلائی پہنچ چکی ہے ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں"۔ نمبر ٹو نے مختصر سا جواب دیا۔

"نمبر تھری تم"---- ادھیڑ عمر اب تیسرے نوجوان سے مخاطب ہوا۔

"باس پلاننگ تیار ہے سیاسی پارٹوں سے بات چیت مکمل ہو چکی ہے صرف احکامات کا انتظار ہے"---- نمبر تھری نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اب تم جا سکتے ہو میں چیف باس سے بات کر کے مزید احکامات تمہیں بھیج دوں گا"---- ادھیڑ عمر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"باس میری طرف سے چیف باس کو یہ کہہ دیں کہ اگر عمران اور فریدی زندہ ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس ملک میں ایشیا کے دو خطرناک آدمی موجود ہیں اور ظاہر ہے ہماری طرف سے کارروائی ہوتے ہی یہ دونوں اکٹھے ہو کر ہمارے خلاف حرکت میں آ جائیں گے"۔ نمبرون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر تم کیا چاہتے ہو کیا چیف باس اپنا مشن مکمل نہ کریں"۔ ادھیڑ عمر نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں باس میرا یہ مطلب نہیں۔ میں علی عمران کو بہت قریب سے جانتا ہوں وہ اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کرنل فریدی اور اگر یہ دونوں مل کر ہمارے مقابلے میں آ گئے تو ہمارے مشن کے راستے میں شدید دشواریاں حائل ہو جائیں گی"---- نمبرون نے تشویش آمیز لہجے میں

کہا۔

"تو پھر تمہاری کیا تجویز ہے"---- ادھیڑ عمر نے پوچھا۔

"میری تجویز یہ ہے کہ مشن کے آغاز سے قبل ان دونوں کو آپس میں لڑا دینا چاہیے اس طرح نہ صرف ان کی طاقت بٹ جائے گی بلکہ یہ آپس میں الجھتے رہ جائیں گے اور ہم اپنا مشن اطمینان سے مکمل کر لیں گے"---- نمبرون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری تجویز چیف باس تک پہنچا دوں گا"۔ ادھیڑ عمر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے جھک کر ادھیڑ عمر کو سلام کیا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکل گئے۔

جس وقت عمران نے شلماک کا میک اپ اتارا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا تو کیپٹن حمید کی جھنجلاہٹ عروج پر پہنچ گئی اسے یوں محسوس ہوا جیسے عمران نے اسے دل بھر کر ذلیل کیا ہو اس کے ذہن میں آتش فشاں سا پھٹ پڑا اور پھر سوچے سمجھے بغیر اس نے زیرو فورس کے آدمی سے ریوالور جھپٹا اور دو فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہوئے عمران کے سینے کی طرف رخ کر کے ٹریگر دبا دیا چونکہ عمران یا دیگر کسی آدمی کے ذہن میں حمید کی اس حرکت کا تصور تک موجود نہ تھا اس لئے وہ سب بت بنے کھڑے رہ گئے اور عمران بھی چونکہ اس سچویشن کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا اس لئے وہ حرکت نہ کر سکا اور گولیاں ایک تواتر سے اس کے سینے کی طرف بڑھیں اور عمران پشت کے بل الٹ کر فرش پر جا گرا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل نے اچانک حرکت کی اور اس کا ہاتھ پوری قوت سے کیپٹن حمید کے اس ہاتھ پر پڑا جس میں اس نے

ریوالور سنبھال رکھا تھا اچانک ضرب لگنے سے ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن شکیل نے فوری غصے کے عالم میں بائیں ہاتھ کا بھرپور مکہ کیپٹن حمید کے جبڑے پر ٹکا دیا مکہ اتنا زوردار تھا کہ کیپٹن حمید اچھل کر دو فٹ دور جا گرا زیرو فورس کے آدمیوں نے کیپٹن شکیل کی طرف گنیں اٹھائی ہی تھیں کہ کرنل فریدی نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا کیپٹن حمید بھی جبڑے پر ہاتھ رکھے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے کیپٹن شکیل حمید کو مکہ مارتے ہی زمین پر گرے عمران کی طرف متوجہ ہوا مگر دوسرے لمحے وہ جھٹکا کھا کر سیدھا ہو گیا کیونکہ عمران بڑے اطمینان سے زمین سے اٹھ رہا تھا اور پھر اس نے اٹھ کر کپڑے جھاڑنے شروع کر دیئے۔

"آج صحیح معنوں میں ستاروں نے میرا ساتھ دیا ہے ورنہ کیپٹن حمید کے ہاتھوں اب تک شہید ہو چکا تھا"۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے کرنل فریدی کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی ہے"۔۔۔ کرنل فریدی نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں جب میں نے اصل شلماک کو بے ہوش کیا اور اس کے کپڑے پہننے لگا تو میں نے دیکھا کہ اس نے بلٹ پروف جیکٹ پہن رکھی تھی میں نے صرف اس خیال سے وہ پہن لی کہ اس کی موجودگی میں میرے جسم کا تناسب اس سے مل جاتا تھا"۔۔۔ عمران نے

جواب دیا۔

"اصل شلماک۔ تو کیا اصل شلماک کوئی اور ہے"۔۔۔۔ کر
فریدی نے چونک کر پوچھا۔

جی ہاں میں تو وناسپتی شلماک ہوں صرف کیپٹن حمید کو ڈرانے
لئے آ گیا تھا میں نے سنا تھا کہ کیپٹن حمید شلماک کو دیکھتے ہی مرغا بن
کان پکڑ لیتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کہاں ہے شلماک"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"عالم بے ہوشی کی سرحدوں میں تو میں اسے داخل کر آیا تھا بیچارا وہیں کہیں بھٹکتا پھر رہا ہو گا"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور کرنل فریدی کوئی جواب دیئے بغیر تیزی سے واپس مڑا۔ کیپٹن حمید نے ایک نظر عمران اور کیپٹن شکیل پر ڈالی اور پھر وہ بھی کرنل فریدی کے پیچھے باہر نکل گیا زیرو فورس کے آدمی بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔

"چلو یار شکیل یہ دنیا بڑی بے مروت ہے ہم تو اتنی دور تک محبت کے مارے چلے آئے مگر ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں بھی تیزی سے ان کے پیچھے باہر نکل گئے۔ کرنل فریدی' کیپٹن حمید اور ان کے ساتھی ابھی راہداری میں ہی تھے کہ اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور راہداری کی چھت سے مٹی گرنے لگی۔

"دیواروں کے ساتھ ہو جاؤ چھت بیٹھ رہی ہے"۔۔۔۔ کرنل

ی نے چیخ کر کہا اور وہ سب بجلی کی سی تیزی سے دیواروں کے
تھ سمٹتے چلے گئے پہلے دھماکے کے فوراً بعد ایک اور خوفناک دھماکہ
اور پھر مسلسل دھماکے ہوتے چلے گئے اور راہداری کی چھت
ے ریزے ہو کر نیچے آ گری اور راہداری انسانی چیخوں سے گونج
ی۔

نمبرون ٹو اور تھری کے باہر جانے کے بعد ادھیڑ عمر نے میز کی دراز کھولی اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ اس نے مخصوص فریکونسی سیٹ کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ہیلو۔ چیف باس سپیکنگ۔ ہیلو۔ اوور" ---- ٹرانسمیٹر پر پہلے گڑگڑاہٹ کی آوازیں نکلیں اور پھر اس پر ایک بھاری آواز چھا گئی۔

"سیکنڈ باس سپیکنگ فرام دس اینڈ۔ اوور" ---- ادھیڑ عمر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس۔ رپورٹ اوور" ---- دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ابھی نمبرون نے رپورٹ دی ہے کہ عارضی ہیڈ کوارٹر تباہ ہو چکا ہے۔ نمبر الیون جو شلماک کے روپ میں تھا ختم ہو چکا ہے۔ کرنل فریدی کیپٹن حمید اور پاکیشیا کا ایک خطرناک آدمی علی عمران بھی وہیں

موجود تھے۔ خیال ہے کہ وہ سب اس میں دب کر مر چکے ہیں۔ اوور" ---- ادھیڑ عمر نے مختصر طور پر بتایا۔

"تفصیل بتاؤ مارٹن۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ نمبر الیون نے تو مجھے رپورٹ دی تھی کہ اس نے کرنل فریدی کو کار میں پن بم کے ذریعے ہلاک کر دیا ہے۔ اوور" ---- چیف باس کے لہجے میں شدید جھنجلاہٹ اور غراہٹ عود کر آئی تھی۔

"یس باس۔ مجھے بھی یہی اطلاع ملی تھی۔ مگر اب تفصیل معلوم ہوئی ہے کہ پاکیشیا میں ڈاگ اور میڈم باشوری کا مشن ناکام ہو گیا اور وہاں کی سیکرٹ سروس اور ایک خطرناک آدمی علی عمران نے انہیں قید کر لیا اور سیکرٹ سروس کا ایک آدمی ڈاگ کے روپ میں یہاں آ گیا اور نمبر الیون نے اسے اصلی ڈاگ سمجھ کر ہیڈ کوارٹر میں بلا لیا۔ اس طرح عمران کو ہیڈ کوارٹر کا پتہ چل گیا اور وہ اس میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے نمبر الیون کو قید کر کے اس کا روپ دھار لیا۔ مگر اسی لمحے کرنل فریدی نے جو اس حادثے میں ہلاک نہیں ہوا تھا اپنے آدمیوں کے ساتھ ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کر دیا اور ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ راز کھلنے پر ہمارے آدمیوں نے ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا اور اس طرح کرنل فریدی کیپٹن حمید علی عمران اور جعلی ڈاگ جو تہہ خانوں میں تھے اس میں دب گئے۔ ہمارے بیس آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اوور" ---- مارٹن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اول تو ہمارے دشمن بھی ختم ہو

چکے ہوں گے اگر بالفرض محال وہ ختم نہیں ہوئے اور بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تب بھی ان کی نظر میں شلماک اور اس کا ہیڈ کوارٹر ختم ہو چکا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"یس باس۔ اوور"۔۔۔۔ مارٹن نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں معلوم کراتا ہوں کہ کیا یہ لوگ واقعی ختم ہو چکے ہیں یا نہیں نمبر ٹو اور نمبر تھری کی کیا رپورٹ ہے۔ اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"نمبر ٹو کی رپورٹ کے مطابق تمام ٹارگٹ پر سپلائی پہنچ چکی ہے اور نمبر تھری کی رپورٹ کے مطابق تمام پلاننگ تیار ہے وہ احکامات کے منتظر ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ مارٹن نے کہا۔

"ابھی آپریشن کا موقع نہیں آیا۔ شاید میں آپریشن کے احکامات دے بھی دیتا مگر اب مجھے اپنی پلاننگ میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ جب ڈاگ جعلی نکلا تو ظاہر ہے اس کی لائی ہوئی رپورٹ بھی جعلی ہو گی اور اگر ہم اس رپورٹ پر عمل کر بیٹھتے تو یقیناً ہمارا مشن ناکام ہو جاتا۔ اس لئے اب مجھے نئے سرے سے پلان بنانا پڑے گا۔ اوور"۔ چیف باس نے جواب دیا۔

"یس باس آپ کا خیال ٹھیک ہے۔ اوور"۔۔۔۔ مارٹن نے واب دیا۔

"اب مجھے خود آپریشن کو ہینڈل کرنا پڑے گا۔ اس لئے اب تم رے پاس آ جاؤ اور پوائنٹ زیرو اب ہیڈ کوارٹر ہو گا اس کے

ات سب کو دے دو۔ اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"یس باس۔ ایک پیغام نمبر ون نے آپ کے لئے دیا ہے۔ اوور"۔ ن نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے اچانک وہ پیغام یاد آ گیا ہو۔

"کیسا پیغام۔ اوور"۔۔۔۔ چیف باس کا لہجہ یکدم سخت ہو گیا۔

"باس اس کا کہنا ہے کہ اگر کرنل فریدی اور علی عمران زندہ بچ گئے ا تو بہتر یہ ہو گا کہ ان دونوں کو آپس میں لڑا دیا جائے ورنہ یہ ل کر ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اوور"۔ مارٹن یغام دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ نمبر ون واقعی ذہین آدمی ہے اگر یہ دونوں بچ گئے تو ایسا نا پڑے گا اور کوئی بات۔ اوور"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"نو باس۔ اوور"۔۔۔۔ مارٹن نے جواب دیا۔

"او کے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا اور اس کے ہی ٹرانسمیٹر سے گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ادھر نے طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

کرنل فریدی کیپٹن حمید علی عمران اور کیپٹن شکیل پہلا دھماکہ سنتے ہی راہداری کی دیواروں سے چمٹ گئے تھے۔ گو انہوں نے اپنی طرف سے کسی حد تک بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا۔ کیونکہ جب بھی چھت گرتی ہے تو اس کا زیادہ زور درمیانی حصے کی طرف ہوتا ہے مگر اس کے باوجود چونکہ وہ تہہ خانے کی راہداری میں تھے اس لئے خاصا ملبہ ان پر آگرا اور پتھروں کی تو جیسے بارش ہو ہی گئی۔ یہی پتھر تھے جنہوں نے ان سب کو بے اختیار چیخنے پر مجبور کر دیا تھا۔ زیرو فورس کے دو آدمیوں کی چیخیں سب سے بلند تھیں کیونکہ وہ بروقت دیوار تک نہ پہنچ سکے تھے اور راہداری کا پورا ملبہ ان پر آگرا تھا۔ اسی طرح ایک آدمی جو عمران کو شلماک کے روپ میں راستہ دکھانے آیا تھا ابھی تک ان کے ساتھ تھا اور اس کا خیال کسی کو بھی نہیں آیا تھا کیونکہ پہلے تو حمید کے ساتھ لڑائی میں وہ عمران کو شلماک سمجھے ہوئے تھا اور بعد میں کرنل فریدی کو

آمد پر سچویشن کچھ اس حیرت انگیز طور پر بدلی تھی کہ وہ بھی نظرانداز ہو گیا تھا اور چونکہ وہ ایک مقامی جرائم پیشہ فرد تھا اس لئے کرنل فریدی کے ظاہر ہوتے ہی اس کا خون خشک ہو گیا تھا۔ وہ بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکلا تھا زیرو فورس کے دو آدمیوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی ملبے کی زد میں آگیا تھا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخوں نے سب کو ایک بار تو لرزا دیا تھا۔ پتھروں کی بارش ہوتی رہی اور مٹی اڑتی رہی زیرو فورس اور مجرم کی چیخیں بھی مٹی میں ہی دفن ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد جب دھماکے رکے اور مٹی بیٹھ گئی تو عمران جس نے سانس روک رکھا تھا سب سے پہلے ایک طویل سانس لیا اور پھر مٹی اور پتھروں کے ڈھیر میں حرکت ہوئی اور وہ یوں اطمینان سے باہر نکل آیا جیسے کسی سرکس میں حیرت انگیز تماشہ دکھانے والے تماش بینوں کو حیرت زدہ کرنے کے بعد اطمینان سے کپڑے جھاڑتا ہوا اسٹیج پر آ جاتا ہے۔ دوسری طرف کرنل فریدی بھی باہر آگیا تھا ان دونوں کے کپڑے تار تار ہو گئے تھے پشت پر پتھروں نے خاصے زخم ڈال دیئے تھے جن سے خون رس کر باہر ہی جم گیا تھا کیونکہ زخموں پر لگنے والی مٹی نے وہیں خشک کر دیا تھا البتہ ان کے چہرے بچ گئے تھے کیونکہ ان کا رخ دیوار کی طرف تھا۔ چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل اور کیپٹن حمید باہر نکل آئے ان کے کپڑوں کا بھی یہی حال تھا۔

"زیرو فورس کے آدمیوں کو نکالو" ——— کرنل فریدی نے کیپٹن حمید سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں تیزی سے اس ڈھیر کی طرف

بڑھ گئے جہاں وہ دونوں موجود تھے انہوں نے دیوانہ وار اس ڈھیر کو ہاتھوں سے ہٹانا شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل نے عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے اسے آنکھ سے مخصوص اشارہ کر دیا۔

"ارے وہ دیکھو ادھر آدمی کا ہاتھ ہل رہا ہے"---- عمران نے کہا اور عمران اور کیپٹن شکیل دونوں دوڑتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ یہ راہداری کا موڑ سا تھا کرنل فریدی اور کیپٹن حمید زیرو فورس کے ممبروں کو نکالنے میں مصروف تھے اس لئے عمران نے کیپٹن شکیل سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"نکل چلو کیپٹن ورنہ کرنل فریدی جکڑ لے گا"---- عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ دونوں بھاگتے ہوئے موڑ مڑ گئے۔ تھوڑی دور جا کر انہیں دیوار میں ایک خلا سا نظر آیا جو کسی سرنگ کا دہانہ تھا۔ سرنگ تباہ ہونے سے بچ گئی تھی وہ دونوں اس سرنگ میں داخل ہوئے اور پھر بھاگتے ہی چلے گئے سرنگ کافی طویل تھی اس لئے تقریباً پندرہ منٹ تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ سرنگ کے دوسرے دہانے تک پہنچنے تک کامیاب ہوئے سرنگ کا یہ دہانہ ایک مضبوط چٹان سے بند کر دیا گیا تھا چٹان بالکل سپاٹ اور بے جوڑ تھی۔ عمران نے اس چٹان کو ایک طرف کرنے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ مارے مگر بے سود ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو چٹان کو سرکا سکے۔

چٹان ہٹانے کے لئے یہاں کوئی نہ کوئی میکنزم ضرور ہو گا"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں ہونا تو چاہئے مگر سمجھ نہیں آ رہا"---- عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر اس نے پوری قوت سے چٹان کو مخالف سمت میں دھکیلنا چاہا کیپٹن شکیل بھی اس کے ساتھ ہی شامل ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہلکی سی چڑچڑاہٹ سے چٹان درمیان سے گھوم گئی اور اب وہاں ایک دروازہ سا بن گیا وہ دونوں تیزی سے اندر داخل ہوئے ان کے دوسری طرف جاتے ہی چٹان ایک بار پھر گھوم گئی اور سرنگ کا راستہ بند ہو گیا یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں نہ ہی کوئی دروازہ تھا اور نہ کھڑکی وہ مضبوط چٹانوں سے تعمیر کیا گیا تھا عمران نے ادھر ادھر دیکھا تو اس چٹان کے قریب اسے دو بٹن لگے ہوئے نظر آئے ان میں سے ایک کا رنگ سرخ اور دوسرے کا نیلا تھا عمران نے پہلے نیلے رنگ کا بٹن دبایا مگر کہیں کوئی خلا پیدا نہ ہوا پھر اس نے سرخ رنگ کا بٹن دبایا مگر بے سود نتیجہ کچھ نہ نکلا وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے بیک وقت دونوں بٹن دبا دیئے۔ بٹن دبتے ہی ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور کمرہ کی چھت ایک زور دار دھماکے سے ٹوٹ گئی۔ دھماکہ اتنا اچانک اور شدید تھا کہ وہ دونوں اچھل کر منہ کے بل فرش پر گر گئے دھماکے نے چٹان کی طرف موجود سرنگ کے بھی پرخچے اڑا دیئے تھے ہر طرف پتھر اور مٹی اڑنے لگی وہ دونوں چند لمحے زمین پر بے حس و حرکت پڑے رہے ان کا خیال تھا کہ چھت کا ملبہ انہیں کچل کر رکھ دے گا مگر سوائے مٹی اور چند کنکریوں کے ان کے جسم پر کوئی چیز نہ گری تو دونوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا

کہ اوپر آسمان نظر آ رہا تھا چھت شاید ایک ہی بلاک کی بنی ہوئی تھی اس لئے اڑ کر کہیں دور جا گری تھی۔

"چلو باہر نکلو"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں اچھل کر دیوار کا سرا پکڑ کر ہاتھوں کے بل اس پر چڑھ گئے باہر کالونی کا غیر آباد اور جھاڑیوں سے اٹا ہوا علاقہ تھا اور یہ کمرہ چونکہ زمین کے اندر بنا ہوا تھا اس لئے وہ باہر نکل کر زمین پر پہنچ گئے تھے۔ چھت کی چٹان کچھ دور بلاک کی صورت میں پڑی ہوئی تھی۔

کرنل فریدی نے کار کا سٹیرنگ تیزی سے گھمایا اور کار کے ٹائر چیخ
کر گھومے اور کار ہوٹل شائی لاک کے کمپاؤنڈ میں گھستی چلی گئی۔
نل فریدی اس وقت بےحد سنجیدہ تھا اس کی پیشانی پر پڑی ہوئی
ٹیں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ گہری سوچ میں غرق ہے۔ کیپٹن
ر ساتھ والی سیٹ پر موجود تھا مگر کرنل فریدی کے موڈ کے پیش نظر
بھی سنجیدہ اور خاموش تھا وہ دونوں کوٹھی کی تباہی کے بعد جب باہر
، تو کرنل فریدی قریب ہی ایک کوٹھی میں چلا گیا یہ کوٹھی زیرو فور کا
ب برانچ آفس تھا۔ کرنل فریدی نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے
کیپٹن حمید نے بھی اس کی پیروی کی اس دوران کیپٹن حمید نے بات
نے کی کوشش کی مگر کرنل فریدی قطعاً خاموش رہا اس لئے وہ بھی
یدہ ہو گیا انہیں رپورٹ مل چکی تھی کہ اس آپریشن میں زیرو فورس
، پندرہ آدمی ہلاک اور پانچ شدید زخمی ہوئے ہیں اور نتیجہ صفر رہا۔

مجرموں کے تمام آدمی ہلاک ہو چکے تھے۔ کرنل فریدی نے ہلاک ہونے والے مجرموں کی لاشوں کو بغور دیکھا یہ سب لوگ مقامی تھے اور نچلے درجہ کے جرائم پیشہ تھے ایک البتہ غیر ملکی تھا جس کی لاش کرنل فریدی نے کوٹھی پر بھجوا دی تھی کپڑے تبدیل کر کے کرنل فریدی نے کار سنبھالی اور کیپٹن حمید کو اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کار آگے بڑھا دی اور اب اس کی کار ہوٹل شائی لاک میں داخل ہو چکی تھی۔ کرنل فریدی نے کار پارکنگ کمپاؤنڈ میں روکی اور پھر اتر کر سیدھا مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن حمید بھی دم چھلے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ تھا مین گیٹ میں داخل ہو کر کرنل فریدی سیدھا کاؤنٹر کی طرف گیا۔ کاؤنٹر پر موجود ایک لحیم شحیم شخص کی نظر جیسے ہی کرنل فریدی پر پڑی اس کی آنکھوں میں الجھنوں کا تاثر ابھر آیا اور پیشانی پر شکنیں سی پڑ گئیں۔

"شائی لاک کہاں ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی اس لحیم شحیم آدمی سے پوچھا اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

"ماسٹر بیرون ملک گیا ہوا ہے"۔۔۔۔ لحیم شحیم شخص نے قدرے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کب گیا ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی کی پیشانی پر موجود شکنوں میں اضافہ ہو گیا۔

"ایک ماہ قبل گیا ہے"۔۔۔۔ جواب ملا۔

"دیکھو۔ کرنل فریدی سے جھوٹ بولنے والوں کو زمین پناہ نہیں

ملتی سمجھے اس لئے میں تمہیں ایک منٹ دیتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ شائی لاک کہاں ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"میں سچ بول رہا ہوں جناب آپ یقین کریں کہ ماسٹر بیرون ملک گیا ہوا ہے"۔۔۔۔ لحیم شحیم شخص نے اس بار قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ آج کل تم لوگ اونچے اڑ رہے ہو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب بھی تمہاری کیٹاگری کا کوئی شخص ملک سے باہر جاتا ہے تو مجھے اس کی اطلاع مل جاتی ہے اور شائی لاک کے باہر جانے کی اطلاع مجھے نہیں ملی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر شائی لاک نے ہمیں تو یہی اطلاع دی تھی کہ وہ بیرون ملک جا رہا ہے اس کے بعد ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی"۔۔۔۔ لحیم شحیم شخص نے جواب دیا۔ کرنل فریدی نے ایک بار مڑ کر ہال کی طرف دیکھا ہال میں اس وقت اکا دکا جوڑے بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ایک نظر ہال پر ڈالنے کے بعد کرنل فریدی تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور تھپڑ کی زوردار آواز سے پورا ہال گونج اٹھا۔ کاؤنٹر پر کھڑا ہوا شخص خاصا لحیم شحیم ہونے کے باوجود اچھل کر یوں دیوار سے جا ٹکرایا جیسے وہ انسان کی بجائے کوئی گیند ہو۔ تھپڑ کی گونج سن کر ہال میں موجود افراد چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے تھپڑ مارنے کے بعد کرنل فریدی بڑے اطمینان سے کاؤنٹر پر

کہنیاں ٹیک کر کاؤنٹر مین کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنے لگا۔
دوسری طرف ہال میں موجود بیرے تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بھاگے مگر سامنے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو کھڑے دیکھ کر وہ یوں رک گئے جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ کاؤنٹر مین چند لمحوں تک زمین پر بے حس و حرکت پڑے رہنے کے بعد آہستہ سے اٹھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا دایاں گال پھٹ گیا تھا ناک منہ سے خون نکل رہا تھا دائیں طرف کی آنکھ سوج گئی تھی۔ کھڑے ہو کر وہ ایک لمحے کے لئے لڑکھڑایا اور پھر تن کر سیدھا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت اور غصے کی چنگاریاں سی نکلنے لگیں۔

"یہ سچ بولنے کے لئے پہلا سبق ہے۔ بتاؤ شائی لاک کہاں ہے"----- کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ کاؤنٹر مین ایک لمحے کے لئے بت کی طرف بے حس و حرکت کھڑا رہا دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے اوپر اٹھا اور عین اسی لمحے کرنل فریدی نے یکدم زمین کی طرف غوطہ لگایا اور اس کا جسم کاؤنٹر کے پیچھے چھپ گیا اور گولی اس کے سر کے اوپر سے گزر کر اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک ویٹر کے سینے میں ترازو ہو گئی ویٹر کی بھیانک چیخ سے پورا ہال گونج اٹھا۔ دوسری طرف کیپٹن حمید برق کی طرف اچھلا اور اس کی کھڑی ہتھیلی کاؤنٹر مین کے اس ہاتھ پر پوری قوت سے پڑی جس میں اس نے ریوالور تھاما ہوا تھا۔ کاؤنٹر مین کو دوسری گولی چلانے کی بھی مہلت نہ ملی اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر ہال میں جا گرا۔ ہال میں ویٹر

کی موت کے ساتھ ہی افراتفری مچ گئی میزوں پر موجود اکا دکا لوگ یوں مین گیٹ کی طرف بھاگے جیسے ان کے پیچھے کوئی عفریت آ رہا ہو۔
ریوالور کاؤنٹر مین کے ہاتھ سے نکلتے ہی کرنل فریدی سیدھا ہوا اور اس نے کاؤنٹر مین کے گلے میں ہاتھ ڈال کر زور سے جھٹکا دیا اور لحیم شحیم کاؤنٹر مین کاؤنٹر کے اوپر سے گھسٹتا ہوا کرنل فریدی کی طرف آ گرا۔
کرنل فریدی نے ایک ہاتھ سے اسے سیدھا کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک اور بھرپور وار اس کی دائیں طرف پسلیوں پر کیا کاؤنٹر مین کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی کرنل فریدی نے جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ دیا اور وہ فرش پر گر کر مرغ بسمل کی طرف تڑپنے لگا۔ ہوٹل کے ویٹروں نے بھاگ کر مین گیٹ بند کر دیا اور پھر وہ سب ایک دائرے کی صورت میں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے گرد اکٹھے ہونے لگے۔ اپنے ساتھی کی موت سے وہ خاصے برافروختہ معلوم ہو رہے تھے۔

"کھڑے ہو جاؤ اور بتاؤ کہ شائی لاک کہاں ہے"----- کرنل فریدی نے کڑکتے ہوئے لہجے میں کاؤنٹر مین سے کہا۔ دوسری طرف کیپٹن حمید ویٹروں کے عزائم بھانپ گیا اس لئے وہ کرنل فریدی کی پشت کی طرف آ گیا اور اب ان دونوں کی پشت ایک دوسرے کی طرف تھی۔ کاؤنٹر مین چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔ کرنل فریدی نے ایک لمحے کے لئے جھک کر اس کی نبض پکڑی اور پھر طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔ کاؤنٹر مین واقعی بے

ہوش ہو چکا تھا۔

"خبردار اگر تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اس کی ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری اسی پر ہو گی"---- کیپٹن حمید نے غصیلے لہجے میں قریب آتے ہوئے ویٹروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کرنل فریدی اس کی آواز سن کر تیزی سے پلٹا اور پھر ویٹروں کو حملے کا موشن بناتے دیکھ کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔

ایک طرف ہٹ جاؤ کیپٹن حمید یہ حملہ نہیں کریں گے مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں"---- کرنل فریدی نے بازو کے زور سے کیپٹن حمید کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے کہا اور ویٹر اسے اپنی طرف مڑتے دیکھ کر پہلے ہی رک گئے تھے ان کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں تیرنے لگی تھیں۔ کرنل فریدی کا نام ہی ان کے لئے ہوّا تھا جبکہ اب کرنل فریدی بذات خود ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"تمہارے ساتھی کو ہم نے نہیں مارا کاؤنٹر مین نے گولی ماری ہے اور میں تم لوگوں سے اس لئے انہیں الجھنا چاہتا کہ تم کوئی حیثیت نہیں رکھتے مجھے صرف شائی لاک کا پتہ چاہئے۔ بولو شائی لاک کہاں ہے"---- کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ماسٹر تہہ خانے میں ہے"---- ان میں سے ایک نے بے اختیار جواب دیا۔

"مجھے اس کے پاس لے چلو اور سنو دھوکا دینے کی کوشش کی تو

تمہاری نسلیں تمہارے حشر پر صدیوں روتی رہیں گی"---- کرنل فریدی نے کہا پھر اس سے پہلے کہ ویٹر کوئی جواب دیتا اچانک ہال کی ایک دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی اب وہاں دروازہ سا بن گیا اور وہاں شائی لاک کھڑا تھا وہ بڑی حیرت سے ہال کی سچوئیشن دیکھ رہا تھا۔ شائی لاک چھ فٹ قد کا دیو ہیکل نوجوان تھا اس کا سر گنجا تھا اور بڑی بڑی مونچھوں نے اسے خاصا رعب دار بنا دیا تھا۔ چہرے پر زخموں کے خاصے نشانات تھے۔ شائی لاک کی نظریں جیسے ہی کرنل فریدی پر پڑیں وہ بری طرح چونک پڑا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف آنے لگا۔

"کرنل صاحب آپ۔ یہ کیسا ہنگامہ ہے"---- شائی لاک نے فریدی کے قریب آکر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں کاؤنٹر مین سے تمہارا پتہ پوچھ رہا تھا"---- کرنل فریدی نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ"---- شائی لاک نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر وہ ویٹروں کی طرف گھوم گیا۔

"سب ٹھیک ٹھاک کر کے دروازے کھول دو"---- شائی لاک نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"آیئے کرنل صاحب نیچے چل کر بیٹھتے ہیں"---- اس نے اس بار کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید اس کے پیچھے چلتے ہوئے اسی دروازے میں داخل ہو گئے جہاں سے د

نمودار ہوا تھا۔ یہ ایک تنگ سی راہداری تھی جس کا اختتام ایک دروازے پر ہوتا تھا۔ شائی لاک دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پھر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے اندر آنے پر اس نے دروازہ بند کر دیا یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز کے گرد چار کرسیاں موجود تھیں۔ کمرے میں کمزور طاقت کا بلب ٹمٹما رہا تھا۔ کمرے کی دیواریں سیلن زدہ تھیں اور وہاں عجیب سی بدبو اٹھ رہی تھی۔

"تشریف رکھیئے کرنل صاحب"۔۔۔۔ شائی لاک نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں کے بیٹھنے کے بعد اس نے بھی ایک کرسی سنبھال لی۔

"فرمائیے"۔۔۔۔ اس بار شائی لاک کا لہجہ قدرے ناخوشگوار تھا۔

"شائی لاک آج کل تم کس کے لئے کام کر رہے ہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شائی لاک کبھی کسی کے لئے کام نہیں کرتا کرنل صاحب وہ اپنا شکار خود مارتا ہے اور خود ہی کھاتا ہے"۔۔۔۔ شائی لاک کے لہجے میں ناخوشگواری کا عنصر پہلے سے کچھ زیادہ ابھر آیا تھا۔

"سوچ لو ایسا نہ ہو کہ مجھے وہی سزا تمہیں دینی پڑے جو تمہارے کاؤنٹر مین کو ملی ہے اس نے بھی میرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات کی تھی"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔

"کرنل صاحب مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے اس بات کا تو بچے بچے کو علم ہے کہ شائی لاک کبھی کسی کے تحت کام نہیں کرتا اور

رہی سزا کی بات تو کرنل صاحب آپ میرے مہمان ہیں اسی بنا پر میں نے کاؤنٹر مین کی بے ہوشی اور ویٹر کی موت کو نظرانداز کر دیا تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مجھے مسلسل دھمکیاں دیتے رہیں"۔ شائی لاک کا لہجہ مزید کڑوا ہو گیا تھا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے ٹمٹماتے بلب کی زرد روشنی میں شائی لاک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ شائی لاک کرنل فریدی کی نظروں کی تاب زیادہ دیر نہ لا سکا اور اس نے آنکھیں جھکا لیں۔

"دیکھو شائی لاک میں ابھی ابھی ایک مہم سے واپس آ رہا ہوں یہ ایک بین الاقوامی مجرم کے خلاف مہم تھی وہاں لاشوں کے انبار لگ گئے تھے اور ان لاشوں کے درمیان مجھے تمہارے ایک آدمی کی لاش بھی دستیاب ہوئی ہے اس لئے مجھ سے اڑنے کی کوشش کرنا فضول ہے۔ میں ابھی تک سیدھی انگلیوں سے گھی نکالنے کی کوشش صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ تم نے ماضی میں ہمیشہ مجھ سے تعاون کیا ہے اور جواب میں، میں نے تمہاری چھوٹی موٹی سرگرمیوں کو نظرانداز کر دیا تھا مگر یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اسے کسی قیمت پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اس لئے بہتر یہی ہے کہ میری انگلیاں ٹیڑھی ہونے سے پہلے سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دو یہ کرنل فریدی کا وعدہ ہے کہ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی"۔ کرنل فریدی نے سرد لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کرنل صاحب میرا کسی بین الاقوامی مجرم

سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی میرا کوئی آدمی کسی کے لئے کام کر رہا ہے"۔۔۔۔۔ شائی لاک نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیا مگر اس کی آنکھوں میں الجھنوں کے ابھرے ہوئے ڈورے کرنل فریدی کی تیز نظروں سے چھپے نہ رہ سکے۔

"آپ خوامخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں کرنل۔ اسے میرے حوالے کر دیجئے پھر دیکھئے یہ ٹیپ ریکارڈ کی طرح سب کچھ بتا دے گا"۔ حمید جو اب تک خاموش بیٹھا تھا اچانک بول پڑا۔

"نہیں میں شائی لاک کو آخری موقع دینا چاہتا ہوں دیکھو شائی لاک میں آخری بار تمہیں کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ سچ ہے وہ بتا دو"۔ کرنل فریدی کے لہجے میں غراہٹ ابھر آئی تھی۔ شائی لاک کے دونوں ہاتھ میز کے کنارے پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے اس کے چہرے پر الجھن اور تذبذب کے آثار نمایاں تھے جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔

"ٹھیک ہے کرنل صاحب۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں"۔۔۔۔۔ شائی لاک نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانا نہیں پڑے گا"۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بھی اطمینان سے کرسی کی پشت پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"میں شلماک کے لئے کام کر رہا ہوں"۔۔۔۔۔ شائی لاک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ شلماک نے تم سے رابطہ کیسے قائم کیا اور اب تم شلماک سے رابطہ کیسے قائم کرتے ہو"۔ کرنل

فریدی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"رابطہ بتانے کی بجائے کیوں نہ میں آپ کو شلماک سے ملوا دوں آپ خود ہی اس سے بات کر لیں"۔۔۔۔۔ شائی لاک نے قدرے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے اس لہجے نے کرنل فریدی کو چونکا دیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا یا کرتا شائی لاک نے میز کے کنارے پر رکھا ہوا انگوٹھا پوری قوت سے دبا دیا اور پھر جیسے بجلی کوند جاتی ہے بس ایسا ہی محسوس ہوا۔ بٹن دبتے ہی وہ فرش جس پر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کی کرسیاں موجود تھیں یکدم نیچے چلا گیا اور وہ دونوں یوں غائب ہو گئے جیسے کسی نے جادو کے زور سے انہیں غائب کر دیا ہو پلک جھپکنے میں جگہ دوبارہ برابر ہو گئی اور کمرے میں شائی لاک اکیلا رہ گیا اس کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ طاری تھی۔

"ہونہہ۔ شائی لاک کو دھمکیاں دینے آئے تھے"۔۔۔۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر اٹھ کر وہ کونے کی طرف بڑھ گیا اس نے دیوار کی مخصوص جگہ پر ہاتھ پھیرا اور وہاں ایک الماری نمودار ہو گئی۔ شائی لاک نے الماری کے پٹ کھولے اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نما ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا ٹرانسمیٹر کا ایریل کھینچ کر اس نے لمبا کیا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر پر موجود سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا وہ خاموش بیٹھا بلب کو دیکھتا رہا چند لمحوں بعد بلب کا رنگ تبدیل ہو گیا اب اس میں سے سبز رنگ کی روشنی نکلنے لگی تھی۔

"ہیلو شائی لاک سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ اس نے بلب کا رنگ سبز ہوتے ہی کہا۔

"شلماک سپیکنگ۔ اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"باس۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید اس وقت میری قید میں ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ شائی لاک نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ واقعی یہ کیسے ہوا کیا وہ زندہ ہیں۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"جی ہاں ابھی تک وہ زندہ ہیں میں نے انہیں تہہ خانے میں قید کر دیا ہے وہ آپ کو ڈھونڈتے ہوئے میرے پاس آئے تھے۔ اوور"۔ شائی لاک نے جواب دیا۔

"تمہارا کلیو انہیں کیسے مل گیا۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر آپریشن میں کرنل فریدی نے میرا ایک آدمی پہچان لیا تھا۔ اوور"۔۔۔۔ شائی لاک نے جواب دیا۔

"ہونہہ۔ مگر یہ بتاؤ کہ کیا وہ تہہ خانہ محفوظ ہے۔ اوور"۔ شلماک نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"یس باس وہ تہہ خانہ میں نے خصوصی انداز میں بنوایا ہے اس لئے مجھے اطمینان ہے۔ اوور"۔۔۔۔ شائی لاک نے جواب دیا۔

"اوکے میں خود وہیں آ رہا ہوں۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے کہا۔

"یس باس میں انتظار کر رہا ہوں مگر انہیں یہاں سے زندہ واپس نہیں جانا چاہئے کیونکہ ان کا یہاں سے نکل جانا میرے لئے مکمل تباہی

ا باعث بن جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ شائی لاک نے خدشہ ظاہر کرتے وئے کہا۔

"بے فکر رہو۔ شلماک اپنے وفاداروں کا ہر لحاظ سے خیال رکھتا ہے۔ اوور"۔۔۔۔ شلماک نے جواب دیا۔

"اوکے باس۔ اوور"۔۔۔۔ شائی لاک نے مطمئن انداز میں کہا۔

"اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ شلماک کی آواز سنائی دی اور بلب کا رنگ دبارہ سرخ ہو گیا۔ شائی لاک نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر اس کا اریل سمیٹ کر اسے دوبارہ الماری میں رکھ کر دیوار کی مخصوص جگہ پر اتھ رکھ کر دبایا تو الماری غائب ہو گئی۔ یہاں سے مطمئن ہو کر شائی اک دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہال میں پہنچ گیا اس قت ہال گاہکوں سے بھرا ہوا تھا اس نے کاؤنٹر پر موجود نوجوان سے رگوشیانہ انداز میں کچھ کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ایک راہداری میں ڑھتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کاؤنٹر مین نے ایک بڑی بڑی ونچھوں والے ویٹر کو بلا کر اس سے سرگوشی کی اور وہ سر ہلاتا ہوا مین یٹ سے باہر نکل گیا۔

تہہ خانے سے نکلنے کے بعد عمران اور کیپٹن شکیل کو بڑی سڑک پر پہنچنے کے لئے تقریباً ڈیڑھ میل پیدل چلنا پڑا۔

"ہمارے کپڑوں کی حالت اس قدر تباہ ہو چکی ہے کہ شاید ہی کوئی ٹیکسی ہمیں اٹھانے کے لئے تیار ہو"—— کیپٹن شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر ٹیکسی ہمیں نہیں اٹھائے گی تو ہم ٹیکسی کو اٹھالیں گے کیا فرق پڑتا ہے"—— عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا اور پھر انہیں دور سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی۔ عمران ٹیکسی کو دیکھتے ہی آگے بڑھا اور پھر عین سڑک کے [illegible] جا کر کھڑا ہو گیا وہ ہاتھ اٹھا کر اسے روکنے کے لئے اشارہ کر رہا تھا۔ ٹیکسی ان کے قریب آ کر رک گئی ٹیکسی میں ایک خوبصورت لڑکی موجود تھی جس کے سنہرے رنگ کے کٹے ہوئے بال اس کے دونوں شانوں پر لہرا رہے تھے۔

"کیا بات ہے"—— ٹیکسی ڈرائیور نے کھڑکی سے باہر سر نکال کر
ت لہجے میں کہا۔
"ہمیں شہر جانا ہے پیارے بھائی"—— عمران نے ہینڈل پر ہاتھ
ھتے ہوئے کہا۔
"ٹیکسی انگیج ہے کسی خالی ٹیکسی کا انتظار کرو"—— ڈرائیور نے
ے زیادہ سخت لہجے میں کہا اور گاڑی آگے بڑھانے لگا۔
"چلو ابھی انگیجمنٹ یعنی منگنی ہی ہوئی ہے شادی تو نہیں ہوئی ہم
ازلی کنوارے ہیں ہمارا بھلا ہو جائے گا"—— عمران نے ہینڈل پر
ڈال کر دروازہ کھول دیا اور پھر اچھل کر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"میں کہتا ہوں نیچے اتر جاؤ"—— ٹیکسی ڈرائیور نے جھلائے
ے لہجے میں کہا۔
"آؤ بھائی تم بھی بیٹھ جاؤ یہ بڑا شریف ڈرائیور ہے کچھ نہیں کہے
—— عمران نے قریب کھڑے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا
بھی تک شش و پنج کے عالم میں کھڑا تھا۔
"تم لوگ کون ہو تمہیں معلوم نہیں کہ میں ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی
اترو نیچے ورنہ——" ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی لڑکی
اچانک اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا پستول نکالتے ہوئے کہا۔
"ارے باپ رے یہ محترمہ تو پستول والی ہے"—— عمران نے
کہا جیسے وہ سخت خوفزدہ ہو گیا ہو۔ دوسری طرف ڈرائیور نے جھک
ایک لوہے کی سلاخ اٹھا لی اس کا انداز بھی جارحانہ معلوم ہو رہا

تھا۔

"اترو بھئی اترو یہاں تو حالات بے حد خطرناک ہیں"۔۔۔۔۔ عمرا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا جیسے وہ سخت خوفزدہ ہو گیا ہو۔ اس نے دروا کھولا اور نیچے اتر آیا۔

"اچھا بھائی ڈرائیور ہاتھ تو ملا لو"۔۔۔۔۔ اس نے ہاتھ ڈرائیور طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈرائیور کچھ سمج اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور ڈرائیور یوں باہر گھ چلا آیا جیسے وہ اسی انتظار میں بیٹھا تھا ادھر کیپٹن شکیل نے بھی جھپٹ کر لڑکی کے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا۔

"تم غنڈے بدمعاش"۔۔۔۔۔ لڑکی بری طرح چیخنے لگی۔

"خبردار اگر آواز نکالی تو"۔۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اچانک سخت لہجے میں کہا اور لڑکی اس کی ایک گھرکی سے سہم کر رہ گئی۔ ڈرائیور کو باہر گھسیٹتے ہی عمران نے پھرتی سے اس کی کنپٹی پر ہلکا سا ہاتھ جما دیا اور ڈرائیور کے ہاتھ پیر سیدھے ہو گئے۔ عمران اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا سڑک کے دوسرے کنارے پر لے آیا اور اسے ایک گڑھے میں ڈال کر واپس ٹیکسی کی طرف آ گیا اب کیپٹن شکیل ڈرائیور کی سیٹ سنبھال چکا تھا۔ عمران نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے لڑکی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"چلو بھئی اب کیا کسی اور سواری کا انتظار ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے

گاڑی آگے بڑھا دی۔ یہ سب ڈرامہ پانچ منٹ کے اندر مکمل ہو گیا اور چونکہ یہ مضافاتی علاقہ تھا اس لئے یہاں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی یہی وجہ تھی کہ ابھی تک کوئی گاڑی وہاں نہیں آئی تھی۔

"ہاں تو محترمہ اب بتلائیں کہ آپ نے کہاں جانا ہے"۔ عمران نے یوں لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا جیسے وہ کسی بس کا کنڈکٹر ہو اور اس کی ٹکٹ کاٹنا چاہتا ہو۔

"مم۔ میں نے جمال کالونی جانا ہے"۔۔۔۔۔ لڑکی نے خوف زدہ انداز میں جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے اچھا خاصا کرایہ بن جائے گا"۔۔۔۔۔ عمران نے اطمینان بھرے انداز میں کہا اور پھر خاموشی سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ لڑکی بڑی حیرت بھری نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جس انداز سے انہوں نے ٹیکسی پر قبضہ کیا تھا اس سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ غنڈے اور بدمعاش ہیں مگر جس انداز سے وہ اس سے پیش آ رہے تھے وہ شریفانہ تھا اس لئے وہ ان کے بارے میں سخت الجھن میں پڑ گئی تھی۔

"ہمارے بارے میں مزید مت سوچو بے بی نہیں تو سر میں درد ہو جائے گا"۔۔۔۔۔ اچانک عمران نے مڑ کر لڑکی سے کہا۔

"مم۔ میں تو نہیں سوچ رہی"۔۔۔۔۔ اس اچانک مخاطب سے لڑکی بری طرح گھبرا گئی۔

"اچھا کر رہی ہو جو کام بھی کیا کرو سوچے سمجھے بغیر کیا کرو کیونکہ

سوچنے کا کام اللہ تعالیٰ نے صرف الوؤں کے سپرد کر رکھا ہے"۔ عمران نے فلسفہ جھاڑا اور خوفزدہ ہونے کے باوجود لڑکی کے لبوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔

"تم کون ہو"۔۔۔۔ چندل لمحوں کی خاموشی کے بعد لڑکی نے جرات کر کے ان سے پوچھا۔

"ہائیں ابھی تو کہہ رہی تھی کہ سوچ نہیں رہی ہوں پھر پوچھ کیوں رہی ہو"۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"مم۔ میں نے سوچے بغیر پوچھا ہے"۔۔۔۔ لڑکی کے منہ سے بے اختیار نکلا اور کیپٹن شکیل کے منہ سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ لڑکی جھینپ سی گئی۔

"بس تمہاری طرح انسان ہیں صرف فرق یہ ہے کہ جیب میں کرایہ کے پیسے نہیں تھے اور جانا شہر تھا پیدل چلنے سے اماں بی نے منع کر رکھا ہے کیونکہ میری ٹانگیں جلد تھک جاتی ہیں"۔۔۔۔ عمران کی زبان کا چرخہ چل پڑا تو بھلا آسانی سے کہاں رکتا تھا اس بار لڑکی بری طرح ہنسنے لگی اب اس کا خوف دور ہو چکا تھا۔

"مگر تمہارے یہ کپڑے کیوں پھٹ گئے ہیں اور سارے جسم پر دھول ہی دھول ہے کیا کہیں کشتی لڑ کر آ رہے ہو"۔۔۔۔ لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہم دونوں بڑے اطمینان سے چیونگم چباتے انگلش دھن میں سیٹی بجاتے چلے آ رہے تھے کہ راستے میں ایک دیو مل گیا"۔ عمران

نے دیدے نچاتے ہوئے کہا۔

"دیو"۔۔۔۔ لڑکی ایک بار پھر سہم گئی۔

"ہاں سچ مچ کا دیو"۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"پھر کیا ہوا"۔۔۔۔ لڑکی نے بھی جواب میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"نہ لڑکا ہوا نہ لڑکی حشر البتہ ضرور ہو گیا"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور لڑکی ایک بار پھر جھینپ گئی۔

"جمال کالونی آ گئی ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے اچانک ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سکس جمال کالونی چلنا ہے"۔۔۔۔ لڑکی نے چونک کر جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک بڑی سی کوٹھی کے گیٹ پر جا کر رک گئی۔

"چلیئے محترمہ آپ کی منزل تو آ گئی"۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹیکسی اندر لے چلیں آپ بیحد دلچسپ آدمی ہیں میں آپ کو چائے پلوائے بغیر نہیں جانے دوں گی"۔۔۔۔ لڑکی نے کہا۔

"ارے نہیں بابا اب سب لوگ تھوڑی مانیں گے کہ ہم دیو سے کشتی لڑ کر آ رہے ہیں چلو نیچے اترو"۔۔۔۔ عمران نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم میرے ساتھ چلو ورنہ میں نہیں اتروں گی۔ گھر میں صرف پاپا ہوتے ہیں وہ باہر گئے ہوں گے نوکروں کی کیا جرات کہ

میرے مہمانوں کے متعلق کچھ کہیں تم دونوں پاپا کے کپڑے بھی پہن لینا"۔۔۔۔ لڑکی ضد پر اڑ گئی۔

"اری محترمہ کیوں ضد کر رہی ہو چلو جاؤ ہم نے کرایہ بھی معاف کر دیا"۔۔۔۔ عمران نے جان چھڑاتے ہوئے کہا مگر لڑکی اپنی ضد پر اڑ گئی اس نے نیچے اترنے سے صاف انکار کر دیا۔

"چلو بھائی اب اور کیا کریں"۔۔۔۔ عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا کر ہارن بجا دیا۔ ہارن بجتے ہی پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان جس نے چوکیداروں کا لباس پہنا ہوا تھا باہر نکل آیا۔

"ظفر پھاٹک کھولو"۔۔۔۔ لڑکی نے کھڑکی سے سر نکال کر نوجوان سے کہا اور نوجوان پھرتی سے کھڑکی کے اندر غائب ہو گیا چند لمحوں بعد پھاٹک کھلتا چلا گیا کیپٹن شکیل ٹیکسی اندر لے گیا اور اس نے پورچ میں جا کر اسے روک دیا لڑکی نیچے اتر آئی۔ عمران اور کیپٹن شکیل بھی نیچے اتر آئے برآمدے میں موجود دو دیگر اشخاص جو ملازم ہی دکھائی دے رہے تھے۔ ان دونوں کے حلیئے دیکھ کر حیرت سے بت بنے کھڑے رہ گئے اور وہ دونوں لڑکی کی راہنمائی میں برآمدے سے ہوتے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ لڑکی نے ایک الماری کی طرف اشارہ کیا جس میں بے شمار سوٹ ٹنگے ہوئے تھے

"ان میں سے کوئی سوٹ منتخب کر لو۔ ساتھ ہی غسل خانہ ہے میں اتنے میں چائے بنوا لوں"۔۔۔۔ لڑکی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ

وہ کچھ کہتے وہ تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"چلو بھئی اب مفت میں سوٹ مل رہے ہیں تو کیا برائی ہے۔ چلو ایک سوٹ نکالو اور غسل خانے میں پہنچ جاؤ"۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیپٹن شکیل بھلا عمران کی موجودگی میں کیا کہتا خاموشی سے ایک سوٹ اٹھا کر غسل خانے میں گھس گیا۔ عمران نے اپنے لئے سوٹ منتخب کرنے کے لئے جیسے ہی ہاتھ سے سوٹ ہٹائے وہ چونک پڑا اس نے الماری کی پچھلی دیوار میں ایک مخصوص قسم کا بٹن دیکھ لیا۔ عمران نے ایک نظر ادھر ادھر ڈالی اور پھر بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی الماری کی پشتی دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی اور اب وہاں ایک راستہ موجود تھا۔ عمران نے سوٹوں کو اور زیادہ ہٹایا اور پھر وہ اس راستے سے اندر داخل ہو گیا دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور جیسے ہی عمران اندر داخل ہوا اس کی آنکھیں حقیقت میں حیرت سے پھٹ گئیں۔ کمرہ بڑے بڑے صندوقوں سے بھرا ہوا تھا اور عمران ان صندوقوں کو ایک نظر دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ پیٹیاں غیر ملکی اسلحے سے بھری ہوئی ہیں۔ اس نے ایک پیٹی کھول کر دیکھی تو اس میں جدید قسم کے بم موجود تھے۔ اس نے پیٹی دوبارہ بند کی اور پھر وہ پھرتی سے واپس باہر آ گیا۔ لڑکی ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ عمران نے بٹن دبا کر دروازہ بند کر دیا اور پھر الماری سے ایک سوٹ نکال کر الماری کا دروازہ بند کر دیا۔ اسی لمحے کیپٹن شکیل غسل خانے سے باہر نکل آیا وہ ڈاگ کا میک اپ بھی ختم کر چکا تھا اس لئے اب اس کی اصل شکل نظر

آ رہی تھی۔ اس کے باہر آتے ہی عمران غسل خانے میں گھس گیا اور جب وہ باہر آیا تو وہ بھی اپنی اصل شکل میں تھا۔ شلماک کا میک اپ غسل خانے کے گٹر میں بہہ چکا تھا اب وہ دونوں سوٹ پہنے بڑے اطمینان سے صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد لڑکی اندر داخل ہوئی اور کمرے میں اجنبیوں کو بیٹھے دیکھ کر ٹھٹک گئی اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب تھیں ظاہر ہے وہ انہیں دوسرے حلیوں میں چھوڑ گئی تھی اور اب وہ دونوں دوسرے حلیوں میں نظر آ رہے تھے۔

"ارے حیران کیوں ہو رہی ہو ہم نے کوئی سوٹ چوری تو نہیں کیے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مم مگر تمہارے حلیئے"۔۔۔۔ لڑکی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں اصل میں دیو نے ہمیں مار مار کر ہمارا حلیہ بگاڑ دیا تھا اب ذرا ہم نے ٹھونک پیٹ کر انہیں درست کر لیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور لڑکی ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"آؤ ڈرائنگ روم میں چلیں"۔۔۔۔ لڑکی نے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو لئے ڈرائنگ روم میں آ گئی جہاں میز پر چائے اور دیگر لوازمات موجود تھے۔

"میرا خیال ہے تعارف ہو جانا چاہئے"۔۔۔۔ لڑکی نے چائے بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہو جائے دیکھا جائے گا"۔۔۔۔ عمران نے ایک کیک پیس اٹھا کر منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرا نام شہناز رحمانی ہے میرے والد رحمان علی امپورٹ ایکسپورٹ کرتے ہیں"۔۔۔۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

"کیا امپورٹ ایکسپورٹ کرتے ہیں کہیں اسلحہ کی امپورٹ ایکسپورٹ تو نہیں کرتے"۔۔۔۔ عمران نے بے ساختہ کہا۔

"اسلحہ نہیں تو۔ وہ صابن اور کاسمیٹکس کا کاروبار کرتے ہیں"۔ لڑکی نے حیرت سے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں نے تو تمہارے پاس غیر ملکی پستول دیکھ کر پوچھا تھا"۔۔۔۔ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"ارے وہ تو ڈیڈی نے مجھے تحفہ کے طور پر دیا تھا"۔۔۔۔ لڑکی نے جواب دیا اور پھر چائے کی پیالیاں ان دونوں کے سامنے رکھنے لگی۔

"اب تم اپنا تعارف کرا دو"۔۔۔۔ شہناز نے کہا۔

"میرا نام کامران چنگیزی ہے میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا اور لاڈلا لڑکا ہوں وہ کماتے ہیں میں کھاتا ہوں اور بس عیش کرتا ہوں یا دیوؤں سے لڑائیاں کرتا ہوں اور یہ ہیں بخیل شیرازی میرے دوست"۔ عمران نے اپنا اور کیپٹن شکیل کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بخیل"۔۔۔۔ لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بخیل ان کا تخلص ہے وجہ تخلص یہ کہ شعر کہنے میں بھی بخل سے کام لیتا ہے۔ ویسے نام ہابیل قابیل کے وزن پر ہے جو شاید اب اسے

بھی یاد نہ ہو"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ بولتے بھی بہت کم ہیں"۔۔۔۔ لڑکی نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بخیل جو ہوئے"۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا اور لڑکی کا بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ کیپٹن شکیل کے سپاٹ چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہ ہوا وہ بڑے اطمینان سے چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔

"آپ دونوں بیحد دلچسپ ہیں بیحد دلچسپ۔ میں جب اپنی سہیلیوں کو آپ کی باتیں بتاؤں گی تو وہ ہنستے ہنستے پاگل ہو جائیں گی"۔ شہناز نے کہا۔

"ارے ارے خدا کے لئے ایسا نہ کرنا مجھے پاگل لڑکیوں سے بڑا خوف آتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے خوفزدہ ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا اور شہناز ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"آپ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں"۔۔۔۔ شہناز نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"آوارہ گردوں کا کیا ٹھکانہ بس جہاں جگہ ملے رہ پڑتے ہیں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"کامران صاحب چلیں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے پہلی بار زبان کھولی۔

"ہاں چلو وہ ٹیکسی والا تو اب تک پولیس میں رپورٹ بھی کر چکا ہو گا ایسا نہ ہو کہ کہیں راستے میں ہی دھر لئے جائیں"۔۔۔۔ عمران نے

اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ کبھی کبھی ملتے رہا کریں"۔۔۔۔ شہناز نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"دوسری ملاقات جلد ہی ہو گی۔ تمہارے ڈیڈی کے سوٹ بھی پہنچ جائیں گے زیادہ فکر نہ کرنا نہیں تو صحت خراب ہو جائے گی"۔ عمران نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بوڑھی عورت گھر چھوڑتے ہوئے گھر والوں کو ہدایت دے رہی ہو۔

"ارے کوئی بات نہیں ڈیڈی کو سوٹوں کی کیا پرواہ"۔۔۔۔ شہناز نے کہا اور پھر وہ سب ڈرائنگ روم سے نکل کر پورچ میں آ گئے۔

عمران اور کیپٹن شکیل نے شہناز سے ہاتھ ملایا اور چند لمحوں بعد ان کی ٹیکسی سڑک پر آ گئی۔

"کیپٹن شکیل رحمان علی کی نگرانی ضروری ہے اور تم نے یہ کام کرنا ہے"۔۔۔۔ عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شہناز کے ڈیڈی کی۔ وہ کیوں"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے لڑکی پسند آ گئی ہے میں نے سوچا ہے شادی کر ہی لوں مگر رحمان علی میرے ڈیڈی کے ہم نام ہیں اس لئے ڈر لگتا ہے کہیں انہی کی طرح سخت مزاج نہ ہوں اس لئے نگرانی ضروری ہے"۔ عمران نے جواب دیا اور کیپٹن۔ شکیل طویل سانس لے کر رہ گیا کیونکہ ظاہر تھا کہ عمران کچھ بتانا نہیں چاہتا اور عمران کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ

اگلوانا ناممکنات میں شامل تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شہر کی ایک پر رونق سڑک پر پہنچ گئے۔

”بس یہیں کہیں ٹیکسی پارک کر دو ایسا نہ ہو کہ واقعی کوئی پولیس والا پہنچ ہی جائے“ ---- عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے ایک طرف ٹیکسی روک دی وہ دونوں نیچے اترے اور سڑک پار کر کے ایک طرف بڑھ گئے۔

رنل فریدی اور کیپٹن حمید کو بس یہی محسوس ہوا کہ ان کے جسم کو
، جھٹکا سا لگا ہے اور پھر وہ نیچے ہی نیچے اترتے چلے گئے جب ان
قدموں میں موجود فرش رک گیا تو وہ تیزی سے اٹھ کھڑے
ئے۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں نہ ہی کوئی دروازہ تھا اور نہ
کھڑکی اوپر چھت بھی برابر ہو چکی تھی۔

”ہونہہ۔ تو شائی لاک نے یہ حرکت کر کے اپنی موت کے پروانے
تخط کر ہی دیئے“ ---- کرنل فریدی نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے
ا۔

”میں کرسیوں کو فرش میں فٹ دیکھ کر چونکا تو تھا مگر مجھے اس بات
نور بھی نہیں تھا کہ شائی لاک یہ حرکت کرے گا“ ---- کیپٹن
نے جواب دیا۔

”بہرحال کچھ بھی ہے ٹھیک ہی ہے شلماک کے خلاف ایک کلیو تو

مل گیا"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ میں پہنی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن زور سے دبایا گھڑی کے درمیان میں سبز رنگ کا ایک نقطہ چمکنے لگا۔

"ہارڈ اسٹون سپیکنگ۔ اوور"---- کرنل فریدی نے گھڑی کے ساتھ منہ لگاتے ہوئے کہا۔

"نمبر الیون سپیکنگ دس اینڈ۔ اوور"---- دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"نمبر الیون۔ ہوٹل شائی لاک کو گھیرے میں لے لو۔ شائی لاک کی سخت نگرانی کرو میں اور کیپٹن حمید اس وقت ایک تہہ خانے میں قید ہیں مگر بغیر میرے کاشن کے کوئی مداخلت نہ کی جائے صرف نگرانی کرو جو شخص شائی لاک سے ملے اس کی بھی نگرانی ضروری ہے۔ اوور"---- کرنل فریدی نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"او کے سر میں زیرو فورس کو احکامات جاری کر دیتا ہوں۔ اوور"۔ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"---- کرنل فریدی نے جواب دیا اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد اچانک کمرے کی دیواروں سے دودھیا رنگ کی گیس نکل کر کمرے میں پھیلنی شروع ہو گئی چونکہ کمرے میں اندھیرا تھا اس لئے انہیں گیس کی موجودگی کا احساس کافی دیر بعد ہوا۔ اس وقت تک گیس خاصی مقدار میں پھیل چکی تھی اس لئے وہ بے بس ہو گئے اور چند لمحوں بعد ہی وہ دونوں بے ہوش ہو کر

نیچے فرش پر گر گئے۔ اس کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک بڑے سے کمرے میں پایا وہ کرسیوں سے بندھے ہوئے تھے بندش اتنی سخت تھی کہ وہ حرکت کرنے سے بھی معذور تھے ان کے سامنے شائی لاک اور ایک لحیم شحیم آدمی کھڑا تھا اور ان کی پشت پر ایک ویٹر ہاتھ میں مشین گن اٹھائے موجود تھا۔

"شائی لاک تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا"---- کرنل فریدی نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"ضرور بھگتوں گا بشرطیکہ تم زندہ رہے"---- شائی لاک نے زہریلے لہجے میں جواب دیا۔

"میری طرف دیکھو کرنل فریدی میرا نام شلماک ہے شلماک۔ تم اس وقت ایک حقیر چوہے کی طرح میرے سامنے بے بس پڑے ہوئے ہو اور چند لمحوں بعد میں اپنی آنکھوں سے تمہاری موت کا تماشہ دیکھوں گا"---- لحیم شحیم آدمی نے غراتے ہوئے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم شلماک ہو"---- کرنل فریدی کہ لہجے میں استعجاب تھا۔

"ہاں میرا نام شلماک ہے۔ وہ شلماک جس سے دنیا بھر کے مجرم اور انٹیلی جنس کے افراد کانپتے ہیں"---- شلماک نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"میں کیسے تسلیم کر لوں کہ تم شلماک ہو جبکہ پہلے بھی ایک شلماک سے میرا واسطہ پڑ چکا ہے"---- کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں

جواب دیا۔

"وہ میرا ہی آدمی تھا ڈمی شلماک تم جیسے غلط فہمی کا شکار جاسوسوں کو ٹریپ کرنے کے لئے میں ہمیشہ ایک ڈمی آگے رکھتا ہوں"۔ شلماک نے جواب دیا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم ڈمی نہیں ہو"---- کرنل فریدی نے جرح شروع کر دی۔

"ثبوت ابھی گولیوں کی صورت میں تمہیں مل جائے گا"۔ شلماک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے کرنل فریدی اتنا تر نوالہ نہیں کہ یوں آسانی سے حلق سے اتر جائے"---- کرنل فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"باس وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں انہیں فوراً گولی مار دینی چاہیئے"---- شائی لاک نے جو کرنل فریدی کے اطمینان سے قدرے پریشان نظر آ رہا تھا شلماک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"گھبراؤ مت ان کے دن گنے جا چکے ہیں۔ میں نے اس کی بڑی شہرت سنی تھی اس لئے میں اسے ایسی موت مارنا چاہتا ہوں جو اس کے شایان شان ہو"---- شلماک نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

اب ظاہر ہے شائی لاک کیا کر سکتا تھا خاموش ہو رہا۔

"جب تم مجھے مارنے کا فیصلہ کر چکے ہو تو کم سے کم اتنا تو بتا دو کہ اس ملک میں تمہارا مشن کیا ہے"---- کرنل فریدی نے ایسے لہجے

میں کہا جیسے اس نے آنے والی موت کو ذہنی طور پر قبول کر لیا ہو۔

"ہاں اب بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے میں تمہاری حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کراؤں گا اس کے لئے تمام انتظامات مکمل ہیں بغاوت کے بعد یہاں میری مرضی کا حکمران ہو گا"---- شلماک نے جواب دیا۔

"تم کس ملک کے لئے کام کر رہے ہو"---- کرنل فریدی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نام تو نہیں بتاؤں گا البتہ اتنا سن لو کہ اس ملک کا آئندہ حکمران مارٹن ہو گا۔ ڈیموکریٹک پارٹی کا سربراہ"---- شلماک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ میں سمجھ گیا بہرحال میری یہ بات پلے سے باندھ لو کہ یہاں تمہارا مشن ناکام ہو جائے گا اس ملک کے عوام ایسے لیڈروں کے سخت خلاف ہیں جو وطن کے سالمیت کے خلاف ارادے رکھتے ہوں"۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"اس بات کی فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا تمام مخالف سیاسی پارٹیوں سے بات چیت مکمل ہو چکی ہے عوام میں مذہب کی بنیاد پر حکومت کے خلاف تحریک شروع کی جائے گی اور میرے آدمی ملک میں فسادات کی آگ پھیلا دیں گے"---- شلماک نے اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں اس ملک کے بارے میں شدید غلط فہمی ہے تم کبھی اپنے

مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے پہلے سے زیادہ مطمئن لہجے میں کہا۔

"باس یہ زیادہ سے زیادہ وقت ضائع کرنے کی کوشش کر رہا ہے دوسرا اس کا اطمینان بتا رہا ہے کہ اسے کسی کا انتظار ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ ان دونوں کو جتنی جلد ممکن ہو گولی مار دی جائے"۔ شائی لاک جو اب تک بے چین مگر خاموش کھڑا تھا آخر بول پڑا۔

"تم مطمئن رہو شائی لاک میری تمام عمر ایسے جاسوسوں سے نپٹتے گزری ہے یہ اپنے آپ کو بڑے جاسوس کہلانے والے جان بوجھ کر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں تاکہ مخالف ان کے اطمینان سے گھبرا جائے۔ دوسری بات یہ کہ کرنل فریدی اس لئے بھی مطمئن ہے کہ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ ابھی تک ہوٹل شائی لاک میں ہے۔ اس کے ہاتھ میں ٹرانسمیٹر واچ بھی موجود ہے اس لئے ظاہر ہے اس نے اپنے آدمیوں کو بلوا لیا ہو گا اور اب اپنے آدمیوں کے انتظار میں ہو گا مگر اسے معلوم نہیں کہ اس وقت وہ ہوٹل میں نہیں بلکہ میرے ہیڈ کوارٹر میں ہے جہاں اس کا آدمی سانس بھی نہیں لے سکتا"۔۔۔۔ شلماک نے فخریہ لہجے میں شائی لاک کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس جیسے آپ کی مرضی میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ یہ دونوں انتہائی خطرناک ہیں کسی بھی وقت یہ کوئی بھی حرکت کر سکتے ہیں"۔۔۔۔ شائی لاک نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"میرے اطمینان کی یہ وجہ نہیں شلماک جو تم بتا رہے ہو شائی

سچا ہے اسے میرے متعلق تم سے زیادہ معلومات ہیں باقی رہے تم
تم یہ مت سمجھنا کہ کرنل فریدی بے بس ہو چکا ہے کرنل فریدی کو
بس کرنے والا ابھی اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا"۔۔۔۔ کرنل
یدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو گفتگو ختم اور ابھی معلوم ہو جاتا
کہ شلماک عظیم ہے یا حقیر اور بے بس کرنل فریدی"۔ شلماک
کہا اور پھر وہ کرنل فریدی کے سامنے سے ایک طرف ہٹ گیا شائی
بھی ہٹتا چلا گیا۔ اب مشین گن بردار کرنل فریدی اور کیپٹن حمید
سامنے تھا۔ اس نے مشین گن کاندھے سے لگا رکھی تھی اور اس
نال کا رخ ظاہر ہے انہی کی طرف ہونا تھا۔

"گولیاں مار دو انہیں اور اس وقت تک مشین گن چلاتے رہو
تک میگزین ختم نہ ہو جائے"۔۔۔۔ شلماک نے مسلح شخص سے
ب ہو کر سرد لہجے میں کہا۔ مسلح شخص کی آنکھوں میں یکلخت چمک
ہوئی اس کے چہرے پر کھچاؤ سا پیدا ہوا اور ٹریگر پر انگلی کی گرفت
ہو گئی۔ کیپٹن حمید جو اب تک خاموش بیٹھا تھا اضطراری طور پر
چین ہو گیا موت اسے سامنے نظر آنے لگی۔ کرنل فریدی نے
ئے باتیں کرنے کے اور کچھ نہیں کیا تھا ان دونوں کے جسم بدستور
ں سے بندھے ہوئے تھے اور پھر ابھی وہ اس بارے میں سوچ
تھا کہ اچانک مشین گن نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے اور کمرہ
کی آواز سے گونج اٹھا۔

عمران کے بطور شلماک ہیڈ کوارٹر کے اندر جانے پر صفدر اور
باہر ہی رہ گئے ان کے ذمے اس کوٹھی کی نگرانی تھی اور وہ دونوں
وقت کوٹھی سے تھوڑی دور ایک درخت کی گھنی شاخوں میں
ہوئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ پانچ چھ کا
مختلف اطراف میں آ کر رکیں اور پھر ان میں سے مسلح نقاب پوش
کر کوٹھی کو گھیرے میں لینے لگے ان کی رہنمائی ایک لحیم شحیم شخص
رہا تھا صفدر اسے دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ کرنل فریدی ہے۔

"کرنل فریدی زیرو فورس کے ساتھ آن پہنچا ہے"۔۔۔۔۔ ،
نے تنویر کو بتایا۔

"ہاں میں بھی پہچان گیا ہوں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے"۔۔۔۔۔
نے جواب دیا۔

"انتظار"۔۔۔۔۔ صفدر نے مختصر سا جواب دیا اور وہ دونوں خا

بیٹھے رہے کرنل فریدی اور اس کے ساتھی کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے اور پھر وہاں فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں دونوں اطراف سے بھرپور مقابلہ جاری تھا کافی دیر تک فائرنگ کی آوازیں آتی رہیں پھر خاموشی چھا گئی چونکہ یہ کوٹھی مضافات میں تھی اور اس کے ارد گرد خاصی دور تک اور کوئی کوٹھی نہیں تھی اس لئے فائرنگ کی آوازوں نے کوٹھی کے باہر کوئی ہنگامہ پیدا نہ کیا فائرنگ کے بعد کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر اچانک ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور اس کے بعد تو پے در پے دھماکے ہوتے چلے گئے۔ کوٹھی یوں ٹوٹ پھوٹ گئی جیسے اس پر کسی نے فضا سے بم مار دیا ہو ہر طرف دھول ہی دھول اڑنے لگی وہ دونوں کوٹھی کا یہ حشر دیکھ کر بوکھلا گئے خاص طور پر صفدر کو عمران کا بڑا فکر تھا مگر وہ کیا کر سکتا تھا اس لئے خاموش بیٹھا رہا۔ جب دھماکوں کا سلسلہ ختم ہوا تو انہوں نے چند افراد کو زخمی حالت میں کوٹھی سے باہر بھاگتے دیکھا مگر ان میں عمران نہیں تھا اس لئے وہ خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد دور سے پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دینے لگے دھماکے کی آواز یقیناً دور دور تک سنی گئی تھی اس لئے ظاہر ہے کسی نے پولیس کو فون کر دیا ہو گا پولیس سائرنوں کی آوازیں سنتے ہی وہ دونوں چونک پڑے۔

"نیچے اترو تنویر اگر پولیس یہاں پہنچ گئی تو اس نے تمام ایریا گھیر لینا ہے اور ہم پھنس جائیں گے"۔۔۔۔۔ صفدر نے تنویر سے کہا اور وہ دونوں پھرتی سے نیچے اترے اور پھر کوٹھی سے کافی دور تک درختوں کی

آڑ میں بھاگتے چلے گئے جب انہوں نے محسوس کیا کہ اب وہ کافی دور آ چکے ہیں تو وہ وہیں رک گئے یہ ایک چھوٹی سی کوٹھی تھی اور وہ دونوں اس کی آڑ میں دبکے ہوئے تھے ابھی انہیں وہاں دبکے ہوے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ پولیس کی گاڑیاں پہنچ گئیں اور انہوں نے کوٹھی کو گھیر لیا اب دھماکوں سے اٹھنے والی گرد بھی بیٹھ گئی تھی اور کوٹھی کے اندر لوگ چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ پولیس پہنچنے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد تباہ شدہ کوٹھی سے کرنل فریدی ایک آدمی کے ساتھ نکل کر اسی طرف آتا دکھائی دیا جدھر یہ دونوں چھپے ہوئے تھے۔ وہ دونوں اور بھی زیادہ آڑ میں ہو گئے۔ کرنل فریدی اور اس کا ساتھی کیپٹن حمید جسے قریب آنے پر وہ پہچان گئے تھے اسی کوٹھی کے اندر داخل ہو گئے جس کی آڑ میں وہ دونوں دبکے ہوئے تھے۔

"یہ عمران آخر کہاں رہ گیا"۔۔۔۔ صفدر نے ان دونوں کے کوٹھی میں داخل ہوتے ہی بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"خدا کرے اسی کوٹھی میں دب گیا ہو۔ اس سے جان تو چھوٹ جائے گی"۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

"تنویر تمہیں ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ عمران ہمارے ملک کا ایک ایسا قیمتی سرمایہ ہے جس کا نعم البدل مہیا نہیں ہو سکتا"۔۔۔۔ صفدر نے سخت لہجے میں کہا اور تنویر بڑبڑا کر رہ گیا۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد اسی کوٹھی کا پھاٹک دوبارہ کھلا اور ایک کار اس میں سے نکلتی ہوئی نظر آئی۔ کرنل فریدی سٹیرنگ پر بیٹھا تھا جبکہ حمید اس کے قریب

موجود تھا۔ ان دنوں نے لباس بدل لیا تھا۔

"تم یہیں ٹھہرو میں کرنل فریدی کے پیچھے جاتا ہوں"۔ صفدر نے اچانک ایک فیصلہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ کوٹھی کی دیوار کی آڑ لیتا ہوا تقریباً بھاگنے لگا۔ اس کی کار جو اس نے یہیں آکر کرایہ پر حاصل کی تھی چند کوٹھیاں دور موجود تھی۔ جلد ہی وہ کار تک پہنچ گیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار فراٹے بھرتی ہوئی شہر کی طرف دوڑنے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ شہر کو ایک ہی سڑک جاتی ہے اس لئے کرنل فریدی ادھر ہی گیا ہو گا اور وہی ہوا تھوڑی دیر بعد اسے کرنل فریدی کی کار نظر آگئی۔ اس نے کافی فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ذہن میں ایک خلش تھی کہ عمران جو مجرم کے روپ میں تھا کوٹھی سے باہر کیوں نہیں آیا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ کرنل فریدی اسے پہچان نہ سکے کیونکہ کرنل فریدی کی صلاحیتوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اسے میک اپ کے باوجود دھوکہ دینا تقریباً ناممکن تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ کرنل فریدی عمران کو اندر چھوڑ کر خود نکل آیا تھا۔ اسی خلش کو ذہن میں رکھ کر وہ اس وقت کرنل فریدی کا تعاقب کر رہا تھا۔ شہر پہنچنے کے بعد جیسے ہی کرنل فریدی کی کار ایک ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مڑی۔ صفدر کار آگے لے جاتا گیا۔ وہ چونکہ کئی بار اس شہر میں آچکا تھا اس لئے وہ یہاں کے ہوٹلوں کی لوکیشن سے اچھی طرح باخبر تھا۔ چنانچہ اس نے ہوٹل کی پشت سے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور ایک چوک سے گھوم کر وہ ایک اور سڑک پر آگیا اور پھر ایک گلی میں

گھس کر اس نے کافی آگے جا کر کار روک دی۔ یہاں سے ہوٹل کی بلڈنگ کی پشت صاف نظر آ رہی تھی اور اس طرف بھی ایک دروازہ تھا جو شاید کچن میں کھلتا تھا۔ صفدر اس دروازے سے اندر داخل ہو کر دائیں طرف گھوما اور پھر ایک چھوٹی سی راہداری میں پہنچ گیا جو سیدھی ہال میں جا نکلتی تھی۔ ابھی وہ راہداری کے درمیان میں تھا کہ اس نے ہال میں گولی چلنے اور افراتفری پھیلنے کی آوازیں سنیں۔ صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے سرے پر جھانک کر دیکھا تو اس نے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو ویٹروں کے گھیرے میں دیکھا۔ اس وقت تک ہال کے دروازے بند کئے جا چکے تھے۔ صفدر تیزی سے واپس مڑا اور پھر عین اسی لمحے قریب کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ویٹر اس میں سے نکلتا ہوا صفدر سے ٹکرا گیا صفدر جھٹکا کھا کر دیوار سے لگ گیا مگر فوری طور پر اس کے ذہن نے ایک فیصلہ کر لیا اور اس نے حیرت زدہ ویٹر کو تقریباً دھکا دے کر واپس اسی کمرے میں پھینک دیا جس میں سے وہ باہر نکلا تھا اور خود بھی اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ ویٹر ابھی سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ صفدر نے بھرپور انداز میں لات اس کی کنپٹی پر ماری اور ویٹر معمولی سی آواز نکال کر دوبارہ فرش بوس ہو گیا۔ چند لمحوں تک ہاتھ پیر مارنے کے بعد وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ صفدر جو دروازہ پہلے ہی بند کر چکا تھا تیزی سے جھکا اور پھر اس نے ویٹر کا لباس اتار لیا۔ اپنے لباس کے اوپر اس نے ویٹر کا کوٹ پہنا اور اس کی پینٹ چڑھانے کے بعد اس نے جیب سے ایک

چپٹا سا ڈبہ نکالا اور تیزی سے اپنے چہرے پر مختلف کریمیں ملنی شروع کر دیں۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اس ویٹر کا حلیہ مکمل طور پر بدل چکا تھا۔ اس نے بیہوش پڑے ویٹر کو گھسیٹا اور اسے ایک بڑے سے صندوق کے پیچھے ڈال دیا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ ویٹر کم سے کم چار گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آئے گا۔ اس تمام کارروائی میں اسے زیادہ سے زیادہ دس منٹ لگے ہوں گے۔ چنانچہ وردی ٹھیک کرتے ہوئے اب وہ اطمینان سے دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پھر ہال میں پہنچ گیا مگر یہاں پہنچ کر اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید غائب تھے۔ دوسرے ویٹر مردہ ویٹر کی لاش کو اٹھائے سیڑھیاں چڑھتے جا رہے تھے۔ ہال میں پھیلے ہوئے خون کو صاف کیا جا رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ہال میں داخل ہوا ایک ویٹر بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"سوبرم۔ تم کہاں رہ گئے تھے۔ کرنل فریدی نے مائیکل کو مار ڈالا ہے اور جوزف زخمی ہے۔ باس کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو لے کر تہہ خانے میں گیا ہے"۔۔۔۔ آنے والے ویٹر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ میں تو باتھ روم گیا تھا۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا"۔ صفدر نے کھانستے ہوئے کہا۔

"تمہاری آواز کو کیا ہوا۔ کچھ بھاری معلوم ہو رہی ہے"۔ ویٹر نے چونک کر کہا۔

"ابھی ابھی چھینکیں آئی ہیں اور نزلہ ہو گیا ہے"۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔ ظاہر ہے اس کے علاوہ وہ اور کہہ بھی کیا سکتا تھا۔

"بہرحال تم تیار رہو۔ سٹور سے مشین گن لے لو شاید باس کو تمہاری ضرورت پڑ جائے"۔۔۔۔ ویٹر نے اسے ہدایت کی اور آگے بڑھ گیا۔ صفدر ایک اور راہداری میں گھوم گیا۔ اسے ایک کمرے کے دروازے کے سامنے سٹور کی تختی لگی ہوئی دور سے نظر آ گئی تھی مگر ابھی وہ دروازے کے پاس بھی نہیں پہنچا تھا کہ اسے پیچھے سے آواز سنائی دی۔

"سوبرز تمہیں باس بلا رہا ہے اپنے کمرے میں۔ میرے ساتھ آؤ"۔۔۔۔ ویٹر نے کہا اور صفدر اس کے پیچھے چلتا ہوا راہداری کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ ویٹر نے دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر موجود ایک چھوٹا سا بٹن دبایا تو راہداری کے سامنے کے رخ اسے بند کرنے والی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر ایک اور راہداری تھی جس کے آخری سرے پر ایک کمرے کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ ویٹر نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ"۔۔۔۔ اندر سے آواز آئی اور ویٹر صفدر کو لئے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک کرسی پر شائی لاک بیٹھا ہوا تھا۔

"سوبرز آ گیا ہے باس"۔۔۔۔ ویٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا اور صفدر نے بھی جھک کر سلام کر دیا۔

"سوبرز۔ تم میرے پاس رہو۔ ابھی ایک غیر ملکی نے آنا ہے اور ہم

نے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کا خاتمہ کرنا ہے۔ میں نے تمہارا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ تم کرنل فریدی سے اپنے بھائی کا بدلہ لے لو"۔۔۔۔ شائی لاک نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شکریہ باس"۔۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"وینٹل۔ تم جا کر باہر ٹھہرو۔ جیسے ہی وہ غیر ملکی آئے اسے میرے پاس لے آنا میں اس کا انتظار کر رہا ہوں"۔۔۔ شائی لاک نے ویٹر سے کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔۔ ویٹر نے کہا اور پھر سلام کر کے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سوبرز۔ اس الماری میں مشین گن پڑی ہے وہ اٹھالو اور اس کا میگزین چیک کر لو"۔۔۔۔ شائی لاک نے ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ صفدر خاموشی سے اس الماری کی طرف مڑ گیا۔ اس نے الماری سے مشین گن اٹھالی۔ اس میں میگزین موجود تھا۔ الماری بند کر کے وہ جیسے ہی مڑا دروازہ کھلا اور ایک لحیم شحیم غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

"کہاں ہیں وہ دونوں"۔۔۔۔ اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ شائی لاک اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ تہہ خانے میں ہیں باس"۔۔۔۔ شائی لاک نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ کون ہے"۔۔۔۔ آنے والے نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا۔

"یہ میرا خاص آدمی ہے باس۔ کرنل فریدی نے اس کے بھائی کو ایک بار گولی مار دی تھی تب سے یہ کرنل فریدی سے انتقام لینے کے لئے بے چین ہے"۔۔۔۔ شائی لاک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اس کا انتقام ضرور پورا ہو گا"۔۔۔۔ آنے والے نے جواب دیا۔

"ایسا کرو کہ تہہ خانے میں بیہوش کر دینے والی گیس پمپ کر کے انہیں بیہوش کر دو۔ پھر میں ان کے سامنے آؤں گا"۔۔۔۔ آنے والے نے جو شلماک تھا تحکمانہ لہجے میں شائی لاک سے کہا۔

"بہتر باس۔ آپ تشریف رکھیں میں ابھی انتظام کرا دیتا ہوں"۔ شائی لاک نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ شلماک شائی لاک کے جانے کے بعد آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم یہاں ویٹر ہو"۔۔۔۔ شلماک نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیس باس"۔۔۔۔ صفدر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ شلماک نے ہنکارا بھرا اور پھر خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد شائی لاک اندر داخل ہوا۔

"آیئے باس۔ وہ دونوں بیہوش ہو چکے ہیں"۔۔۔۔ شائی لاک نے کہا۔

"چلو"۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور پھر ان کے پیچھے صفدر بھی مشین گن سنبھالے چل پڑا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ

سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں آ گئے۔ یہاں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید فرش پر بیہوش پڑے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی شلماک نے ایک نظر ان پر ڈالی اور پھر جھک کر اس نے کرنل فریدی کا بازو پکڑ لیا۔ اس کی نظریں اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔

"شائی لاک"۔۔۔۔ اس نے شائی لاک سے مخاطب ہو کر کہا۔ ہم یہاں خطرے میں ہیں۔ انہیں یہاں سے ہیڈکوارٹر لے چلو۔ کوئی سرنگ وغیرہ ہے۔

"لیس باس۔ تہہ خانے سے سرنگ جاتی ہے جو یہاں سے ملحقہ ایک کوٹھی میں نکلتی ہے۔ وہ کوٹھی بھی میرے قبضہ میں ہے"۔ شائی لاک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ایک کو تم اٹھاؤ اور ایک کو تمہارا ویٹر اور جلدی سے سرنگ کے راستے کوٹھی پہنچنے کی کرو"۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور پھر شائی لاک نے جھک کر بیہوش کرنل فریدی کو کاندھے پر اٹھا لیا۔ صفدر نے کیپٹن حمید کو اٹھایا اور وہ سرنگ میں چلتے ہوئے ایک اور کمرے میں آ گئے۔ یہاں ایک کار موجود تھی۔ شلماک کے کہنے پر انہوں نے ان دونوں کو کار میں ڈالا اور پھر صفدر سمیت وہ دونوں کار میں سوار ہو گئے۔ سٹیرنگ پر شائی لاک بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ شلماک تھا۔ صفدر پچھلی نشست پر تھا۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار ایک مضافاتی کالونی کی طرف بڑھ گئی۔ یہ پامیری کالونی تھی۔ کالونی کے آخر میں ایک براؤن رنگ کی بڑی سی کوٹھی کے گیٹ پر کار رکی۔ شائی

لاک نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو کوٹھی کی ذیلی کھڑکی سے ایک مسلح شخص باہر نکل آیا۔ شلماک نے مٹھی بند کر کے صرف انگوٹھا کھلا رکھا اور ہاتھ دربان کے سامنے کر دیا۔ دربان تیزی سے واپس مڑا اور پھر چند لمحوں بعد پھاٹک کھلتا چلا گیا۔ شائی لاک کار اندر لے گیا۔ جیسے ہی کار پورچ میں رکی ارد گرد سے تقریباً چار آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ شلماک نے باہر نکل کر اسی انداز میں بند مٹھی ان کے سامنے کی تو وہ مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹ گئے۔

"ان دونوں کو اٹھا کر روم نمبر بارہ میں لے چلو"۔۔۔۔ شلماک نے دو آدمیوں سے مخاطب ہو کر کار میں موجود کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں میں وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ شلماک کے کہنے پر ان دونوں کو کرسیوں پر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ بندشوں کی مضبوطی کی تسلی شلماک نے خود کی۔ صفدر مشین گن اٹھائے کمرے کے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک لاوا سا ابل رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ شلماک کے ہیڈ کوارٹر میں خاصی تعداد میں افراد موجود ہیں۔ اگر اس نے کوئی غلط حرکت کی تو اس کا یہاں سے زندہ بچ کر جانا ناممکن ہو گا جبکہ دوسری طرف شلماک کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے خاتمے کا تہیہ کر چکا تھا۔ ان دونوں کو بچانا بھی ضروری تھا۔ شلماک کے متعلق اُسے عمران سے سب کچھ معلوم ہو گیا

تھا اسے قدرت نے اتفاق سے اب یہ موقع اسے دے دیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ایک بین الاقوامی مجرم کا خاتمہ کر سکے مگر سچویشن ایسی ہو رہی تھی کہ گومگو کے عالم میں تھا۔ بہرحال ابھی فیصلے کا وقت دور تھا اس لئے وہ خاموش کھڑا تھا۔ پھر اس کے سامنے شائی لاک نے کوئی دوا رومال پر لگا کر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے ناک سے باری باری لگایا اور ان دونوں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر کرنل فریدی اور شلماک کے درمیان تیز و تند لہجے میں گفتگو شروع ہو گئی۔ اس دوران کرنل فریدی کی نظریں ایک دوبار صفدر کے چہرے پر جمی رہیں اور صفدر نے آنکھ کا گوشہ مخصوص انداز میں دبا کر کرنل فریدی کو اشارہ کیا اس کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کرنل فریدی کے لہجے میں لاپرواہی اور اطمینان کا عنصر کچھ زیادہ ہی شامل ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیصلے کی گھڑی آ گئی اور شلماک نے اسے سوبرز سمجھتے ہوئے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کے قتل کا حکم دے دیا اور وہ دونوں ان کے سامنے سے ایک طرف ہٹ گئے۔ صفدر نے مشین گن سیدھی کی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر جم گئی اور اس نے کرنل فریدی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کرنل فریدی کے انداز میں اطمینان بدستور موجود تھا اور پھر صفدر نے مشین گن کی نال ایک جھٹکے سے شلماک کی طرف موڑ دی اور پوری قوت سے ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے اور شلماک جو کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کی موت کا منظر دیکھنا چاہتا تھا گولیوں سے چھلنی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر اس سے پہلے کہ

شائی لاک صورت حال کو سمجھتا صفدر نے مشین گن کی نالی موڑی اور اس بار گولیوں کی بوچھاڑ شائی لاک کو چاٹ گئی۔ صفدر نے صرف ان کے چہروں اور سروں کو نشانہ بنایا تھا ان کا باقی جسم محفوظ تھا۔

"بس۔ ختم کرو فائرنگ"۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی سے یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا جیسے اسے باندھنے کی بجائے باندھے جانے کا صرف مظاہرہ کیا گیا ہو۔ رسیاں اس کے پیروں میں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ کیپٹن حمید یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے اس کی یادداشت گم ہو گئی ہو۔ اس کے ذہن کے کسی بعید ترین گوشے میں بھی یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ شلماک کے ساتھ آنے والا مسلح ویٹر ان کا ساتھی ہو گا۔ اب اسے کرنل فریدی کے اطمینان کا جواز معلوم ہو گیا تھا۔ کرنل فریدی نے کرسی سے اٹھتے ہی بڑی پھرتی سے کیپٹن حمید کی بندشیں کھول دیں اور پھر اسے اٹھتا پا کر پھرتی سے دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا۔ اس نے کوٹ کی اندرونی خفیہ جیب سے چپٹا سا بکس نکالا اور پھر انتہائی تیزی سے اس نے حمید کے منہ پر مختلف سیال ملنے شروع کر دیئے۔ اس کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے۔ چند ہی لمحوں بعد اب وہاں کیپٹن حمید کی بجائے کرسی پر شائی لاک بیٹھا ہوا تھا۔ شائی لاک کا جسم چونکہ کیپٹن حمید سے ملتا تھا اس لئے کرنل فریدی نے اسے شائی لاک کا روپ دے دیا۔

"شائی لاک کا لباس اتار کر خود پہن لو اور اپنا اسے پہنا دو۔ جلدی

کرو"۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے سخت لہجے میں کیپٹن حمید سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے خود اپنے چہرے کو بھی رنگنا شروع کر دیا۔ بکس کے اندر لگے ہوئے چھوٹے سے شیشے کی مدد سے بہت جلد اس نے اپنا میک اپ مکمل کر لیا۔ دوسری طرف صفدر نے کام کو جلدی نمٹانے کی غرض سے شلماک کا لباس اتارنا شروع کر دیا جب تک کرنل فریدی میک اپ سے فارغ ہوا وہ شلماک کا لباس اتار چکا تھا۔ کرنل فریدی نے اپنا لباس اتارا اور صفدر کی طرف پھینک دیا اور خود شلماک کا لباس پہن لیا اس نے اپنے لباس کی تمام جیبوں اور خفیہ جیبوں سے تمام سامان نکال لیا تھا۔

"تم عمران کے ساتھی ہو ناں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے اب پہلی بار صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں میرا نام صفدر ہے"۔۔۔۔۔ صفدر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"خوب باقی باتیں بعد میں کریں گے تم اب ان کے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کر دو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا اور صفدر نے ایک بار پھر مشین گن سنبھال لی اور اس بار مردہ جسموں پر گولیوں کی بارش ہونے لگی ان دونوں کے جسم ابھی تک چونکہ گرم تھے اس لئے جسموں پر گولیوں کے سوراخوں سے بھی تھوڑا بہت خون باہر رس آیا تھا۔ کرنل فریدی نے ہاتھ کے اشارے سے صفدر کو روکا اور پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور باہر نکل آیا کیپٹن حمید اور صفدر بھی اس کے پیچھے ہی باہر آ گئے باہر چار مسلح افراد مودبانہ انداز میں موجود تھے۔

"ان دونوں کی لاشیں اٹھا کر یہاں سے دور کسی چوک میں پھینک آؤ"---- کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں انہیں حکم دیتے ہوئے کہا ظاہر ہے آواز شلماک کی ہی تھی اور اس کا حکم سنتے ہی وہ چاروں بڑی تیزی سے کمرے میں گھستے چلے گئے اسی لمحے ایک اور مسلح آدمی نے ایک کمرے کے دروازے سے جھانکا۔

"ادھر آؤ"---- کرنل فریدی نے تحکمانہ لہجے میں اسے مخاطب ہو کر کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"آپریشن روم میں جا کر دیکھو میز پر کوئی فائل تو نہیں رکھی ہوئی"۔ کرنل فریدی نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر سر"---- اس آدمی نے جواب دیا اور وہ ایک اور دروازے کی طرف بڑھ گیا اسی لمحے وہ چاروں شلماک اور شائی لاک کی لاشیں اٹھائے باہر نکلے جس کار میں لاد کر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید آئے تھے لاشیں کار میں ڈالنے کے بعد دو آدمی کار میں سوار ہوئے اور کار تیزی سے مڑ کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ کار کوٹھی سے باہر جانے کے بعد کرنل فریدی نے اطمینان کا طویل سانس لیا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے جسم کے کسی نشان کی وجہ سے شلماک کے ساتھی اسے پہچان نہ لیں اسی لمحے آپریشن روم میں جانے والا واپس آگیا۔

"باس میز کی سطح خالی ہے"---- اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"کیسے خالی ہے میں نے خود اس پر فائل رکھی تھی"---- کرنل

فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس میں نے"---- آنے والے نے کچھ کہنا چاہا۔

"چلو میرے ساتھ"---- کرنل فریدی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور وہ تیزی سے مڑ گیا اب وہ آگے آگے اور کرنل فریدی، حمید اور صفدر اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ کرنل فریدی نے آپریشن روم تک پہنچنے کے لئے یہ سب ڈرامہ کھیلا تھا وہ شلماک کے کاغذات پر کسی چھیڑ چھاڑ سے پہلے قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد آگے جانے والا ایک دروازے پر رک گیا اس نے دروازے کے اوپر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو دبایا بٹن دبتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

"باس آپ خود دیکھ لیں"---- مسلح آدمی نے مودبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا کرنل فریدی خاموشی سے اندر داخل ہو گیا یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک لوہے کی الماری موجود تھی درمیان میں ایک میز اور اس کے گرد تین چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں میز کے کنارے پر مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے اندر دراز میں ہو گی"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"تمام آدمیوں کو بڑے کمرے میں جمع کرو مجھے ایک خصوصی حکم دینا ہے سب کے جمع ہونے کے بعد مجھے اطلاع دو یہیں خود آ کر"۔ کرنل فریدی کا لہجہ سخت ہونے کے ساتھ تحکمانہ تھا اور وہ آدمی منہ

سے کوئی لفظ نکالے بغیر واپس مڑ گیا۔ کرنل فریدی نے حمید اور صفدر کو اندر آنے کا اشارہ کیا اور ان کے اندر آنے پر اس نے دروازہ بند کر دیا دروازہ بند ہوتے ہی کرنل فریدی نے میز کی درازیں کھولیں مگر درازوں میں اس کو مطلب کی کوئی چیز نہ ملی۔ یہاں سے فارغ ہو کر وہ الماری کی طرف متوجہ ہوا مگر الماری میں صرف اسلحہ بھرا ہوا تھا اس نے الماری بند کی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی آدمی اندر داخل ہوا۔

"سب ممبر کرش روم میں جمع ہیں"---- اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا چلو"---- کرنل فریدی نے کہا اور پھر وہ آدمی انہیں لئے ہوئے ایک اور دروازے کے سامنے پہنچا دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ سب اندر داخل ہوئے انہیں حیرت کا شدید جھٹکا لگا کمرے میں موجود بیس کے قریب مسلح افراد نے اچانک اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنوں کا رخ ان کی طرف کر کے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"خبردار اگر حرکت کی"---- ان میں سے ایک نے تحکمانہ لہجے میں ان تینوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے"---- کرنل فریدی نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر تم باس نہیں ہو ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ میں گولی چلا دوں

گا"---- اس آدمی نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ نانسنس"---- کرنل فریدی نے آخری کوشش کی مگر اس آدمی کی انگلی کو ٹریگر پر رینگتے دیکھ کر آخر اس نے ہاتھ اٹھائے اس کی پیروی میں صفدر اور حمید کو بھی ایسا کرنا پڑا۔ صفدر کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لی گئی اور پھر بڑے محتاط انداز میں ان تینوں کی تلاشی لے کر ان کے جیبوں سے ریوالور نکال لئے گئے۔

"ایمونیا لا کر ان کے چہرے دھوؤ ابھی اصلیت کا پتہ چل جائے گا"---- اسی آدمی نے اپنے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ بیس مشین گنوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے وہ تینوں اس وقت بے بس ہو کر رہ گئے تھے اور ایمونیا سے میک اپ دھلنے کے بعد انہیں اپنا حشر صاف نظر آ رہا تھا۔

عمران اور کیپٹن شکیل ٹیکسی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ تھوڑی دور جانے کے بعد عمران کو ایک پبلک بوتھ نظر آیا اس نے جیبوں میں ہاتھ ڈالے جیب میں سکے موجود نہیں تھے۔ سکوں کی تلاش میں اس نے کوٹ کی تمام جیبیں دیکھ ڈالیں اور پھر کوٹ کی ایک خفیہ بغلی جیب میں اس کی انگلیوں نے ایک چھوٹے سے کارڈ کو محسوس کر لیا۔ اس نے وہ کارڈ باہر نکال لیا یہ سفید رنگ کا چھوٹا سا کارڈ تھا اس پر سرخ رنگ کا کراس بنا ہوا تھا اور کارڈ کے ایک کونے میں چار پانچ مختلف قسم کے نمبر موجود تھے کارڈ کی پشت پر بارہ کا ہندسہ چھپا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کارڈ کو دیکھتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"کارڈ ہے۔ رحمان علی کی جیب میں سے نکلا ہے وہ شاید اسے کوٹ سے نکالنا بھول گیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کسی کیفے میں چل کر بیٹھتے ہیں یہاں سڑک پر کھڑے رہنا کچھ اچھا نہیں لگتا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں چلو"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر تھوڑی دور انہیں ایک کیفے نظر آ گیا کارڈ ابھی تک عمران کے ہاتھوں میں تھا اور اس کا ذہن اس کارڈ پر موجود سرخ رنگ کے کراس اور اس کے نمبروں میں الجھا ہوا تھا۔ کیفے میں داخل ہو کر وہ ایک خالی میز پر بیٹھ گئے کیپٹن شکیل نے ویٹر کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

"میں ٹیلی فون کر لوں"۔۔۔۔ عمران نے اچانک چونک کر کہا اور پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ کارڈ پر موجود نمبر اس کے ذہن میں تھے وہی نمبر گھمانے کے بعد اس نے رسیور کانوں سے لگا لیا پہلے تو دوسری طرف گھنٹی بجتی رہی پھر رسیور اٹھانے کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک کرخت مردانہ آواز سنائی دی۔

"نمبر بارہ جناب"۔۔۔۔ عمران نے دبے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہے"۔۔۔۔ اس بار دوسری طرف سے لہجہ نرم پڑ گیا تھا۔

"مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے جناب"۔۔۔۔ عمران نے مبہم سے لفظ کہے کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا بات کرنی ہے کیا نہیں۔

"کس قسم کا خطرہ وضاحت کرو"---- دوسری طرف سے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"آج میری کوٹھی کے گرد دو تین مشکوک آدمی منڈلاتے رہے ہیں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میری کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں"۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں سے فون کر رہے ہو"---- چند لمحوں بعد کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کیفے گرین سے جناب۔ میری بھی نگرانی ہو رہی ہے ابھی ابھی ان میں سے ایک شخص کیفے گرین میں داخل ہوا ہے"---- عمران نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"گھبراؤ مت تم وہیں رہو میں اپنے آدمی بھیج رہا ہوں تو اس آدمی کی طرف اشارہ کر دینا وہ اسے میرے پاس لے آئیں گے باقی معلومات میں خود ان سے حاصل کر لوں گا"---- دوسری طرف سے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا گیا۔

"بہتر جناب"---- عمران نے اس بار لہجے کو مطمئن بناتے ہوئے کہا۔

"تمہارا نام"---- دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"رحمان علی جناب"---- عمران نے جواب دیا۔

"او کے ہمارے آدمی سیاہ سوٹوں میں ملبوس ہوں گے۔ ان سب کے کالروں پر گلاب کا پھول لگا ہو گا تمہاری نشانی اس وقت کیا ہے

تاکہ وہ تمہارا اشارہ سمجھ لیں"---- دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں نے سرخ رنگ کی ٹائی پہن رکھی ہے جس پر زرد رنگ کے پھول ہیں"---- عمران نے مڑ کر کیپٹن شکیل کی ٹائی دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری نگرانی کرنے والے کا لباس کیسا ہے"---- دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس نے سلیٹی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا ہے نیلے رنگ کی ٹائی ہے نوجوان ہے"---- عمران نے اپنا حلیہ بتاتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ تم وہیں رکو میرے آدمی پانچ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے"---- دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"او کے سر"---- عمران نے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے رسیور رکھا اور ایک چھوٹا نوٹ کاؤنٹر پر ڈال کر وہ تیزی سے اپنی میز کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے بیٹھا کافی پی رہا تھا۔

"شکیل ابھی مجرموں کے آدمی آئیں گے تم اٹھ کر کاؤنٹر پر چلے جاؤ وہ سیاہ سوٹوں میں ملبوس ہوں گے ان کے کالروں پر گلاب کے پھول لگے ہوئے ہوں گے جیسے ہی وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں تم انہیں میری طرف اشارہ کر دینا وہ مجھے ساتھ لے جانے کے لئے آ رہے ہیں میرے جانے کے بعد تم نے میری نگرانی کرنی ہے"---- عمران نے مختصر لفظوں میں اسے بتایا ساتھ ہی اس نے کافی کی پیالی حلق میں انڈیل

لی تھی۔

"مگر یہ اچانک کیا مسئلہ بن گیا"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے حیرت سے پوچھا اور عمران نے اس کی تسلی کے لئے کارڈ پر موجود نمبروں اور خود رحمان علی بن کر جو کچھ اس نے کہا اور سنا سب بتلا دیا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے سرہلایا اور پھر وہ اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اسی لمحے ویٹر نے آکر برتن سمیٹ لئے عمران نے اسے بل کی ادائیگی کر دی اور پھر میز پر پڑا ہوا اخبار اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا مگر اس کی توجہ داخلی دروازے کی طرف تھی۔ کیپٹن شکیل ابھی کاؤنٹر پر پہنچا ہی تھا کہ ہال میں تین افراد سیاہ سوٹوں میں ملبوس داخل ہوئے ان کے کالروں پر گلاب کے پھول لگے ہوئے تھے وہ تینوں چہرے مہرے اور حرکات سے جرائم پیشہ لگ رہے تھے دروازے میں داخل ہو کر انہوں نے ایک نظر ہال پر ڈالی اور پھر ان کی نظریں کاؤنٹر پر کھڑے کیپٹن شکیل پر جم گئیں۔ عمران نے اپنے آپ کو اخبار میں گم کر لیا کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ سے عمران کی طرف اشارہ کیا اور پھر سر کھجانے لگا جیسے اسے اچانک کوئی بات یاد آگئی ہو ان تینوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی اور وہ اس میز کی طرف بڑھنے لگے جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا ان کا ایک ایک ہاتھ جیبوں میں تھا جن میں ریوالور کی موجودگی صاف نظر آ رہی تھی۔ عمران کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے پھر ان میں سے ایک نے جھک کر بڑے دوستانہ انداز میں عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

عمران نے چونک کر انہیں دیکھا جیسے وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

"تمہاری جیبوں میں ریوالور ہیں اور ان کا رخ تمہاری طرف ہے خاموشی سے اٹھ کر ہمارے ساتھ باہر چلے آؤ ورنہ۔۔۔۔" جھکنے والے نے سخت لہجے میں کہا۔

"مم۔ مگر"۔۔۔۔ عمران نے اچانک خوفزدہ ہونے کی بڑی شاندار اداکاری کی۔

"اگر مگر باہر جا کر کرنا سمجھے چلو اٹھو"۔۔۔۔ جھکے ہوئے شخص کا لہجہ مزید سخت ہو گیا اور عمران ایک طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظر کیپٹن شکیل پر پڑی جواب میں کیپٹن شکیل مسکرا دیا۔ عمران نے زور سے سر جھٹکا اور پھر بڑی شرافت سے ان تینوں کے درمیان میں چلتا ہوا ہال سے باہر آ گیا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں تو کافی پینے"۔۔۔۔ عمران نے وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی۔

"یہی غلط فہمی تمہاری جان لے سکتی ہے اس لئے خاموشی سے چلے آؤ یہاں ہر طرف ہمارے آدمی ہیں اگر کوئی غلط حرکت کی تو نتائج کی ذمہ داری تم پر ہو گی"۔۔۔۔ اسی آدمی نے سخت لہجے میں جواب دیا اور پھر وہ عمران کو لئے قریب کھڑی سرخ رنگ کی کار کی طرف بڑھ گئے۔ ان میں سے ایک پچھلی سیٹ پر چلا گیا عمران کو درمیان میں بٹھا کر دوسرا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تیسرے نے سٹیرنگ سنبھال لیا۔ اب

ان دونوں نے جیب سے ریوالور نکال کر عمران کے پہلوؤں میں لگا دیئے تھے۔

"مگر تم مجھے کہاں لے جاؤ گے"---- عمران نے اس بار ایسے لہجے میں پوچھا جیسے وہ اپنے آپ کو سنبھال لینے میں کامیاب ہو گیا ہو۔

"جہنم میں"---- قریب بیٹھے ہوئے شخص نے بڑے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں واقعی تمہاری شکلیں دیکھ کر مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ تم جہنم کے نمائندے ہو"---- عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے"۔ قریب بیٹھے ہوئے شخص نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"یعنی تھوڑی سی زبان چلا سکتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں ہے"---- عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"میں کہتا ہوں خاموش رہو"---- اس نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

"کمال ہے ادھر خاموش رہنے کے لئے کہتے ہو ادھر تھوڑی سی زبان چلا لینے کی بھی اجازت دیتے ہو اب بتلاؤ میں کیا کروں"۔ عمران کی زبان بھلا کہاں رکتی تھی۔

"جاٹو تم خاموش رہو اس کی کسی بات کا جواب نہ دو"---- کار چلانے والے نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جاٹو واہ واہ کیسا پیارا نام ہے یہ تمہارا تخلص ہے یا اصل نام ہے"---- عمران نے چہکتے ہوئے کہا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا البتہ جاٹو کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"اگر تمہارا نام جاٹو ہے تو تمہارے دوسرے ساتھی کا نام کھاٹو اور کار چلانے والے کا نام چاٹو ہو گا کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں"---- عمران خود ہی بولتا گیا۔

"میں کہتا ہوں زبان بند رکھو ورنہ یہیں گلا دبا دوں گا"---- جاٹو سے نہ رہا گیا تو اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"گلا دبانے سے زبان تو باہر نکل آئے گی اور جب زبان باہر آ جائے تو پھر"---- عمران نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ جاٹو نے اچانک دوسرے ہاتھ کا مکہ عمران کی کنپٹی پر جڑ دیا اور عمران نے اب اسی میں عافیت سمجھی کہ وہ آنکھیں بند کر کے لڑھک جائے اس لئے اس نے بے ہوش ہو جانے کی اداکاری شروع کر دی۔

"ہونہہ۔ ایک ہی مکہ میں زبان بند ہو گئی کان کھا گیا تھا"۔ جاٹو نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہے زیادہ سخت جان ثابت نہیں ہو گا جلد ہی سب کچھ اگل دے گا"---- کار چلانے والے نے کہا۔

"مگر کیا اس کا تعلق کرنل فریدی سے ہے"---- تیسرے ساتھی نے پوچھا۔

"معلوم نہیں یہ نمبر بارہ کی نگرانی کر رہا تھا کہ اس نے باس کو مطلع

کر دیا"۔۔۔۔ کار چلانے والے نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کو ایک طرف موڑ کر مخصوص انداز میں ہارن دیا اور پھر کار آگے بڑھائے لے گیا۔ جلد ہی کار رک گئی اور وہ باہر نکل آئے ان میں سے ایک نے عمران کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر لاد لیا۔ عمران نے نیم باز آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لیا یہ ایک چھوٹی سی کوٹھی تھی اور اس وقت وہ اس کے پورچ میں موجود تھے پورچ سے وہ برآمدے میں آئے اور پھر دو تین کمروں سے ہوتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے انہوں نے اسے ایک صوفے پر اس طرح پھینک دیا جیسے کسی بوری کو اٹھا کر پھینکا جاتا ہے۔

"ہونہہ۔ تو یہ ہے وہ آدمی جو نمبر بارہ کی نگرانی کر رہا تھا کیا اسے وہیں کیفے میں بے ہوش کیا گیا ہے"۔۔۔۔ ایک آواز سنائی دی اور عمران نے آواز پہچان لی یہ وہی آدمی تھا جس سے اس نے فون پر گفتگو کی تھی۔

"نہیں باس یہ راستے میں بہت بکواس کر رہا تھا اس لئے تنگ آ کر میں نے ایک مکہ جڑ دیا"۔۔۔۔ جاٹو کی آواز سنائی دی۔

"ہونہہ۔ اسے ہوش میں لے آؤ"۔۔۔۔ باس نے کہا اور پھر جاٹو عمران کے قریب آیا اس نے اسے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ عمران نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اچھل کر صوفے پر بیٹھ گیا جاٹو پیچھے ہٹ گیا باقی دو نے ریوالوروں کے رخ اس کی طرف کر دیئے۔

"اس کی تلاشی لو"۔۔۔۔ باس نے جو سامنے ایک میز کے پیچھے بیٹھا تھا کہا اور پھر دو نے اسے بازوؤں سے پکڑ لیا اور جاٹو نے اس کی جیبیں دیکھیں مگر اس کی جیبوں میں ریوالور نہیں تھا۔

"کچھ نہیں ہے"۔۔۔۔ جاٹو نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔۔ اس بار باس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نام میں کیا رکھا ہے شیکسپیئر نے کہا ہے کہ اگر گلاب کا نام گلاب نہ ہوتا تو کیا اس کی خوشبو ختم ہو جاتی"۔۔۔۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

"یہ بہت باتونی ہے جناب اسی لئے میں نے اسے خاموش کر دیا تھا"۔۔۔۔ جاٹو نے کہا۔

"ہونہہ"۔۔۔۔ باس نے کہا وہ سڈول جسم کا مالک تھا۔

"دیکھو مسٹر میرے سامنے مسخری کرنے کی ضرورت نہیں جو کچھ میں پوچھوں صاف صاف بتا دو ورنہ میں زبان کھلوانے کے اور طریقے بھی جانتا ہوں"۔۔۔۔ باس نے سرد لہجے میں کہا۔

"کمال ہے راستے میں تمہارے ساتھیوں کا اصرار تھا کہ میں خاموش رہوں اب تم مجھے زبان کھولنے کے لئے کہہ رہے ہو پھر رہ گئی صاف صاف کی بات۔ تو میرے پاس صابن نہیں ہے جو بات کو دھو کر صاف کر کے تمہارے سامنے پیش کروں"۔۔۔۔ عمران کی باتوں کا چرخا چل پڑا۔

"تم کرنل فریدی کے آدمی ہو"---- باس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوسرا سوال کیا۔

"نہیں میں تو خدا کا بندہ ہوں کرنل فریدی کیا شیطان کا دوسرا نام ہے"---- عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا اور باس کے ساتھیوں کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ رینگ گئی۔

"جاٹو"---- باس نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"---- جاٹو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کی زبان سے حقیقت اگلواؤ"---- باس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوکے باس"---- جاٹو نے کہا اور پھر وہ دو قدم بڑھ کر عمران کی طرف آیا عمران اضطراری طور پر کھڑا ہو گیا جاٹو نے قریب آ کر ریوالور جیب میں ڈال لیا اور پھر دوسری جیب سے ایک تیز دھار چاقو نکال کر اسے کھولنے لگا۔

"تت۔ تت۔ تم کیا کرنا چاہتے ہو"---- عمران نے یوں کہا جیسے وہ چاقو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہو۔

"تمہاری ایک آنکھ نکالوں گا اور اگر پھر بھی تم نے باس کے سوالوں کے جواب نہ دیئے تو دوسری آنکھ نکال لوں گا پھر تمہارے کان کاٹوں گا پھر ناک کی باری آئے گی"---- جاٹو نے چاقو کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

"نن۔ نہیں میں سب کچھ بتا دوں گا میری آنکھ مت نکالو نہیں تو بری منگیتر مجھے کانا سمجھ کر منگنی توڑ دے گی"---- عمران نے بڑے معصومیت بھرے لہجے میں کہا اور جاٹو مسکرا دیا۔

"اپنا نام بتاؤ"---- باس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میرا نام صفدر زماں ہے"---- عمران نے جواب دیا۔

"تم رحمان علی کا تعاقب کیوں کر رہے تھے"---- باس نے پوچھا۔

"اپنے باس کے کہنے پر"---- عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

"تمہارا باس کون ہے"---- باس نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"شلماک"---- عمران نے اس بار بھی مختصر سا جواب دیا۔

"شلماک"---- باس نے چونک کر کہا اور باس کے ساتھ ساتھ باقی لوگ بھی بری طرح چونک پڑے وہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارا باس شلماک ہے"---- باس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

"اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا اس نے رحمان علی کی کوٹھی اور اس کی نگرانی کے لئے ہمیں معقول معاوضہ دیا تھا"---- عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"تم کتنے آدمی ہو"---- باس نے پوچھا۔

"میں اکیلا ہوں دوسرے لوگوں کا تعارف شلماک نے ہی کرایا تھا اس نے کہا تھا کہ اس نے مختلف لوگوں کو اکٹھا کیا ہے پھر اس نے ہمیں ہمارے نمبر بتائے تھے میرا نمبر سکس ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"شلماک نے تم سے رابطہ کیسے کیا تھا"۔۔۔۔ باس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا۔

"میں ہوٹل مڈوے میں تھا کہ وہاں اس کا ٹیلی فون آیا تھا وہ میری پوری ہسٹری جانتا تھا میں قتل کے الزام میں سزا یافتہ ہوں"۔ عمران نے جواب دیا۔

"خوب۔ کیا تمہیں معاوضہ پیشگی ملا تھا"۔۔۔۔ باس نے پوچھا۔

"ہاں بغیر پیشگی معاوضہ لئے بھلا میں کام کیسے کرتا مجھے معاوضہ ہوٹل کے باہر پارکنگ میں موجود ایک سرخ رنگ کی کار میں پڑا ہوا ملا تھا اس کے متعلق شلماک نے بتایا تھا"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"شلماک کا لہجہ کیسا تھا کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص نشانی ہے"۔۔۔۔ باس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

"کرخت سی بھاری آواز تھی ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی رسیور پر رومال رکھ کر بول رہا ہو"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے جاٹو"۔۔۔۔ باس نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد جاٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں باس یہ سچ کہہ رہا ہے اس کے چہرے اور آنکھوں کی کیفیت

بتا رہی ہے کہ یہ سچ بول رہا ہے"۔۔۔۔ جاٹو نے جواب دیا۔

"اوکے۔ پھر تو یہ اپنا آدمی ہوا ہو سکتا ہے کہ چیف باس کو رحمان علی پر کوئی شک پڑ گیا ہو اس شک کو رور کرنے کے لئے اس نے غیر متعلق افراد کو معاوضہ دے کر نگرانی پر تعینات کیا ہو"۔۔۔۔ باس نے کہا۔

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے باس"۔۔۔۔ جاٹو نے جواب دیا۔

"تم نے اپنی رپورٹ شلماک کو کیسے دینی تھی"۔۔۔۔ باس نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"شلماک نے کہا تھا کہ وہ خود ہوٹل مڈوے میں ٹیلی فون کر کے رپورٹ لے لے گا"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"ہمارا بھی شلماک سے تعلق ہے مگر ہمارا مشن دوسرا ہے"۔ باس نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جاٹو اسے واپس کیفے میں چھوڑ آؤ"۔۔۔۔ باس نے جاٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس۔ آؤ صفدر زماں"۔۔۔۔ جاٹو نے کہا اور عمران خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ پورچ میں آئے اور جاٹو نے اسے کار میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عمران خاموشی سے سٹیرنگ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور جاٹو نے سٹیرنگ سنبھال کر کار چلا دی جلد ہی وہ کوٹھی کے باہر آ گئے۔

"خوامخواہ میرا وقت ضائع کیا رحمان علی نجانے کہاں نکل گیا ہو گا"۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"شکر کرو دوست کہ تمہاری جان بچ گئی اگر تم شلماک کا نام نہ لیتے تو شاید اب میں تمہاری لاش کسی گٹر میں بہانے کے لئے لے جا رہا ہوتا"۔ جاٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے اچھا اب تم ایسا کرو کہ مجھے سپر مارکیٹ چھوڑ دو وہاں رحمان علی کا دفتر ہے شاید وہ وہاں مل جائے"۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"او کے"۔۔۔ جاٹو نے کہا اور اس نے کار چوک سے دائیں طرف موڑ دی یہ سڑک خاصی حد تک سنسان رہتی تھی اور عمران نے جان بوجھ کر سپر مارکیٹ کا نام لیا تھا اس کے ذہن میں ایک پلان ابھر آیا تھا اور اس نے اس پلان پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک میز موجود تھی اور اس کے گرد پانچ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اس وقت چار کرسیوں پر چار آدمی موجود تھے۔ ان چاروں کے چہروں پر سیاہ رنگ کے نقاب تھے اور وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں بعد کمرے کی بائیں طرف دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور ایک بھاری بھرکم جسم کا مالک شخص اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب تھا اور نقاب کے اوپر زرد رنگ سے کراس بنا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا کرسیوں پر بیٹھے ہوئے چاروں نقاب پوش احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ آنے والا ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس نے ان چاروں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"دوستو اس وقت میں نے یہ ٹاپ میٹنگ اس لئے کال کی ہے کہ میں مشن کے بارے میں آپ سے تفصیل سے باتیں کر سکوں"۔ سرخ نقاب پوش نے بھاری لہجے میں کہا۔

"فرمایئے باس"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"مشن کے لئے حالات ابھی پوری طرح مناسب نہیں ہیں مگر اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ اگر ہم نے مزید دیر کی تو ہو سکتا ہے کہ ہم کبھی بھی یہ آپریشن ہی نہ کر سکیں"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں باس"۔۔۔۔ سوال کرنے والے نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں نے یہ میٹنگ اس لئے کال کی ہے تاکہ میں تمام حالات آپ کے سامنے رکھ کر اس بارے میں فائنل فیصلہ کروں"۔ سرخ نقاب پوش نے کہا۔ کمرے میں چند لمحے گھمبیر خاموشی چھائی رہی پھر سرخ نقاب پوش بولا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا مشن کیا ہے"۔۔۔۔ باس نے کہا۔

"لیس باس ہم نے یہاں کی حکومت بدلنی ہے"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے جواب دیا۔

"یہ ہمارے مشن کا صرف ایک حصہ ہے دراصل ہمارا مشن اس بار بے حد اہم اور وسیع ہے پہلی بات تو یہ کہ اس ملک میں حکومت بدلنی ہے تاکہ یہاں ہماری مرضی کا حکمران آ جائے اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ مشن بھی ہے کہ ہمسایہ ملک پاکیشیا کے حکمران کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس ملک کے ساتھ مل کر ایک نیا ملک بنانے کا اعلان کرے جس کا کچھ علاقہ اس ملک سے لیا جائے گا اور کچھ علاقہ پاکیشیا

سے لیا جائے گا یہ نیا ملک کراس لینڈ کہلائے گا اور یہاں بھی ہماری مرضی کا حکمران ہو گا اس نئے ملک کی وجہ سے ان دونوں ملکوں کو ہمیشہ کے لئے کنٹرول کر لیا جائے گا"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس پاکیشیا کے حکمران کو کس طرح مجبور کیا جائے گا"۔ ایک نقاب پوش نے پوچھا۔

"اس کے لئے ایک سکیم تیار کی گئی تھی۔ ڈاگ اور مادام باشوری کو وہاں بھیجا گیا تھا۔ ڈاگ کے ذمے فائل ریڈ زیرو لانے کا کام لگایا گیا تھا اس فائل میں پاکیشیا کے دفاع کی تمام پلاننگ موجود ہے اگر یہ فائل ہمارے قبضہ میں آ جائے تو ہم اس فائل کی بنا پر پاکیشیا کو اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کر سکتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ میڈم باشوری کے ذمہ یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ پاکیشیا میں ایسی طاقتوں کو ہاتھ میں کر لے جو ضرورت پڑنے پر پاکیشیا کے حکمران کے خلاف عوام کو بغاوت پر ابھار سکیں فوری طور پر اس کی ضرورت اس لئے نہیں تھی کہ پاکیشیا کا حکمران ہمارا آدمی تھا اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ کراس لینڈ بنانے میں تعاون کرے گا مگر یہ حکمران چونکہ بے حد عیار اور چالاک ہے اس لئے مکمل طور پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ مادام باشوری نے اس سلسلے میں کام کرنا تھا تاکہ اگر کسی وقت پاکیشیا کا حکمران اپنے وعدے سے منحرف ہونا چاہے تو اس کے خلاف بھی کام کیا جا سکے"۔ سرخ نقاب پوش نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس اس ملک کا حکمران کیا کراس لینڈ بنانے پر راضی نہیں تھا"۔ ایک نقاب پوش نے پوچھا۔

"نہیں یہاں کا حکمران اس بات پر اڑ گیا تھا کہ وہ اپنے ملک کا ایک انچ علاقہ بھی نہیں دے گا اس لئے یہاں کی حکومت تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا نئے حکمران سے یہ وعدہ لے لیا گیا ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"مگر باس پاکیشیا میں بھی عام انتخابات ہونے والے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں ہماری مرضی کے خلاف حکومت آ جائے اس طرح ہمارا مشن ادھورا رہ جائے گا"۔۔۔۔ ایک اور نقاب پوش بول پڑا۔

"نہیں اس کا ایک فیصد امکان بھی نہیں ہے پاکیشیا کے حکمران نے ملک پر مکمل کنٹرول کیا ہوا ہے انتخابات محض روٹین کے ہوں گے وہاں حکومت کی تبدیلی کا ایک فیصد بھی امکان نہیں ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے کہا۔

"تو کیا اس ملک میں بھی حکومت کی تبدیلی کے امکانات تھے جو ہمیں کام کرنا پڑا"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"ہاں یہاں بھی یہی صورتحال تھی مگر چونکہ یہاں کا حکمران ہماری بات تسلیم نہیں کرتا اس لئے ہمیں اس کی تبدیلی کا فیصلہ کرنا پڑا"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے باس ہم تمام پس منظر سمجھ گئے ہیں واقعی کراس لینڈ کی موجودگی اس پورے خطے کو ہمیشہ کے لئے ہمارے کنٹرول میں دے دے

گی اور پھر ہمیں بار بار یہاں کی حکومتوں کے خلاف کام نہیں کرنا پڑے گا"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"ہاں تو یہ ہمارا اصل مشن ہے مگر اب صورت حال یہ بن چکی ہے کہ پاکیشیا میں ڈاگ اور مادام باشوری دونوں ناکام ہو چکے ہیں بہرحال مجھے وہاں کی زیادہ فکر نہیں ہے اس لئے کہ وہاں پہلے سے ہی ہمارے مطلب کا آدمی موجود ہے اگر بعد میں اس نے کوئی غلط حرکت کی تو میں خود وہاں جا کر آپریشن کر سکتا ہوں اصل مسئلہ یہاں کا ہے یہاں میں نے پس منظر تیار کر لیا ہے ہماری مرضی کی سیاسی پارٹیوں سے بات چیت مکمل ہو چکی ہے مخصوص پوائنٹس پر اسلحہ بھی سپلائی کر دیا گیا ہے تاکہ بروقت کام آ سکے پورے ملک میں فسادات پھیلانے اور حکومت کے خلاف ایجی ٹیشن کے لئے آدمی تیار ہیں میں صرف اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ یہاں کی حکومت عام انتخابات کا اعلان کرے تو کام شروع کیا جا سکے اس دوران میں نے کوشش کی کہ شروع میں حکومت کے خلاف بدامنی اور خوف و ہراس پھیلا دیا جائے تاکہ حکومت خوفزدہ ہو جائے مگر یہاں کی زیرو فورس کا چیف کرنل فریدی آڑے آ گیا۔ اس کی یہاں وسیع تنظیم موجود تھی چنانچہ میں نے اس کے خاتمے کے لئے کام شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں میرا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے۔ میں نے آپ سب کو اپنے نام سے مختلف محاذوں پر آگے کر دیا ایک ہیڈ کوارٹر بھی بنا دیا گیا اور پورے ملک میں چھ شلماک کام کرنے لگے ہر شلماک کے پاس اپنا پلان اور اپنا گروپ تھا اس طرح یہاں کے حکومتی

اداارے ان کے درمیان الجھ کر رہ جاتے اور میں محفوظ رہ جاتا۔ جیسے ہی ضرورت پڑتی میں اصل مشن شروع کر دیتا اور کامیابی میرے قدم چومتی"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا سب خاموش بیٹھے رہے۔

"مگر یہاں خلاف توقع حالات بدلتے گئے پاکیشیا کا علی عمران یہاں آ گیا کرنل فریدی اور کیپٹن حمید نے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ شلماک نمبر ایک مارا گیا پھر شلماک نمبر تین نے شائی لاک کے ذریعے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید پر قابو پایا مگر وہ بھی مارا گیا۔ عمران کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ ہیڈ کوارٹر کی تباہی کے بعد وہ بدستور غائب ہے اور ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ سپلائی پوائنٹ نمبر بارہ کی نگرانی ہو رہی ہے۔ ایک آدمی کو پکڑ لیا گیا ہے مگر وہ میرا نام لے کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ میں نے سپلائی پوائنٹ نمبر بارہ کی نگرانی کے لئے کسی کو مقرر نہیں کیا تھا پھر نمبر بارہ کو کال کیا گیا جس نے نگرانی کی اطلاع دی تھی مگر اس نے کہا اس نے ایسی کوئی بات ہی نہیں کی اور نہ ہی اس کے پوائنٹ کی نگرانی ہو رہی ہے البتہ اس کا کارڈ غائب ہے ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کرنل فریدی یا علی عمران ہمارے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں اگر پوائنٹ بارہ ان کے نوٹس میں آ سکتا ہے تو تمام پوائنٹ آ سکتے ہیں اور پوائنٹ اوپن ہو جانے کے بعد ہم آپریشن کر ہی نہیں سکتے اور ہمیں نئے پوائنٹس قائم کرنے پڑیں گے جس کے لئے طویل عرصہ چاہئے اور تمام پلان بھی بدلنا پڑے گا

اور اوپر کی اطلاع کے مطابق اس ملک میں عام انتخابات کا اعلان چند روز میں ہونے والا ہے کیونکہ پاکیشیا میں عام انتخابات کا اعلان ہو چکا ہے اور اس کے دباؤ کے پیش نظر یہاں انتخابات کی تاریخ کا اعلان ایک لازمی امر بن چکا ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے تفصیل سمجھاتے ہوئے کہا۔

"باس۔ حالات واقعی خراب ہیں مگر انتخابات کا اعلان ہونے سے پہلے اگر مشن کا آغاز کر دیا گیا تو انتخابات فسادات کی آڑ میں روک دیئے جائیں گے اور ہمارا مشن ادھورا رہ جائے اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انتخابات کے بعد اگر ہم نے مشن کا آغاز کیا تو کہیں اس ملک میں مارشل لاء کا نفاذ نہ ہو جائے اس طرح تمام معاملہ ہی چوپٹ ہو کر رہ جائے گا"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے مگر دوسری صورت ناممکن ہے کیونکہ اس ملک کے تمام جرنیل پہلے سے ہی اپنے آدمی ہیں وہ ہماری ہدایات کے بغیر کوئی اقدام نہیں کر سکتے رہ گئی پہلی بات تو اس سلسلے میں بھی تمام اقدامات کر لئے گئے ہیں سرکاری مشینری کے اہم افراد کو خریدا جا چکا ہے اس لئے انتخابات کا اعلان ہونے کے بعد چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے انتخابات ملتوی نہیں ہوں گے اور پھر ہمارا مشن بغاوت نہیں ہو گا بلکہ ہم یہاں پارٹی بنیادوں پر کام کریں گے ہمارا مشن حکومتی پارٹی کو زیادہ سے زیادہ بدنام کرنا ہے تاکہ عوام اس سے بدظن ہو جائیں اس لئے ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑے گا تب ہی ہم یہاں کی حکومت کو

بدل سکتے ہیں"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے کہا۔

"تو پھر آپ نے اب کیا فیصلہ کیا ہے"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے کہا۔

"میں نے ان تمام حالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جیسے ہی انتخابات کی تاریخ کا اعلان ہو ہم کام شروع کر دیں یہ کام انتہائی تیز رفتاری سے ہونا ہے تاکہ انتخابات کی تاریخ سے پہلے ہم اس وسیع و عریض ملک کی سیاسی کایا پلٹ دیں اسی لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے تاکہ تم آخری ہدایات حاصل کر کے اپنے کام کے لئے مکمل طور پر تیار ہو سکو آج سے اس مشن کا نام آپریشن فائنل کراس ہو گا کیونکہ سپر آپریشن کا لفظ پاکیشیا میں استعمال ہو چکا ہے اس لئے میں علی عمران کو یہاں اس نام سے چونکانا نہیں چاہتا۔ یہ نام اس وقت تک استعمال ہو گا جب تک مشن کا آغاز نہیں ہوتا مشن کا آغاز ہوتے ہی نام آپریشن کراس لینڈ ہو گا"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے کہا۔

"آپ کا فیصلہ درست ہے ہم سب لوگ آپریشن کے لئے تیار ہیں"۔۔۔۔ تمام نقاب پوشوں نے بیک آواز ہو کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم لوگوں کو میری طرف سے صرف آخری آرڈر ملے گا جب تک ٹرانسمیٹر پر لفظ آپریشن فائنل کراس نہ لیا جائے تو تم نے کام شروع نہیں کرنا جب آپریشن کراس لینڈ کا لفظ سنو تو تم نے آپریشن شروع کر دینا ہے اس میٹنگ کے بعد میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھوں گا کیونکہ میں تم لوگوں کو ضائع کرنے کا خطرہ مول نہیں

لے سکتا ہمیں اب آئندہ ہر قدم انتہائی احتیاط سے اٹھانا ہو گا آپریشن کراس لینڈ کا لفظ انتخابات کی تاریخ کا اعلان ہونے سے اگلے روز کے اخبارات میں شائع ہو جائے گا چاہے کسی بھی صورت میں ہو بس اخبارات میں یہ لفظ دیکھتے ہی تم نے مشن کا آغاز کر دینا ہے بعد میں جب بھی میں مناسب سمجھوں گا تم سے رابطہ قائم کر لوں گا"۔ سرخ نقاب پوش نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس اگر اخبارات میں اس روز آپریشن کراس لینڈ کا لفظ ہمیں نظر نہ آئے تو پھر ہمیں کیا کرنا ہو گا"۔۔۔۔ ایک نقاب پوش نے پوچھا۔

"تم نے اچھا سوال کیا ہے ایسی صورت میں تم نے خاموش رہنا ہے کوئی کارروائی نہیں ہو گی مزید ہدایات میں تم سے خود رابطہ کر کے دوں گا"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"او کے باس ہم سمجھ گئے"۔۔۔۔ تمام نقاب پوشوں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب میں خود کرنل فریدی اور علی عمران کے پیچھے لگتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں میرے ہاتھوں کسی مکھی کی طرح مسلے جائیں گے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے کہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھتے ہی چاروں نقاب پوش بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر سرخ نقاب پوش نے باری باری ان چاروں سے ہاتھ ملایا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اسی دروازے میں غائب ہو گیا جہاں سے وہ آیا تھا۔

تنویر ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اچانک اسے آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس کی مخصوص تربیت نے ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں اس کے جسم کو فعال کر دیا وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور دو فٹ دور جا کھڑا ہوا اور اس کی مخصوص تربیت نے ہی اسے بچا لیا تھا ورنہ آہنی پائپ کا وار جس انداز سے کیا گیا تھا اگر اسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو شاید اب تک اس کی کھوپڑی چٹخ چکی ہوتی۔ یہ ایک نوجوان تھا جو دروازے کے قریب ہی دیوار سے چمٹا ہوا کھڑا تھا۔ وار خالی جاتے ہی پائپ پردے سے الجھ گیا اور حملہ آور کی نگاہ چوک گئی۔ تنویر نے بجلی کی سی پھرتی سے حملہ آور پر جست لگا دی اور پھر اس سے پہلے کہ حملہ آور سنبھلتا وہ اسے رگیدتا ہوا کمرے کے کونے میں لے گیا۔ پائپ حملہ آور کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا تھا حملہ آور نوجوان بھی کافی چست ثابت ہوا۔ جیسے ہی تنویر

کا دباؤ ایک نقطے پر ٹھہرا نوجوان کے جسم نے تیزی سے حرکت کی اور بھاری بھرکم تنویر اچھل کر کمرے کے درمیان موجود بیڈ پر جا گرا نوجوان بھی جیسے اڑتا ہوا اس کے اوپر آ گرا مگر تنویر کا گھٹنا تیزی سے مڑا اور نوجوان اچھل کر بیڈ سے نیچے زمین پر جا گرا اور پھر وہ دونوں ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے اب ان کے درمیان میں بیڈ تھا تنویر ایک طرف تھا تو وہ نوجوان دوسری طرف۔ نوجوان کے چہرے پر کرختگی اور درشتی جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ تنویر کی جیب میں ریوالور موجود تھا اس لئے سیدھا ہوتے ہی اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف بڑھا مگر نوجوان کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پھرتیلا تھا اس نے وہیں سے چھلانگ لگائی اور پھر اس سے پہلے کہ تنویر کا ہاتھ جیب کے اندر پہنچتا وہ اسے رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سر کی بھرپور ٹکر تنویر کی ناک پر رسید کر دی۔ ٹکر اتنی شدید تھی کہ تنویر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور پھر اسی لمحے اس کے دونوں پہلوؤں پر ضربیں لگیں اور تنویر بے اختیار جھکتا چلا گیا۔ نوجوان نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن پر دو ہتھڑ چلایا اور تنویر فرش بوس ہو گیا۔ نوجوان نے تیزی سے اپنا ہاتھ اس کی جیب میں ڈالا اور اب تنویر کا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا وہ دو قدم ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تنویر نے نیچے گرتے ہی اپنے سر کو ایک جھٹکا دے کر ذہن پر چھا جانے والی دھند کو ختم کرنے کی کوشش کی اور پھر اچھل کر سیدھا ہو گیا اس کی

ناک سے خون بہہ کر اس کے منہ میں بھر گیا تھا اپنے ہی خون کا ذائقہ چکھ کر تنویر کے ذہن میں لاوا سا ابلنے لگا اس کی آنکھوں میں وحشت ابھر آئی۔ نوجوان ہاتھ میں ریوالور پکڑے اطمینان سے کھڑا تھا۔

"خبردار اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا" ——— نوجوان نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا اور تنویر نے ہونٹ دانتوں میں دبا لئے نوجوان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس پر عمل بھی کر گزرے گا۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو" ——— تنویر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"عمران کہاں ہے مجھے اس کا پتہ چاہئے" ——— نوجوان نے اسی طرح کاٹ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

"کون عمران میں کسی عمران کو نہیں جانتا" ——— تنویر نے غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"دیکھو مجھ سے اڑنے کی کوشش فضول ہے میں جانتا ہوں کہ تم عمران کے ساتھی ہو میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا اگر تم عمران کے بارے میں مجھے تفصیلات بتا دو" ——— نوجوان نے ریوالور کو انگلی میں بڑے ماہرانہ انداز میں نچاتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو" ——— تنویر نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

"دیکھو اگر تم اس امید پر وقت ضائع کرنا چاہتے ہو کہ اس کمرے میں کوئی آ جائے گا تو یہ تمہاری بھول ہے اب تک میں تمہارے ساتھ

نرمی برتتا رہا ہوں مگر اب نرمی کے تمام چانس ختم ہو چکے ہیں میں پانچ تک گنوں گا اس کے بعد گولی چلا دوں گا میرے پانچ تک گننے کے دوران اگر تم نے عمران کا پتہ بتا دیا تو ٹھیک ورنہ ———" نوجوان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ تنویر کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں وہ اپنی ٹیم میں ایک ماہر لڑاکے کی حیثیت سے مشہور تھا مگر اس نوجوان کے جسم میں تو جیسے بجلیاں بھری ہوئی تھیں اور وہ مار کھا گیا تھا مگر اس کا وحشی دماغ ایک بھر پھر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو رہا تھا مگر نوجوان بیحد چوکنا تھا اس کی تیز نظریں تنویر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"ایک" ——— اچانک نوجوان کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

تنویر خاموش کھڑا تھا وہ بار بار اپنے ہونٹ دانتوں میں کاٹ رہا تھا۔

"دو" ——— نوجوان نے زہر خند لہجے میں کہا مگر تنویر خاموش رہا اس کا ذہن بڑی تیزی سے نوجوان پر قابو پانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا مگر نوجوان کی تیزی اور چستی اسے کوئی موقع نہیں دے رہی تھی۔

"تین" ——— نوجوان کی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونج اٹھی اور عین اسی لمحے تنویر کے ذہن میں ایک تجویز بجلی کے کوندے کی طرح لپکی۔

"چار" ——— نوجوان نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا اور اس کی گرفت ریوالور پر سخت ہو گئی آنکھوں کے کونے سمٹ گئے مگر اس سے پہلے کہ وہ پانچ کہتا تنویر نے تیزی سے حرکت کی اور دوسرے لمحے

کمرے کے درمیان میں موجود بھاری بیڈ کو ایک سرے سے اٹھا کر اس نے نوجوان پر الٹ دیا۔ کمرے میں فائر کی آواز گونجی مگر گولی بیڈ کے اوپر موجود فوم کے موٹے گدے میں گھس کر غائب ہو گئی۔ نوجوان نے بیڈ کی ضرب سے بچنے کی کوشش کی مگر بیڈ اس کے اوپر جا گرا اور نوجوان جیسے اس میں دب کر رہ گیا۔ تنویر نے عین اسی جگہ پوری قوت سے لات ماری جہاں بیڈ کا ابھرا ہوا فوم نوجوان کی موجودگی کا پتہ دے رہا تھا اور نوجوان کے حلق سے کراہ نکل گئی اور پھر اس نے نیچے سے زور لگا کر بیڈ کو ایک طرف ہٹا دیا مگر اسی دوران تنویر دروازے کے قریب پڑا ہوا آہنی پائپ اٹھا چکا تھا اور اس سے پہلے کہ نوجوان بیڈ ہٹا کر اٹھتا تنویر کا ہاتھ حرکت میں آیا اور پائپ نوجوان کے سر پر پڑا اور نوجوان لڑھکتا ہوا کمرے کے دوسرے کونے میں جا گرا۔ پائپ کی ضرب اتنی زوردار تھی کہ ایک ہی وار نے اسے دنیا و مافیہا سے غافل کر دیا۔ تنویر نے جھپٹ کر فرش پر پڑا ہوا ریوالور اٹھایا اور پھر نوجوان کی طرف بڑھا اس نے پائپ کا دوسرا وار کرنا چاہا مگر نوجوان بے ہوش ہو چکا تھا۔ تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریوالور جیب میں ڈالا پائپ ایک طرف رکھ کر اس نے الٹے ہوئے بیڈ کو سیدھا کیا اور پھر بے ہوش نوجوان کو اٹھا کر بیڈ پر پھینک دیا۔ اس کے ذہن میں غصے اور جھنجھلاہٹ کی وجہ سے لاوا سا ابل رہا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ نوجوان کو ہوش میں لا کر وہ اس کے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ ڈالے گا۔ یہ فیصلہ کر کے وہ غسل خانے کی طرف بڑھا

تاکہ نوجوان کو ہوش میں لانے کے لئے اس کے منہ پر پانی انڈیلے کہ اچانک کمرے میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی تنویر نے برا سا منہ بنا کر رسیور اٹھایا۔

"ایکسٹو"---- دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز گونجی اور تنویر نے دماغ میں ابلنے والے لاوے کو بڑی مشکل سے کنٹرول کیا۔

"تنویر بول رہا ہوں"---- اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے تمہارا لہجہ غصیلا کیوں ہے"---- ایکسٹو کے لہجے میں کرختگی کا عنصر مزید بڑھ گیا۔

"ب۔ باس ابھی میں ایک خوفناک جنگ سے فارغ ہوا ہوں"۔ تنویر نے دماغ کو ٹھنڈا رکھتے ہوئے کہا۔

"تفصیل بتاؤ"---- ایکسٹو کا لہجہ بدستور سرد تھا اور پھر تنویر نے کمرے میں داخل ہونے سے لے کر اب تک کے تمام واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔

"اسے بے ہوشی کے عالم میں ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکال کر آثاریہ کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں پہنچا دو"۔ ایکسٹو نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب"---- تنویر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا تنویر نے رسیور رکھا اور پھر بیڈ پر بے ہوش پڑے ہوئے نوجوان کی طرف متوجہ ہو گیا اس نے پہلے تو اس کی مکمل جامہ

تلاشی لی مگر ایک چاقو کے سوا اس کی جیبوں سے اور کوئی سامان نہ ملا۔ تلاشی سے فارغ ہو کر تنویر نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور کسی کو وہاں نہ پا کر اس نے نوجوان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسے ایک ٹیکسی میں ڈالے آشاریہ کالونی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا ٹیکسی ڈرائیور کو اچانک دورہ پڑ جانے کے بہانے نے مطمئن کر دیا تھا۔

"صاحب انہیں کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھلائیے یہ تو بہت خطرناک دورہ ہے"---- ٹیکسی ڈرائیور نے از راہ ہمدردی کہا۔

"دکھلایا ہے بھائی مگر کہیں آرام نہیں آتا"---- تنویر نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ٹیکسی ڈرائیور اس کی جھنجھلاہٹ کو محسوس کر کے خاموش ہو گیا۔ ٹیکسی آشاریہ کالونی جانے والی سڑک پر جیسے ہی مڑی اچانک دائیں طرف سے ایک ٹرک نے اس کا راستہ روک دیا ڈرائیور نے پوری قوت سے بریک لگائی اور ٹیکسی گھوم کر ٹرک کے قریب رک گئی پھر اس سے پہلے کہ تنویر سنبھلتا ٹیکسی کو دس مسلح افراد نے گھیر لیا ان کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنوں کا رخ تنویر کی طرف تھا۔

"باہر نکل آؤ"---- ان میں سے ایک نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور تنویر خاموشی سے باہر آ گیا دوسرے افراد نے ٹیکسی میں سے بے ہوش نوجوان کو نکال لیا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور کو واپس جانے کا حکم

دیا اور ٹیکسی ڈرائیور نے جان بچ جانے پر ٹیکسی واپس موڑ دی اور انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ مسلح افراد نے تنویر کی تلاشی لے کر اس کی جیبوں سے ریوالور اور چاقو نکال لیا اور اسے مشین گنوں کے پہرے میں ٹرک پر چڑھنے پر مجبور کیا۔ پانچ افراد مشین گنیں سنبھالے ٹرک کی پچھلی طرف اس کے ساتھ ہی سوار ہو گئے اور تیزی سے ٹرک آگے بڑھنے لگا۔ تنویر خاموش کھڑا تھا البتہ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ان مجرموں کو اس کا آشاریہ کالونی جانے کا پتہ کیسے چل گیا سوچ سوچ کر آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ ہوٹل کے کال آپریٹر نے یہ راز لیک آؤٹ کیا ہو گا اب وہ یہ سوچنے لگا کہ ایکسٹو کا ہیڈ کوارٹر بھی خطرے کی زد میں ہو گا کیونکہ مجرموں کو کوٹھی نمبر کا پتہ چل گیا ہو گا۔ ٹرک تقریباً آدھے گھنٹے تک چلنے کے بعد رک گیا۔ کسی نے ٹرک کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر مسلح افراد تنویر کو ہمراہ لئے ٹرک سے باہر آ گئے۔ تنویر نے دیکھا کہ ٹرک ایک جدید ترین کوٹھی کے اندر کھڑا تھا۔

"آگے بڑھو"---- ایک مسلح شخص نے مشین گن کی نال سے تنویر کو دھکیلتے ہوئے کہا اور تنویر خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ عمارت کے برآمدے میں پہنچ کر ایک شخص نے ایک طرف زمین پر زور سے پیر مارا تو برآمدے کے سامنے کی دیوار کسی تختے کی طرح ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ اب وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ مسلح افراد تنویر کو ہمراہ لئے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک راہداری تھی جس میں چار مسلح افراد پہرہ دے رہے تھے۔

راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا اس کے سامنے بھی دو مسلح افراد موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے انہیں آتا دیکھ کر دروازے کے کونے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا اور تنویر ان مسلح افراد کی رہنمائی میں کمرے میں داخل ہو گیا۔

"یہاں بیٹھ جاؤ"۔۔۔۔ ایک آدمی نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تنویر سے کہا۔ تنویر خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرسی کے ساتھ چمڑے کے پٹے لٹک رہے تھے ایک مسلح آدمی نے بڑی پھرتی سے وہ پٹے باندھ دیئے اور اب تنویر اس کرسی پر بندھا بیٹھا تھا کرسی کے پائے زمین میں نصب تھے۔ اسے کرسی پر باندھنے کے بعد مسلح افراد پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے اسی لمحے سامنے کی دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور لحیم شحیم شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب تھا جس پر زرد رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہو کر سرخ نقاب پوش تنویر کے بالمقابل موجود میز کی دوسری طرف رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"عمران کا ساتھی یہی ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے مسلح افراد سے پوچھا اس کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"یس باس۔ نمبر تھری کو اسے ٹریپ کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا مگر اس نے نمبر تھری کو بے ہوش کر دیا پھر ایک کال کے ذریعے ہمیں اس کا آئندہ ارادوں کا پتہ چلا اور اسے راستے میں ہی ٹریپ کر لیا گیا"۔ ایک مسلح آدمی نے مودبانہ انداز میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ نمبر تھری کو کہاں لے جا رہا تھا"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے پوچھا۔

"آثاریہ کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں باس ہم نے وہاں بھی آدمی بھیج دیئے ہیں اس کے متعلق رپورٹ ابھی مل جائے گی"۔۔۔۔ اسی آدمی نے جواب دیا۔

"او کے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے کہا اور پھر وہ تنویر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تمہارا کیا نام ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تنویر"۔۔۔۔ تنویر نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارا تعلق عمران سے ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں عمران صرف ہماری تنظیم کے لئے کام کرتا ہے اور بس"۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

"تمہارا تعلق کس تنظیم سے ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے پوچھا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس سے"۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

"تم کتنے افراد یہاں آئے ہو"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"تین آدمی"۔۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔

"کیا عمران بھی تمہارے ساتھ تھا"---- سرخ نقاب پوش نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم وہ ہمارے ساتھ مل کر کام نہیں کرتا بلکہ وہ علیحدہ کام کرتا ہے"---- تنویر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم عمران کے موجودہ پتے سے واقف نہیں ہو"---- سرخ نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں"---- تنویر نے جواب دیا۔

"دیکھو تنویر۔ اب تک تم نے جس شرافت سے میری باتوں کا جواب دیا ہے اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم سے آئندہ نرمی کا سلوک کیا جائے مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ مجھے عمران کا پتہ چاہئے اور تم اس سے انکار کر رہے ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم شرافت سے اس کا پتہ بتا دو ورنہ ہو سکتا ہے میرا فیصلہ بدل جائے"---- سرخ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"جب میں جانتا ہی نہیں تو بتاؤں کیا"---- تنویر نے اسی طرح اطمینان سے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ سرخ نقاب پوش کچھ کہتا کمرے میں سیٹی کی آواز گونجنے لگی ایک مسلح شخص نے آگے بڑھ کر دروازے کے اندر کی طرف لگا ہوا بٹن دبا دیا بٹن دبتے ہی دروازہ کھلا اور ایک مسلح شخص اندر داخل ہوا۔

"باس آثاریہ کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ خالی ہے وہ کافی عرصے سے خالی پڑی ہوئی ہے"---- آنے والے نے مودبانہ انداز میں سرخ

نقاب پوش کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو ہیڈ کوارٹر کی نگرانی سخت کر دو۔ کوئی مشکوک آدمی اردگرد نہیں ہونا چاہئے"---- سرخ نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے باس"---- آنے والے نے کہا اور سلام کر کے واپس مڑ گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی سرخ نقاب پوش دوبارہ تنویر سے مخاطب ہوا۔

"تم نے سن لیا تنویر اب مجھے ہر حالت میں عمران کا پتہ چاہئے"۔ سرخ نقاب پوش نے کہا۔

"جو میں جانتا تھا میں نے بتا دیا اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے کرو"۔ تنویر نے بھی اس بار جواب میں سخت لہجہ اختیار کیا وہ شاید اس لئے اب تک صحیح جواب دے رہا تھا کہ آثاریہ کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ پر چھاپے سے ہو سکتا ہے کہ ایکسٹو یا صفدر وغیرہ ان کے ہاتھ لگ جائیں ایسی صورت میں اس کا جھوٹ بولنا بے سود ہو جاتا مگر اب تمام تر ذمہ داری اس پر آ گئی تھی۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے"---- سرخ نقاب پوش نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا اور پھر وہ دیوار کے ساتھ کھڑے ہوئے مسلح افراد سے مخاطب ہوا۔

"مسٹر تنویر سے حقیقت اگلواؤ"---- سرخ نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر خود اٹھ کر اس دروازے کی طرف بڑھ گیا

جدھر سے وہ داخل ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد مسلح افراد اس کے گرد جمع ہو گئے ان میں سے ایک نے کرسی کے ساتھ لگی ہوئی تار کا سرا کمرے میں موجود بجلی کے پلگ میں لگا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ خوفناک زلزلے کی زد میں آگیا ہو یا پھر اس کے پورے جسم کو رعشہ ہو گیا ہو اس کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اور دل پر دباؤ پڑنے سے اس کا دل چاہا کہ وہ زور زور سے چیخیں مارے مگر اس نے ہونٹوں پر دانت جما کر ضبط کر لیا۔ مسلح شخص نے جب تنویر کو خاموش دیکھا تو اس نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا اور اس بار تنویر کا دل بری طرح پھڑپھڑانے لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کا بال بال اس آگ میں جل رہا ہو۔ اسے اپنے دماغ میں شعلے سے اٹھتے محسوس ہوئے اور پھر ضبط کرنے کے باوجود اس کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ وہ یوں بے اختیار چیخیں مار رہا تھا جیسے اس کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہو چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا آنکھیں ابل کر باہر آ گئی تھیں اور زبان آہستہ آہستہ باہر نکلتی آ رہی تھی۔ یہ اذیت کی انتہا تھی اس قدر اذیت جو شاید کسی انسان کے لئے ناقابل برداشت تھی مگر وہ مسلح اشخاص بڑے اطمینان سے تنویر کی موت کا نظارہ کر رہے تھے۔ تنویر کی چیخیں لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر اچانک اس کی چیخیں اس کے حلق میں دم توڑ گئیں اور تنویر کی گردن ایک جھٹکا کھا کر ایک طرف ڈھلک گئی۔

کرنل فریدی کیپٹن حمید اور صفدر کمرے کے درمیان ہاتھ اٹھائے کھڑے تھے۔ ان کے گرد بیس افراد ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے فائرنگ کرنے کے لئے تیار تھے۔ کرنل فریدی کا ذہن بڑی تیزی سے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے تجویزیں سوچ رہا تھا مگر بیس آدمیوں سے بیک وقت مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ چند لمحوں بعد باہر جانے والا آدمی ایمونیا سے بھری ہوئی بڑی سی بوتل اٹھائے کمرے میں داخل ہوا اور پھر مشین گنوں کی نالوں کے زور پر ان تینوں کا میک اپ صاف کیا گیا۔ اب وہ تینوں اپنی اصلی شکلوں میں موجود تھے۔

"اوہ۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید"۔۔۔۔ ایک مسلح شخص نے جو ان کا انچارج معلوم ہو رہا تھا حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں کرنل فریدی ہوں تمہارا باس شلماک میرے ہاتھوں

موت کے گھاٹ اتر چکا ہے اور تمہاری یہ کوٹھی زیرو فورس نے گھیر رکھی ہے مجھے معلوم ہے کہ تم مجرموں کے معمولی سے کارندے ہو۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم ہتھیار ڈال دو ورنہ دوسری صورت میں تم سے کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی"---- کرنل فریدی نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری دھمکی بے سود ہے کرنل فریدی۔ شلماک ایک آدمی کا نام نہیں ہے جسے تم ختم کر سکو۔ یہاں ہر شعبے کا انچارج شلماک ہے چیف باس جس کا نام شلماک ہے وہ ہر حالت میں تمہاری پہنچ سے باہر ہے اور رہی تمہاری زیرو فورس تو وہ اس کوٹھی میں داخل ہونے سے پہلے بے موت مر جائے گی۔ میں نے تمہاری گرفتاری سے پہلے چیف باس سے بات کر لی ہے اور اب تمہیں اس کے پاس پہنچایا جائے گا"---- انچارج نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سوچ لو یہ میری طرف سے آخری موقع ہے"---- کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"انہیں مضبوطی سے باندھ لو اگر یہ کوئی حرکت کریں تو گولیوں سے ان کے جسم چھلنی کر دو۔ ہمیں چیف باس کے پاس انہیں زندہ یا مردہ ہر قیمت پر پہنچانا ہے"---- انچارج نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر انہوں نے ان تینوں کو مضبوطی سے باندھ لیا۔ کرنل فریدی اس لئے خاموش رہا کہ اس طرح راستے میں اسے بچاؤ کے لئے کوئی موقع مل سکتا تھا۔ ان کے ہاتھ پشت پر باندھنے کے بعد وہ انہیں

دھکیلتے ہوئے ایک اور کمرے میں لے آئے۔ انچارج نے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا بٹن دبایا تو کمرے کا فرش ایک کونے سے ہٹتا چلا گیا وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھیں۔ انچارج کی ہدایت پر وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔ پانچ مسلح افراد ان کے ساتھ تھے باقی وہیں رہ گئے۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک سرنگ میں پہنچے جو نیچے ہی نیچے دور تک چلی گئی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک سرنگ میں چلنے کے بعد وہ ایک اور چھوٹے سے کمرے میں پہنچے جس میں سیڑھیاں چھت تک چلی گئی تھیں۔ انچارج نے سیڑھیوں کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبایا تو کمرے کی چھت سیڑھیوں کے اوپر سے ہٹتی چلی گئی۔ ان میں سے ایک آدمی نے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جھانکا اور پھر انہیں اوپر آنے کا اشارہ کیا ان تینوں کو ہمراہ لئے وہ سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔ باہر ایک وسیع میدان تھا جس کے سامنے ایک زرعی فارم کی عمارت نظر آ رہی تھی وہیں ایک سبز رنگ کی بڑی سی کار موجود تھی۔ باہر نکل کر انچارج نے سیڑھیوں کا راستہ بند کیا اور پھر انہیں کار میں بیٹھنے کے لئے کہا ان تینوں کے ساتھ ساتھ وہ پانچ مسلح افراد بھی کار میں گھس گئے۔ ڈرائیور کی جگہ پر وہی انچارج بیٹھا ہوا تھا اس نے کار آگے بڑھا دی۔

"کرنل فریدی اپنی موت کا راستہ اچھی طرح پہچان لو"۔ ڈرائیور نے طنزیہ لہجے میں پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ میری نہیں تمہاری موت کا راستہ ہے"---- کرنل فریدی

نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا اس نے ذہن میں فیصلہ کر لیا تھا کہ جو کارروائی بھی کرے گا وہ اصل شلماک کے ہیڈ کوارٹر میں کرے گا اب تک وہ دو شلماک ختم کر چکا تھا مگر اس کے باوجود اصل شلماک تک پہنچنے کا کوئی کلیو نہیں ملا تھا اور اب قدرت خود بخود اسے وہاں تک پہنچا رہی تھی اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھا تھا ورنہ سفر کے دوران ان پانچوں پر قابو پا لینا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کار تیز رفتاری سے مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی ایک چوک پر سے دائیں طرف مڑی تو کرنل فریدی سمجھ گیا کہ وہ جلال کالونی جا رہے ہیں یہ ایک مضافاتی کالونی تھی جو ساحل سمندر کے قریب بسائی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد کار جلال کالونی میں داخل ہو گئی پھر آگے بڑھتی ہوئی وہ کالونی کے آخری حصے میں ساحل سمندر کے بالکل قریب ایک جدید قسم کی کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی۔ ڈرائیور نے مخصوص انداز میں ہارن دیا تو کوٹھی کا گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ ڈرائیور کار اندر لے گیا اور اس نے کوٹھی کے بڑے سے پورچ میں جا کر کار روک دی۔ کار رکتے ہی ارد گرد سے دس کے قریب مسلح افراد وہاں اکٹھے ہو گئے۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر جیب سے ایک کارڈ نکال کر ان میں سے ایک آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا اس نے کارڈ کو ایک نظر دیکھا پھر ڈرائیور کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپریشن فائنل کراس"۔۔۔۔ ڈرائیور نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ انہیں لے آؤ چیف باس انتظار کر رہے ہیں"۔ اس آدمی

نے کہا۔

"چلو آگے بڑھو"۔۔۔۔ پوچھ گچھ کرنے والے نے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا اور کرنل فریدی نے بڑے اطمینان سے قدم آگے بڑھا دیئے۔ انہیں قید خانوں میں لے آیا گیا اور پھر ایک بڑے سے کمرے میں انہیں زمین میں نصب کرسیوں پر بٹھا کر دوبارہ اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ تین مسلح افراد ان کے پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ باقی باہر نکل گئے۔ کرنل فریدی اطمینان سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے میں صرف دو دروازے تھے ایک وہ جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اور دوسرا اس کے مقابل دیوار میں تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور سرخ نقاب پہنے ہوئے ایک شخص اندر داخل ہوا اس کے اندر آتے ہی سب مسلح افراد اس کے سامنے جھک گئے۔ نقاب پوش کرنل فریدی سے ذرا فاصلے پر موجود کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

"تو کرنل فریدی تم آخر میرے ہتھے چڑھ ہی گئے"۔۔۔ نقاب پوش نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا تم اصل شلماک ہو"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں میرا نام شلماک ہے"۔۔۔۔ سرخ نقاب پوش نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم ہی اصل شلماک ہو۔ اب تک

نجانے کتنے شلماکوں سے میرا واسطہ پڑ چکا ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"یہ سرخ نقاب اور زرد رنگ کا کراس صرف میرے لئے مخصوص ہے یہ میرا اپنا طریقہ کار ہے کہ میں الجھانے کے لئے اپنے ساتھیوں کو شلماک کے روپ میں آگے کر دیتا ہوں"۔۔۔۔ نقاب پوش نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو اس کا فیصلہ اس وقت ہو گا جب معاملہ تکمیل پر پہنچے گا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مشکوک لہجے میں جواب دیا۔

"تکمیل سے تمہارا کیا مطلب ہے"۔۔۔۔ نقاب پوش نے چونک کر کہا۔

"ابھی میں اس کی وضاحت نہیں کر سکتا تمہیں خودبخود معلوم ہو جائے گا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"تمہیں وضاحت کی ضرورت نہیں پڑے گی تمہاری زندگی کے اب صرف چند لمحات رہ گئے ہیں"۔۔۔۔ نقاب پوش نے کہا۔

"اس بات کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے زندگی موت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے تم سوچتے رہو۔ بہرحال میرے نقطہ نظر سے اب تمہاری موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ دنیا چند لمحوں بعد ایک

مشہور جاسوس سے خالی ہو جائے گی"۔۔۔۔ نقاب پوش نے بھی مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ کہ تمہارا میرے ملک میں آنے کا مقصد کیا ہے"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ کرنل فریدی مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ میرا مشن کیا ہے یہ ہے ناں میری ذہانت کا ثبوت"۔۔۔۔ نقاب پوش نے اچانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

یہ بات سچ ہے اور مجھے اس کا اعتراف کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہو رہی کہ تمہاری اب تک کی کارروائی سے میں تمہارے اصل مشن کا اندازہ نہیں لگا سکا"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

"سنو کرنل فریدی۔ میں تمہیں اپنے اصل مشن سے آگاہ کرتا ہوں اب تمہیں بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تم میری نظر میں مردہ ہو چکے ہو"۔۔۔۔ نقاب پوش نے ذرا آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"میں سن رہا ہوں"۔۔۔۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"ہم پاکیشیا اور تمہارے ملک سے کچھ علاقہ لے کر ایک نیا ملک بنانا چاہتے ہیں جس کا نام ہم نے کراس لینڈ تجویز کیا ہے اس طرح ہم اس علاقے پر اپنا مستقل قبضہ چاہتے ہیں۔ پاکیشیا کا حکمران ہم سے تعاون پر آمادہ ہے مگر تمہارا ملک تعاون پر آمادہ نہیں تھا اس لئے میں یہاں اپنی مرضی کا حکمران بنانے کے لئے آیا ہوں"۔۔۔۔ شلماک نے مختصر

الفاظ میں اپنا مشن بتاتے ہوئے کہا۔

”تم جو کچھ سوچ رہے ہو وہ ناممکن ہے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا“۔ کرنل فریدی نے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

”یہ تمہارا خیال ہے کرنل فریدی۔ ہمارا مشن اب تکمیل کے قریب ہے بس تمہاری حکومت کی طرف سے انتخابات کی تاریخ کا اعلان ہونا باقی ہے اس کے بعد حکومت کے خلاف عوام میں نفرت کی شدید لہر چل پڑے گی اور اس طرح ہم اس ملک سے حکومتی پارٹی کو ہمیشہ کے لئے سیاسی موت مار دیں گے اور پھر ہماری مرضی کا حکمران یہاں ہو گا جو کراس لینڈ بنانے میں تعاون کرے گا“۔ شلماک نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے تمہارا خیال ، [illegible] ں سمجھتا“۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”میں تمہارے خیال کا پابند نہیں ہوں کرنل فریدی اور اب میرے خیال میں کافی باتیں ہو چکی ہیں اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ“۔ شلماک نے اچانک کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ان تینوں کے پیچھے موجود تین مسلح افراد نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔ ان سب کی انگلیاں ٹریگروں پر جمی ہوئی تھیں اور وہ شلماک کی طرف گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”میں آپریشن روم میں واپس جا رہا ہوں ان کے جسم گولیوں سے چھلنی کر کے ان کی لاشیں گٹر میں پھینک دو“ــــــ شلماک نے اپنے

آدمیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”اچھا الوادع کرنل فریدی“ــــــ شلماک نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا مگر ابھی وہ دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور شلماک ایک جھٹکا کھا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا ایک شخص ہاتھ میں مشین گن پکڑے اندر داخل ہوا اس سے پہلے کہ شلماک سنبھلتا آنے والے نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن سیدھی کی اور فائرنگ کھول دی۔ سرخ نقاب پوش مردہ چھپکلی کی طرح پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ اس کے سینے سے خون کے فوارے ابل رہے تھے۔ کمرے میں موجود مسلح افراد حیرت سے بت بنے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

عمران اور جاٹو کی کار خاصی تیز رفتاری سے سنسان سڑک پر آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"مم۔ مجھے حاجت محسوس ہو رہی ہے ذرا کار روکنا"۔ اچانک عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"وہیں مارکیٹ میں پوری کر لینا"۔۔۔۔ جاٹو نے ناگوار سے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں میں اس معاملے میں بے بس ہوں۔ پلیز کار روک دو"۔ عمران نے جواب دیا وہ بری طرح سمٹ رہا تھا۔ جاٹو نے برا سا منہ بناتے ہوئے کار ایک طرف کر کے روک دی۔

"جاؤ جلدی آؤ باس کا حکم نہ ہوتا تو میں تمہیں یہاں چھوڑ دیتا"۔۔۔۔ جاٹو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ عمران دروازہ کھول کر باہر نکلا اور پھر قریب کے درخت کی آڑ میں چل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ

پتلون کے بٹن بند کرتا ہوا واپس آیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا کار کے پاس پہنچا اور پھر گھوم کر دوسری طرف جانے کی بجائے وہ جاٹو کی طرف آ کر کھڑا ہو گیا۔

"ادھر دوسری طرف آؤ"۔۔۔۔ جاٹو نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں حاجت پوری کرنے کے بعد میں خود کار چلاتا ہوں یہ میری عادت ہے"۔۔۔۔ عمران نے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جاٹو کچھ کہتا عمران نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے اس نے گردن سے پکڑ کر جاٹو کو باہر کھینچ لیا۔ جاٹو جو اس صورت حال سے لاعلم بڑے اطمینان سے بیٹھا تھا ایک ہی جھٹکے سے کار سے باہر آ پڑا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا عمران کی لات تیزی سے حرکت میں آئی اور بوٹ کی بھرپور ضرب جاٹو کی کنپٹی پر پڑی اور جاٹو ایک ہی ضرب کھا کر بری طرح تڑپنے لگا۔ عمران کی ٹانگ ایک بار پھر حرکت میں آئی اور دوسری ضرب نے جاٹو کو ہوش کی سرحدوں سے دور پھینک دیا۔ عمران بڑی پھرتی سے بے ہوش جاٹو کو کھینچ کر درخت کی آڑ میں لے گیا اس نے بڑی پھرتی سے اس کا لباس اتارا اور پھر اپنا لباس اتار کر اسے پہنایا اور اس کا لباس خود پہن لیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے درخت کی اوٹ سے سڑک کی طرف جھانک کر دیکھا اور اردگرد کسی کو

نہ پا کر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا بکس نکال کر جاٹو کا میک اپ کرنا شروع کر دیا اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے تھے اور زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد وہ جاٹو کا روپ دھار چکا تھا حلیہ تبدیل کرنے کے بعد اس نے جاٹو کی گردن پر ہاتھ جمائے اور پھر اس کا گلا دباتا چلا گیا۔ جاٹو کا جسم ایک دو لمحوں کے لئے پھڑپھڑایا پھر ساکت ہو گیا۔ عمران نے اس کی لاش گھسیٹ کر ذرا دور ایک گڑھے میں ڈال دی اور ارد گرد سے جھاڑیاں اٹھا کر لاش کو ڈھانپ دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر اس نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے اور کار کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار دوبارہ اسی کوٹھی کی طرف بڑھنے لگی جدھر سے وہ لوگ آئے تھے کار ابھی تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ عمران کی نظر ڈیش بورڈ کے نچلے حصے پر پڑی وہ چونک گیا وہاں ایک خفیہ ٹرانسمیٹر فٹ تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کو چیک کیا ٹرانسمیٹر کا بٹن آف تھا اس نے اطمینان کا طویل سانس لیا کیونکہ اسے خطرہ محسوس ہوا تھا کہ کہیں ٹرانسمیٹر آن نہ ہو اس طرح ان کا رکنا اور جاٹو کو باہر کھینچنا سب کچھ ان کے باس کو معلوم ہو چکا ہوتا۔ چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد عمران نے ٹرانسمیٹر پر ایک فریکونسی سیٹ کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد سپیڈو میٹر کے ڈائل پر ایک سبز رنگ کا نقطہ چمکنے لگا۔

"ہیلو طاہر۔ اوور" ---- عمران نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"یس۔ طاہر بول رہا ہوں عمران صاحب۔ اوور" ---- دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی وہ عمران کی آواز پہچان گیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے طاہر" ---- عمران نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"جب آپ شلماک کے روپ میں ہیڈ کوارٹر میں گئے تو صفدر اور تنویر کی میں نے نگرانی پر ڈیوٹی لگائی تھی اور میں خود بھی نگرانی کر رہا تھا کوٹھی کی تباہی کے بعد کرنل فریدی اور کیپٹن حمید ایک کار میں بیٹھ کر نکل گئے صفدر ان کے پیچھے گیا تھا مگر بعد میں اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی تنویر وہیں رہا کافی دیر بعد جب تنویر واپس ہوا تو ایک شخص نے اس کا تعاقب کیا میں نے اس شخص کی وجہ سے تنویر کا تعاقب کیا وہ تنویر سے پہلے اس کے ہوٹل میں داخل ہو گیا جب کافی دیر تک تنویر کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو میں نے ایک پبلک بوتھ سے اسے فون کیا تب پتہ چلا کہ تنویر نے اس نوجوان کو بے ہوش کر دیا ہے میں نے اسے آثاریہ کالونی کی ایک خالی کوٹھی میں پہنچنے کے لئے کہا اور خود اس کا تعاقب کیا مگر راستے میں کچھ لوگوں نے تنویر اور اس نوجوان کو اغوا کر لیا پھر وہ تنویر کو لے کر جلال کالونی کے آخری سرے پر موجود کوٹھی میں لے گئے۔ میں نے ٹرانسمیٹر پر نعمانی چوہان اور صدیقی کو وہیں بلا لیا ہے فی الحال ہم اس کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ کوٹھی مشکوک معلوم ہو رہی ہے اگر آپ اجازت دیں تو کوٹھی پر چھاپہ مارا جائے۔ اوور" ---- بلیک زیرو نے دوسری طرف سے مکمل رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تم فی الحال نگرانی کرو بغیر اشد ضرورت کے مداخلت کی ضرورت نہیں ہے میں ایک پلان پر عمل کر رہا ہوں اس کی رپورٹ

مکمل ہونے کے بعد دیکھا جائے گا۔ اوور"۔۔۔۔ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں نگرانی کر رہا ہوں فی الحال تو اندر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ اوور"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوکے۔ اوور اینڈ آل"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اس نے فریکونسی دوبارہ وہی سیٹ کر دی جو پہلے سے موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ اسی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گیا اس نے مخصوص انداز میں ہارن دیا دراصل وہ جاٹو کے مکے سے بے ہوش نہیں ہوا تھا اس لئے جب کوٹھی میں داخلے کے وقت مخصوص انداز میں ہارن بجایا گیا تھا تو یہ انداز اس کے ذہن میں محفوظ ہو گیا تھا مخصوص انداز میں ہارن بجتے ہی کوٹھی کا گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا اور عمران کار اندر لے گیا۔ جیسے ہی پورچ میں کار کھڑی کر کے وہ باہر نکلا ایک آدمی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"جاٹو تمہیں باس نے بلایا ہے"۔۔۔۔ اس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے"۔۔۔۔ عمران نے جاٹو کے لہجے میں جواب دیا اور پھر وہ مختلف کمروں سے ہوتا ہوا اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں اسے پہلے لے جایا گیا تھا۔ دروازہ بند تھا اس نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ"۔۔۔۔ اندر سے باس کی آواز گونجی اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

"جاٹو۔ دروازہ لاک کر دو ایک اہم بات کرنی ہے"۔۔۔۔ باس نے جاٹو کو دیکھتے ہی کہا اور عمران نے بڑے اطمینان سے دروازہ لاک کر دیا۔ باس نے میز پر رکھے ہوئے انٹر کام کا بٹن دبایا اور کہنے لگا۔

"نمبر الیون۔ میں جاٹو کے ساتھ اہم بات کر رہا ہوں کوئی مداخلت نہ کی جائے"۔۔۔۔ باس نے کہا۔

"بہتر باس"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا اور باس نے انٹر کام کا بٹن آف کر دیا۔

"فرمایئے باس"۔۔۔۔ عمران نے قریب موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جاٹو۔ چیف باس کی کال آئی تھی کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو پوائنٹ تھری پر پکڑ لیا گیا ہے اس نے نمبر تھری کو ہلاک کر کے اس کا حلیہ بدل لیا تھا چیف باس نے ان دونوں کو مین ہیڈ کوارٹر میں طلب کر لیا ہے"۔۔۔۔ باس نے عمران کو بتایا۔

"پھر"۔۔۔۔ عمران نے تجسس آمیز لہجے میں کہا۔

"وہ دونوں اور تیسرا ساتھی تھوڑی دیر بعد چیف باس کے پاس پہنچنے والے ہیں چیف باس نے مجھے بلایا ہے تاکہ میں بطور شلماک کرنل فریدی سے بات چیت کر کے اس کی ہلاکت کا آرڈر دے دوں گا"۔۔۔۔ باس نے کہا۔

"تو کیا باس خود کرنل فریدی سے بات نہیں کر سکتا"۔۔۔۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تمہیں کیا ہو گیا جاٹو۔ تمہیں معلوم ہے کہ چیف باس کسی کے سامنے نہیں آتا اور یہی اس کی کامیابی کی دلیل ہے اب وہ خود کس طرح کرنل فریدی کے سامنے آئے گا ہو سکتا ہے کہ کرنل فریدی کسی بھی طرح کوئی حرکت کرے تو چیف باس تو اس کی زد میں نہیں آئے گا"---- باس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے آپ جائیں"---- عمران نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"جاٹو۔ میں ایک اور بات سوچ رہا ہوں"---- باس نے کہا۔

"وہ کیا"---- عمران نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ ہم دونوں وہاں اکٹھے جائیں گے تم میرے ساتھ رہنا تاکہ اگر کرنل فریدی کوئی شرارت کرے تو تم مجھے کور کر سکو"---- باس نے کہا اور عمران سمجھ گیا کہ باس پر کرنل فریدی کی دہشت طاری ہے وہ کرنل فریدی کا سامنا کرنے سے گھبرا رہا ہے۔

"ٹھیک ہے باس جیسا آپ مناسب سمجھیں کرنل فریدی وہاں اکیلا کیا کر سکتا ہے وہ بے بس ہو گا"---- جاٹو نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا دل ہی دل میں وہ خوش ہو رہا تھا کہ اس طرح کتنی آسانی سے وہ اصل شلماک تک پہنچ جائے گا۔

"اوکے۔ پھر میں چیف باس کو مطلع کر دوں کہ ہم آ رہے ہیں"---- باس نے کہا پھر وہ اٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گیا اس نے ایک ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھا اور فریکونسی سیٹ کرنے لگا فریکونسی

سیٹ ہوتے ہی اس نے بٹن آن کر دیا ٹرانسمیٹر پر موجود بلب جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ہیلو شلماک نمبر فور سپیکنگ۔ اوور"---- باس نے باوقار لہجے میں کہا۔

"چیف باس سپیکنگ۔ اوور"---- دوسری طرف سے ایک گھمبیر آواز سنائی دی۔

"چیف باس۔ میں اور میرا نمبر ٹو جاٹو آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں کیا کرنل فریدی وہاں پہنچ گیا ہے۔ اوور"---- باس نے پوچھا۔

"بس پہنچنے ہی والے ہیں تم فوراً آجاؤ۔ سائیڈ وے سے آنا اور سیدھے آپریشن روم میں چلے آنا۔ اوور"---- چیف باس نے کہا۔

"اوکے۔ باس ہم پہنچ رہے ہیں۔ اوور"---- باس نے کہا۔

"اوور اینڈ آل"---- چیف باس نے کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔ شلماک نمبر فور نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اسے اٹھا کر دوبارہ الماری میں رکھ دیا۔

"باس کیوں نہ ہم واچ ٹرانسمیٹر بھی لے لیں ہو سکتا ہے وہاں ضرورت پڑ جائے"---- عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے"---- باس نے کہا مگر پھر دوسرے لمحے کہنے لگا۔

"ہاں لے لیں ہو سکتا ہے ضرورت پڑ ہی جائے"---- باس نے کہا اور عمران دل ہی دل میں ہنس پڑا کیونکہ شلماک نمبر چار پر کرنل

فریدی کا نام سن کر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی اور یہ حال اس وقت تھا جب کہ کرنل فریدی ان کی قید میں تھا باس نے الماری سے دو واچ ٹرانسمیٹر نکال کر ایک خود رکھ لیا اور دوسرا عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر لیا اور اسے تسلی ہو گئی کہ وہ کسی بھی وقت اس کے ذریعے اپنے ساتھیوں کو بلا سکتا ہے پھر باس عمران کو ہمراہ لئے ایک خفیہ سرنگ کے راستے کوٹھی سے کافی دور نکل آیا جہاں پہلے سے ایک کار موجود تھی جلد ہی اس کی کار تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگی سٹیرنگ پر باس خود تھا اور عمران بڑے اطمینان سے بیٹھا منہ چلا رہا تھا دشمن اسے خود اپنے ٹھکانے پر لئے جا رہا تھا۔

تنویر کی گردن ایک طرف ڈھلکتے ہی مسلح افراد نے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے تمام بٹن بند کر دیئے اور پلگ سے تار کا سرا باہر نکال لیا۔

"یہ مر تو نہیں گیا"---- ایک شخص نے تنویر کی نبض پکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ بہت سخت جان ہے اتنی جلدی نہیں مر سکتا"۔ دوسرے نے کہا۔

"ہاں تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گیا ہے"---- نبض دیکھنے والے نے کہا۔

"باس کو اطلاع دے دو ویسے یہ جانتا نہیں ہو گا ورنہ اتنی تکلیف کے بعد ضرور بتا دیتا"---- پہلے نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم اس کا خیال رکھو میں باس کو اطلاع دے آؤں"۔ نبض دیکھنے والے نے کہا اور پھر خود کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسی

دوران دوسرے مسلح شخص نے تنویر کے جسم کے گرد کسے ہوئے پٹے کھول دیئے۔

"اسے روم نمبر پانچ میں پہنچا دو" ـــــ پہلے شخص نے واپس آتے ہوئے کہا اور دوسرے نے تنویر کو کھینچ کر کندھے پر ڈالا اور پھر اسے لئے کمرے سے باہر نکل گیا یہ ایک طویل راہداری تھی وہاں سے گزر کر وہ ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک اور راہداری پر ہوا جس کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر فرش پر تنویر کو لٹا کر واپس مڑا اور دروازہ بند کرتا ہوا باہر نکل گیا۔ تنویر کی جب آنکھ کھلی تو اس کے پورے جسم میں درد کی شدید لہریں دوڑ رہی تھیں اور شاید یہ ننگے فرش پر پڑے رہنے کی وجہ سے جو ٹھنڈ اس کے جسم کو پہنچی تھی اس نے اس کے جسم میں درد کی لہریں دوڑا دی تھیں اور انہی درد کی شدید لہروں نے ہی اسے ہوش کی سرحدوں میں لا پھینکا تھا۔ پہلے تو تنویر چند لمحے خالی الذہنی کی کیفیت میں پڑا رہا پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا وہ تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا اپنے آپ کو کمرے میں اکیلا پا کر وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا اس کے ذہن میں مجرموں کی طرف سے دی ہوئی اذیت کا احساس جاگا اور اسے محسوس ہوا جیسے غصے اور وحشت سے وہ پاگل ہو جائے گا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ان کی بوٹیاں اڑا دے جیسے جیسے وہ سوچتا جاتا ویسے ویسے اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ چاہے اس کی جان کیوں نہ چلی جائے وہ ان مجرموں

سے بھیانک انتقام لے گا اور انہیں اس غیر انسانی تشدد کا پورا پورا مزہ چکھائے گا یہ فیصلہ کر کے اس کا ذہن قدرے مطمئن ہو گیا اور پھر اس نے اس کمرے سے باہر نکلنے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ وہ سیدھا دروازے کی طرف بڑھا اس نے ہینڈل کو دبا کر دیکھا تو دوسرے لمحے اس کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ ہینڈل دبتے ہی دروازہ کھلتا چلا گیا شاید اسے پھینک کر جانے والے نے دروازہ لاک کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کیونکہ جس طرح تنویر بے ہوش ہوا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اب شاید ہی وہ دوبارہ ہوش میں آئے۔ تنویر نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ باہر نکل آیا اور پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ دوسرے موڑ کے قریب پہنچ کر اس نے جب دوسری طرف جھانکا تو اسے مشین گن سے مسلح ایک شخص اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ تنویر پھرتی سے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا یہاں چونکہ موڑ تھا اس لئے آنے والا تنویر کی وہاں موجودگی محسوس نہ کر سکا اور پھر اچانک وہ تنویر کے سامنے آ گیا۔ اس کے سامنے آتے ہی تنویر نے چیتے کی طرح اس پر چھلانگ لگا دی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ شخص سنبھلتا تنویر اس کے ہاتھوں سے مشین گن جھپٹ چکا تھا اور پھر تنویر کی لات پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر پڑی اور وہ منہ سے اوہ کی آواز نکالتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا اس کے نیچے گرتے ہی تنویر نے پوری قوت سے مشین گن کا بٹ اس کی کھوپڑی پر مار دیا بٹ اتنی قوت سے مارا گیا تھا کہ نیچے گرے ہوئے

شخص کی کھوپڑی ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس کا بھیجا باہر نکل کر فرش پر پھیل گیا۔ تنویر نے بٹ پر لگا ہوا خون اس آدمی کے لباس سے صاف کیا اور پھر مشین گن ہاتھوں میں پکڑے آگے بڑھ گیا۔ اس کے دماغ پر خون اور انتقام سوار تھا اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اس پوری عمارت کو گولیوں سے اڑا دے۔ راہداری کا اختتام سیڑھیوں پر ہوا اور تنویر اچھل کر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کے بعد دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا تنویر اوپر چڑھتا چلا گیا اب وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا یہاں ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ نظر آیا وہ سیدھا اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اندر سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اس نے دروازے کے ساتھ کان لگا دیئے اور دوسرے لمحے اس کے دل میں خوشی کے لڈو پھوٹنے لگے۔ اس نے کی ہول سے جھانک کر دیکھا تو اسے سامنے کرنل فریدی' کیپٹن حمید اور صفدر کرسیوں پر بندھے نظر آئے ان کی پشت پر تین مشین گن بردار شخص کھڑے تھے جبکہ کرنل فریدی کے سامنے ایک کرسی پر ایک آدمی موجود تھا اس کی پشت دروازے کی طرف تھی اس لئے تنویر اسے نہ پہچان سکا مگر اسی لمحے وہ شخص کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آدمیوں کو حکم دے کر وہ جیسے ہی مڑا تنویر کے ذہن میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ یہ وہی سرخ نقاب پوش تھا جس نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی وہ اب دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا اس نقاب پوش کو دیکھتے ہی تنویر کے

دماغ میں غصے اور وحشت کی لہر سی اٹھی اور اس نے مشین گن سنبھالے ہوئے پوری قوت سے دروازے کو لات ماری اور دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور تنویر اچھل کر اندر داخل ہوا۔ سرخ نقاب پوش اسے یوں اندر آتے دیکھ کر حیرت سے دو قدم پیچھے ہٹا مگر تنویر کے سر پر تو خون سوار تھا اس نے مشین گن سیدھی کی اور فائر کھول دیا۔ سرخ نقاب پوش گولیاں کھا کر کسی مردہ چھپکلی کی طرح پشت کے بل زمین پر گرا اس کے سینے سے خون کے فوارے نکل رہے تھے۔

"تنویر تم"—— صفدر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ مگر تنویر نے دوبارہ مشین گن سیدھی کی اور ان کے پیچھے موجود تین مسلح افراد سنبھلنے سے پہلے اس کی گولیوں کا شکار ہو گئے ان کے مرتے ہی تنویر نے ایک نظر کرنل فریدی کیپٹن حمید اور صفدر پر ڈالی اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا اس کے باہر جاتے ہی کرنل فریدی تیزی سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا وہ رسیاں پہلے ہی کھول چکا تھا ادھر صفدر بھی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا وہ بھی رسیاں کھول چکا تھا۔

"اسے روکو صفدر یہ پاگل ہو چکا ہے"—— کرنل فریدی نے ایک مشین گن جھپٹتے ہوئے کہا اور پھر وہ سیدھا دروازے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ صفدر نے کیپٹن حمید کی رسیاں پھرتی سے کھولیں اور ان دونوں نے بھی مشین گنیں اٹھائیں اور دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔

عمران اور باس کی کار جلد ہی جلال کالونی میں داخل ہو گئی اور عمران سمجھ گیا کہ شلماک کا ہیڈ کوارٹر وہی ہے جہاں تنویر کو لے جایا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد کار ایک کھیت کے کنارے پر رک گئی اور باس نیچے اتر آیا۔ عمران نے بھی اس کی پیروی کی اور پھر باس کھیت کے کنارے پر موجود ایک درخت کے قریب جا کر رک گیا۔ اس نے درخت کی جڑ کو ہاتھ سے ٹٹولا اور دوسرے لمحے درخت کا تنا درمیان سے کسی دروازے کی طرح کھلتا چلا گیا وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آ رہی تھیں باس سیڑھیوں کے اندر داخل ہو گیا عمران اس کے پیچھے تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جس پر باس نے مخصوص انداز میں دستک دی دروازہ کھل گیا اور باس اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی باس کے پیچھے چلتے ہوئے عمران سرنگ کراس کر کے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔ باس نے کمرے کے

دروازے پر ایک بار پھر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"کون ہے"---- دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"شلماک نمبر چار"---- باس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"آپریشن"---- ایک بار پھر وہی آواز گونجی۔

"فائنل کراس"---- باس نے جواب دیا اور پھر دروازہ کھلتا چلا گیا۔ باس نے پیچھے مڑ کر عمران کو آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں کمرے میں داخل ہو گئے یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اس کے درمیان میں ایک میز موجود تھی میز کے اوپر ایک کافی بڑا بورڈ بنا ہوا تھا بورڈ پر مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے تھے میز کے پیچھے ایک آدمی موجود تھا اس نے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب موجود تھا جس پر زرد رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔

"آؤ نمبر چار تم موقع پر پہنچے ہو۔ کرنل فریدی روم نمبر الیون میں موجود ہے"---- شلماک نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"---- شلماک نمبر چار نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ شلماک نے اٹھ کر الماری کھولی اور اس میں سے اپنے جیسا ایک نقاب نکال کر اس کی طرف پھینکا۔

"اسے پہن لو اور روم نمبر الیون میں چلے جاؤ تمہیں وہاں بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ تم کرنل فریدی کو پہچانتے ہو کیونکہ مجھ سے پہلے سے تم یہاں موجود ہو اسے اچھی طرح پہچان لو دو چار باتیں کر لینا پھر اس کے

قتل کا حکم دے دینا اب میں اسے مزید مہلت نہیں دے سکتا"۔ چیف باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس اگر آپ اجازت دیں تو میں جاٹو کو اپنے ہمراہ لے جاؤں یہ مجھے کور کرے گا"۔۔۔۔ باس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں پہلے ہی تین مسلح افراد موجود ہیں اور کرنل فریدی اور اس کے ساتھی بندھے ہوئے ہیں"۔ چیف باس نے کہا اور باس نے خاموشی سے نقاب پہنا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

"جاٹو تم یہاں بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے شعبے کی کارکردگی کیا ہے"۔۔۔۔ چیف باس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"چیف باس۔ اگر گستاخی نہ ہو تو میرے ایک سوال کا جواب دیجئے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں ہاں بتاؤ۔ آج میں بڑا خوش ہوں آج میرا ایک بڑا دشمن صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا"۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

"باس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ ہی اصل شلماک ہیں"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ کتنی دلچسپ بات ہے کہ میرے گروپ کے آدمی بھی میرے متعلق شک و شبہ میں مبتلا ہیں یہی میری کامیابی ہے"۔ چیف باس نے کہا اور پھر اس نے اپنی کف کا بٹن کھولا اور قمیص کی آستین

اوپر چڑھانی شروع کر دی اور پھر اس نے کلائی عمران کے سامنے کر دی اس کی کلائی پر ایک سانپ بنا ہوا تھا جس کی دم اس کے منہ میں تھی اور عمران سمجھ گیا کہ یہ اصلی شلماک ہے کیونکہ اس کی فائل میں بھی شلماک کی یہی مخصوص نشانی درج تھی۔

"یہ میرا ذاتی نشان ہے بس یہی میری نشانی ہے"۔۔۔۔ شلماک نے کہا اور پھر آستین دوبارہ درست کر لی۔

"ٹھیک ہے چیف باس آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میری الجھن دور کر دی اور اب بہتر ہے کہ میں اپنی کارروائی شروع کر دوں کیونکہ کرنل فریدی اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب"۔۔۔۔ چیف باس نے چونک کر کہا۔

"مطلب ابھی پتہ چل جائے مسٹر شلماک"۔۔۔۔ عمران اس بار اپنی اصلی آواز میں بولا اور شلماک کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بم پھٹ پڑا ہو۔

کرنل فریدی مشین گن اٹھائے تیزی سے باہر نکلا تو اس نے تنویر کو سامنے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ لیا۔

"رک جاؤ تنویر۔ اس طرح خودکشی مت کرو"۔۔۔ کرنل فریدی نے چیخ کر کہا مگر تنویر رکنے کی بجائے سیڑھیاں چڑھ کر غائب ہو گیا پھر جب تک کرنل فریدی سیڑھیاں چڑھتا اسے اوپر بے تحاشا فائرنگ کی آواز سنائی دیں اور جب تک وہ سیڑھیاں چڑھ کر باہر نکلتا فائرنگ کی آوازیں مزید بڑھ گئیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سے افراد نے کوٹھی پر حملہ کر دیا ہو کیپٹن حمید اور صفدر بھاگتے ہوئے کرنل فریدی کے قریب پہنچ گئے اور پھر انہوں نے ایک مسلح شخص کو دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا وہ سخت گھبرایا ہوا تھا۔ کرنل فریدی آڑ میں ہو گیا جیسے ہی وہ شخص قریب پہنچا کرنل فریدی نے اچھل کر مشین گن اس کی گردن کے گرد حائل کر کے ایک جھٹکا دیا۔

"بب۔ بب"۔۔۔ آنے والے کی آواز حلق میں ہی گھٹ گئی۔

"آپریشن روم کہاں ہے جہاں چیف باس بیٹھتا ہے"۔۔۔ کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا۔

"بب۔ بب نیچے والی راہداری کے آخری سرے پر اس کا کمرہ ہے۔ مم۔ میں وہیں جا رہا تھا"۔۔۔ اس آدمی نے اٹکتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی نے مشین گن کو زور دار جھٹکا دیا اور اس آدمی کی گردن ٹوٹ گئی۔

"آؤ میرے پیچھے"۔۔۔ کرنل فریدی نے کیپٹن حمید اور صفدر سے کہا اور اس طرف بھاگتا چلا گیا جدھر اس آدمی نے کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس دروازہ تک پہنچ گیا جو نچلی راہداری کے اختتام پر تھا۔ اس نے پوری قوت سے دروازے پر لات ماری اور دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا سامنے میز کے پیچھے سرخ نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا وہ بڑے غور سے ان بٹنوں کو دیکھ رہا تھا جو سوئچ بورڈ پر بنے ہوئے تھے۔

"خبردار اگر حرکت کی"۔۔۔ فریدی نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کڑکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون سی حرکت بری یا اچھی"۔۔۔ نقاب پوش نے اطمینان سے جواب دیا اور کرنل فریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پاؤں میں بم پھٹ پڑا ہو۔ کیپٹن حمید اور صفدر بھی چونک پڑے کیونکہ یہ آواز عمران کی تھی خالصتاً عمران کی اپنی۔

"تم عمران ہو"——— کرنل فریدی نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی۔ آپ کا خادم علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)"۔ عمران نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے چہرے سے نقاب نوچ دیا۔ وہ جاٹو کا میک اپ پہلے ہی ختم کر چکا تھا اس لئے اپنی اصل شکل میں تھا۔

"شلماک کہاں ہے"——— کرنل فریدی نے خفیف ہوتے ہوئے کہا کیونکہ عمران نے دوسری بار اسے زک دی تھی۔

"اس الماری میں آرام کر رہا ہے بے چارہ تھک گیا تھا میں نے اس سے درخواست کی ہے کہ وہ اب آرام کرے میں اس کی جگہ شلماک بن جاتا ہوں"——— عمران نے بڑی معصومیت سے کہا اور پھر مڑ کر الماری کھول دی اور اس میں زبردستی ٹھونسے ہوئے جسم کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔

"یہ ہے آپ کا اصلی اور خالص شلماک"——— عمران نے کہا شلماک مر چکا تھا اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔

"یہ مر گیا ہے"——— کرنل فریدی نے کہا۔

"ہاں بس ذرا ہاتھ سخت پڑ گیا تھا مگر اس میں میرا قصور نہیں ہے میں نے تو سوچا تھا بڑا مجرم ہے ذرا سخت ہاتھ رکھوں مگر اس کم بخت کی گردن بڑی نرم و نازک تھی"——— عمران نے یوں جواب دیا جیسے اسے بڑی شرمندگی ہو رہی ہو۔ اسی لمحے راہداری دوڑتے ہوئے

قدموں سے گونجنے لگی وہ تینوں تیزی سے دروازے کی طرف بڑھے۔

"ایکسٹو"——— صفدر کے منہ سے نکلا سامنے ایکسٹو اپنے مخصوص نقاب میں موجود تھا اس کے پیچھے چوہان نعمانی صدیقی اور کیپٹن شکیل تھے کیپٹن شکیل نے تنویر کو کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔

"عمران۔ کیا شلماک ختم ہو گیا"——— ایکسٹو نے باوقار لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں جناب۔ بالکل ختم ہو گیا اسی بات کا جواب میں کرنل صاحب کو دے رہا تھا۔ آپ ان سے پوچھ لیں اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے"——— عمران نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کوٹھی پر موجود تمام مجرم ختم ہو چکے ہیں تنویر شدید زخمی ہے میں اسے لئے جا رہا ہوں باقی کام کرنل فریدی کر لیں گے"——— ایکسٹو نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ گیا۔

"خس کم جہاں پاک"——— عمران نے دبے لہجے میں کہا اور کرنل فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔

کرنل فریدی کے ڈرائنگ روم میں عمران کرنل فریدی اور کیپٹن حمید موجود تھے۔

"تم نے کمال کر دیا عمران۔ دونوں بار مجھ سے پہلے شلماک تک پہنچ گئے"——— کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اصل میں مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی اور ویسے ہی پردہ داروں سے مجھے بڑی محبت ہوتی ہے"——— عمران نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔

"اس نے کہاں پہنچنا ہے یہ سارا کام تو ایکسٹو کا ہے اسی کی پلاننگ ہو گی"——— کیپٹن حمید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے میں اس چوہے کو کیا سمجھتا ہوں بس قسمت نے اسے ایکسٹو بنا دیا ہے"——— عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔ کیونکہ وہ ایکسٹو کی اصلیت جانتا

تھا۔

"ایسا نہ کہو عمران۔ وہ تمہارا باس ہے"——— کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ باس تو ہے مگر پردہ دار۔ اسی لئے تو مجھے اس سے محبت ہے ورنہ اب تک میں اسے آسمان پر نہ پہنچا چکا ہوتا"——— عمران نے جواب دیا۔

"اچھا عمران۔ یہ بتاؤ کہ شلماک کا مشن تو ہمارے ملک میں حکومت کی تبدیلی تھا تم اس کے پیچھے کیوں لگ گئے"——— کرنل فریدی نے کہا۔

"ارے وہی کراس لینڈ کا چکر۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ معاملہ ابتدا ہی میں ختم ہو جائے آپ کے ملک کے بعد اس نے میرے ملک کا رخ کرنا تھا اور ظاہر ہے آپ میری مدد کے لئے تو نہ آتے۔ میں نے سوچا کہ آپ کی ہی امداد کر دوں کیا ہوا اس کے تمام ٹھکانے ختم ہوئے یا نہیں"——— عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہاں۔ سب ختم ہو گئے۔ اسی الماری سے تمام کاغذات مل گئے تھے۔ تمام اسلحہ پکڑا گیا اور اس کے تمام آدمی بھی گرفتار ہو گئے ہیں"——— کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر مجھے اجازت دیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شلماک کے قتل کے الزام میں آپ مجھے بھی گرفتار کر لیں آپ کا ملک ہے اور میں بیچارہ اجنبی"——— عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور کرنل فریدی

ایک بار پھر ہنس پڑا۔ کیپٹن حمید نے برا سا منہ بنا لیا اسے نجانے کیوں عمران سے خوامخواہ کی چڑ تھی۔

ختم شد

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد ایڈونچر کہانی

مکمل ناول

ایڈونچر مشن

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

✲ تبت کے انتہائی دشوار گزار پہاڑی جنگلوں میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایک ایسا مشن جہاں ہر طرف یقینی اور خوفناک موت کے جبڑے کھلے ہوئے تھے۔

مارسیلا جنگل کوئین ایک نیا حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ کردار۔

✲ عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان بدھ بھکشوؤں کے روپ میں جب تبت کے جنگلوں میں داخل ہوئے تو۔۔ انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز سچوئشنز۔

✲ جولیا کو خوفناک جنگل میں جبراً اغوا کر لیا گیا اور سیکرٹ سروس کے ارکان سر پٹخنے کے باوجود جولیا کو تلاش نہ کر سکے۔ جولیا کا کیا حشر ہوا ——— ؟

✲ عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان اور خوفناک یوگیوں اور بدھ بھکشوؤں کے درمیان ہونے والی ایک ایسی جنگ جس کا ہر راستہ موت پر ختم ہوتا تھا۔

جوزف جنگلوں کا بادشاہ ایک نئے اور انوکھے روپ میں۔

✲ ایک ایسا مشن جس کے مکمل ہوتے ہی عمران نے سیکرٹ سروس سے بغاوت کر دی اور پھر خوفناک جنگلوں میں عمران اور جولیا دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ وہ مشن کیا تھا ——— ؟

دلچسپ، حیرت انگیز، تیز رفتار ایکشن اور سنسنی خیز سسپنس

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

علی عمران اور میجر پرمود کے خوفناک ٹکراؤ پر مشتمل ایک حیرت انگیز ناول

مکمل ناول

گریٹ فائٹ

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

پروفیسر بارکی ایک سائنسدان جو بلگارنیہ سے فرار ہو کر پاکیشیا پہنچ گیا۔ کیوں؟

میجر پرمود جو پروفیسر بارکی کو بلگارنیہ واپس لانے کے لئے پاکیشیا پر قیامت بن کر ٹوٹ پڑا کس انداز میں؟

میجر پرمود جس نے دن دیہاڑے پاکیشیا کے ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر پر اکیلے دھلوا بول دیا اور وہاں عمران کی موجودگی کے باوجود اپنے مشن میں کامیاب رہا۔ کیسے؟

علی عمران جس نے میجر پرمود اور اس کے ساتھیوں کو ایسے انداز میں گھیر لیا کہ میجر پرمود کا زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو گیا۔ مگر میجر پرمود اس طرح نکل گیا کہ عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔

☆ جوزف' جوانا اور عمران کی ویران پہاڑیوں میں میجر پرمود اور اس کے ساتھیوں سے دوبدو جنگ۔ ایک ایسا لمحہ جب جوزف سینکڑوں فٹ گہرائی میں جا گرا اور جوانا کو زندگی میں پہلی بار زمین چاٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔

☆ بلگارنیہ کی ناک میجر پرمود اور پاکیشیا کے ناقابل تسخیر علی عمران کے درمیان ایک خوفناک اور جان لیوا لڑائی۔ اس لڑائی کا نتیجہ کیا نکلا؟

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور ہنگامہ خیز کہانی

مکمل ناول

جیوش چینل

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

جیوش چینل اسرائیل کی نئی تنظیم۔ جس کا سربراہ لارڈ بوفین تھا۔

لارڈ بوفین جس نے دعویٰ کیا تھا کہ عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس جیوش چینل کے ہاتھوں ہی ختم ہو گی۔

ایرو میزائل لیبارٹری جس کی تباہی کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیل پہنچ گئی۔

وہ لمحہ جب تنویر اور خاور دیوانہ وار ایرو میزائل لیبارٹری کے ایریئے میں داخل ہو گئے اور پھر وہاں قتل عام کا سا منظر نظر آنے لگا۔ مگر؟

وہ لمحہ جب تنویر ہٹ ہو کر یقینی موت کے پنجوں میں پھنس گیا۔ کیا واقعی تنویر ہلاک ہو گیا؟

جیوش چینل جس کے ہیڈ کوارٹر میں عمران اور اس کے ساتھی بے بسی کے عالم میں یقینی موت کو اپنی طرف بڑھتا دیکھتے رہے۔ پھر کیا ہوا؟

کیا عمران اور اس کے ساتھی جیوش چینل کا خاتمہ کر سکے یا خود کلیسر اور جیوش چینل کے ہاتھوں موت کا شکار ہو گئے؟

انتہائی دلچسپ' انتہائی تیز رفتار ایکشن
اور اعصاب کو چٹخا دینے والے سے بھرپور ایک منفرد اور یادگار کہانی

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی شاہکار کہانی

ڈیتھ کوئیک

مصنف ——— مظہر کلیم ایم اے

ڈیتھ کوئیک

کافرستان کا ایک ایسا بھیانک سائنسی منصوبہ کہ جس کی تکمیل کے بعد پاکیشیا کے کروڑوں بے گناہ افراد ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ لیکن پوری دنیا اسے قدرتی آفت ہی سمجھتی رہتی۔

ڈیتھ کوئیک

جس کا تجربہ پاکیشیا کے ایک پہاڑی علاقے میں کیا گیا اور ہزاروں افراد یکلخت لقمہ اجل بن گئے۔ مگر پاکیشیا اور پوری دنیا کے ماہرین نے اسے قدرتی آفت قرار دے دیا۔ کیوں؟

ڈیتھ کوئیک

جس کے خلاف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس جب میدان میں اتری تو کافرستان کی چاروں ایجنسیاں عمران کے مقابل آگئیں اور پھر ایک نہ رکنے والے خوفناک ہنگامے کا آغاز ہوگیا۔

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو زبردست جدوجہد کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں؟

وہ لمحہ

جب عمران اور سیکرٹ سروس کو باوجود سرتوڑ کوششوں کے ناکام پاکیشیا لوٹنا پڑا؟

وہ لمحہ

جب شاگل نے کافرستان کی طرف سے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟

کیا شاگل نے کافرستان سے غداری کر دی ——— یا ——— ؟

کیا واقعی اس مشن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی گئی تھی ——— یا ——— ؟

کیا کافرستان اپنے اس بھیانک سائنسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا؟

انتہائی دلچسپ اور قطعی منفرد انداز میں لکھا گیا
ایک یادگار ناول
ایکشن اور سسپنس کا حسین امتزاج
شائع ہوگیا ہے
آج ہی اپنے قریبی بک سٹال یا
براہ راست ہم سے طلب کریں
یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان